معاشرے کے امن واستحکام میں عفوودرگزر کا کردار اور عصری معنویت
(قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ برائے ایم فل علومِ اسلامیہ

مقالہ نگار

افشاں نورین

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

ستمبر ۲۰۲۲ء

معاشرے کے امن واستحکام میں عفوودر گزر کا کردار اور عصری معنویت

(قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

مقالہ برائے ایم فل اسلامی فکر وثقافت

مقالہ نگار

افشاں نورین

ایم فل سکالر،علومِ اسلامیہ

رجسٹریشن نمبر: 1811MPhill/IS/F-19

نگران مقالہ

ڈاکٹرارم سلطانہ

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامی فکر وثقافت

نمل اسلام آباد

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن ۲۰۱۹-۲۰۲۲ء

© افشاں نورین

بسم الله الرحمن الرحيم

منظوری فارم برائے مقالہ ودفاع مقالہ

(Thesis Acceptance Form)

زیرِ دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کارکردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **معاشرے کے امن واستحکام میں عفو ودرگزر کا کردار اور عصری معنویت (قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)**

The role of forgiveness in the peace and stability of the society and modern spirituality (Analytical study in the light of Qur'an and Sunnah)

"Muaashray k aman o istehkaam main effu o dar guzar ka kirdar aur asri manwiyat (Quran o Sunnat ki roshni main)"

نام مقالہ نگار: **افشاں نورین** رجسٹریشن نمبر: **1811MPhill/IS/F-19**

نام ڈگری: **ایم فل آف فلاسفی علومِ اسلامیہ**

ڈاکٹر ارم سلطانہ
(نگران مقالہ) ______________ دستخط نگران مقالہ

پروفیسر ڈاکٹر مستفیض احمد علوی
(صدرِ شعبہ اسلامی فکر وثقافت) ______________ دستخط صدرِ شعبہ اسلامی فکر وثقافت

پروفیسر ڈاکٹر خالد سلطان
(ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز) ______________ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

تاریخ ______________

حلف نامہ فارم

(Candidate Declaration Form)

میں افشاں نورین ولد راجہ محبوب حسین

رول نمبر MP-F19-525 رجسٹریشن نمبر **1811MPhill/IS/F-19**

طالبہ ایم فل شعبہ اسلامی فکر وثقافت نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز(نمل)اسلام آباد حلفاًاقرار کرتی ہوں کہ مقالہ بعنوان: معاشرے کے امن واستحکام میں عفوودر گزر کا کردار اور عصری معنویت

(قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

The role of forgiveness in the peace and stability of the society and modern spirituality (Analytical study in the light of Qur'an and Sunnah)

Muaashray k aman o istehkaam main effu o dar guzar ka kirdar aur asri manwiyat (Quran o Sunnat ki roshni main)

ایم فل اسلامی فکر وثقافت کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے اور ڈاکٹر ارم سلطانہ کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے۔ راقم الحروف کا اصل کام ہے اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے۔ نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لیے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

میں اس بات کو سمجھتی ہوں کہ ایچ ای سی اور نمل علمی سرقہ کے حوالے سے عدم برداشت کی پالیسی پر سختی سے عمل پیرا ہے۔ اس لیے میں بطور مقالہ نگار اس بات کا اقرار کرتی ہوں کہ یہ میرا ذاتی علمی کام ہے۔ اس مقالے کا کوئی بھی حصہ سرقہ شدہ نہیں ہے اور میں نے جہاں کہیں سے بھی کسی علمی کام کو لیا ہے۔ اس کا باقاعدہ حوالہ دیا ہے۔ میں اس بات کا بھی اقرار کرتی ہوں کہ اگر میرے مقالے میں کسی بھی قسم کا باقاعدہ علمی سرقہ پایا جائے تو یونیورسٹی میری ڈگری کو ختم کرنے/واپس لینے کا اختیار رکھتی ہے۔

نام مقالہ نگار: افشاں نورین

دستخط مقالہ نگار: ____________________

(ABSTRACT)ملخص مقالہ

The role of forgiveness in the peace and stability of the society and modern spirituality
(Analytical study in the light of Qur'an and Sunnah)

Basically, man is a social animal; his supreme wish is to live with others in a peaceful way. Others provide him help in getting food, shelter and defense etc. Forgiveness is to forgive others and modern spirituality is to forgiving other by treating them well. Forgiveness is one of the fundamental qualities of ALLAH Almighty and it is also the Sunnah of all Holy Prophets (A.S). Forgiveness is the primary need of every person and all walks of life, such as economics, society, psychology, etc.

On the earth, life is present due to forgiving others, without it the planet is full of mistakes and miseries. In a few seconds, life will be ended. The creator of the world provides the marvellous gift of forgiveness. He not only forgives human beings but also instructs them to forgive others because there is no substitute for it. The virtue and fruits of forgiveness are limitless, such as increased honour, wealth and age etc in the present world, while life in the hereafter, gifts are priceless and limitless.

Man is so materialistic that he do not bear minor pains and miseries of other, want to take revenge and fights with them. Sometimes it creates disconnection for months and years. Due to technology, man is alone with lot of comforts and his life is limited to positions and wealth. On the other hand, people do less practice of Sunnah. Another thing is to say when forgiveness is taken out from humanity, only wildness remains. Its only solution is to forgive others.

In this research study, analytical and applied methods are used along with practical applications. There are four chapters: In the first chapter, the introduction of society and peace is explained. In the second chapter forgiveness, its rules and range is described in the light of Quran & Sunnah. While third chapter, the fruits & benefits of forgiveness is elaborated according to Islamic teachings. In the fourth chapter moral and social lacks of forgiveness are discussed according to our community such as pride, anger, prejudice and cruelty, etc that leads to breaking the unity of the society and creating lawlessness. In the third part of this chapter, the modern spirituality of the forgiveness is provided in light of the Quran and Sunnah.

To sum up it, as to forgive others, adopt simplicity, and act upon Islamic teachings and the Sunnah of the Holy Prophetﷺ

فہرست مضامین بالترتیب (Table of Contents)

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	مقالہ کی منظوری کا فارم (Thesis Acceptance Form)	iv
۲	حلف نامہ (Candidate Declaration Form)	v
۳	ملخص (Abstract)	vi
۴	فہرست عنوانات (Table of Contents)	vii
۵	اظہار تشکر (Acknowledgements)	ix
۶	انتساب (Dedication)	x
۷	باب اول: معاشرے میں امن واستحکام کی ضرورت اور ذرائع	1
۸	فصل اول: معاشرے میں امن واستحکام کی ضرورت	2
۹	فصل دوئم: معاشرے میں امن واستحکام کے ذرائع	13
۱۰	فصل سوئم: عصری پاکستانی معاشرے کی ضرورت	25
۱۱	باب دوئم: قرآن وسنت سے ماخوذ عفوودر گزر کے اُصول اور دائرہ کار	37
۱۲	فصل اول: عفوودر گزر کے اُصول	38
۱۳	فصل دوئم: عفوودر گزر کا انفرادی سطح پر دائرہ کار	54
۱۴	فصل سوئم: عفوودر گزر کا ریاستی سطح پر دائرہ کار	64
۱۵	باب سوئم: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عفوودر گزر کے فوائد و ثمرات	73
۱۶	فصل اول: عفوودر گزر کے فوائد	74
۱۷	فصل دوئم: عفوودر گزر کے ثمرات	86
۱۸	باب چہارم: پاکستانی معاشرے میں عفوودر گزر کی عصری معنویت	97
۱۹	فصل اول: عفوودر گزر کا فقدان اور اسکے اخلاقی اثرات	98
۲۰	فصل دوئم: عفوودر گزر کا فقدان اور اسکے معاشرتی اثرات	107

۲۱	فصل سوئم: عفوودر گزر کی عصری معنویت	118
۲۲	نتائج	135
۲۳	تجاویزوسفارشات	136
۲۴	فہارس (Indexes)	137
۲۵	فہرست قرآنی آیات	137
۲۶	فہرست احادیث	140
۲۷	فہرست مصادرومراجع (Bibliography)	142

اظہار تشکر (Acknowledgements)

سب سے پہلے میں رب العالمین کا شکریہ ادا کرتی ہوں جس کا کرم ہمیشہ میرے ساتھ رہا۔ اللہ تعالیٰ کے بعد میں رسولِ کریم ﷺ کی ذات پہ درود و سلام پیش کرتی ہوں جو تمام جہانوں کے لیے رحمت العالمین بن کر آئے۔ پھر میں اپنے تمام اساتذہ کرام خصوصاً ڈاکٹر ارم سلطانہ کی شکر گزار ہوں جن سے میں نے تعلیمی میدان میں فیض حاصل کیا۔

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز کی وجہ سے مجھے ایم فل کا تحقیقی کام کرنے کا موقع ملا اس سلسلے میں شعبہ علومِ اسلامیہ کے تمام اساتذہ کرام کے ساتھ جذبات تشکر کے مستحق ہیں۔ جس میں سر فہرست ڈین فیکلٹی آف سوشل سائینسز محترم ڈاکٹر خالد سلطان صاحب کی تہ دل سے ممنون ہوں۔ اس کے ساتھ تمام لائبریرز کے عملے، نیشنل لائبریری آف پاکستان، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی لائبریری اور ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری اور تمام ساتھیوں کی شکر گزار ہوں جنہوں نے میری اس کاوش کے دوران کسی نہ کسی انداز میں مدد کی۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ میری اس محنت کو قبول فرمائے۔ آمین

مقالہ نگار

افشاں نورین

انتساب (Dedication)

میں اپنی اس معمولی سی محنت کو اللہ تعالیٰ، اپنے مرحوم والدین خصوصاً والدہ مرحومہ، اساتذہ اور اُن لوگوں کے نام کرتی ہوں جنہوں نے میری ہر ممکن رہنمائی فرمائی اور مدد کی جس کی بدولت میں آج اس مقام پہ پہنچی۔

معاشرے کے امن واستحکام میں عفوودر گزر کا کردار اور عصری معنویت

(قرآن وسنت کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ)

موضوع کا تعارف

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے جو ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ یہ انسانی فطرت کے عین مطابق ہے جس میں ہر شعبہ زندگی کے متعلق جامع اور کامل تعلیمات موجود ہیں خواہ ان کا تعلق مذہب، سیاست، معشیت سے ہو یا معاشرت، قانون اور ایجادات وغیرہ سے ہو، اسلام ان کے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

﴿إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ﴾[۱]

ترجمہ: دین تو خدا کے نزدیک اسلام ہے۔

معاشرہ افراد کا ایسا گروہ ہے جو ایک دوسرے سے مل جل کر رہتے ہوں نیز ایک دوسرے کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرتے ہوں اور جن کے نظریات، مقاصد، اور آداب وعادات یکساں ہو۔

انسان ایک معاشرتی حیوان ہے جو تنہا زندگی نہیں گزار سکتا ہے بلکہ وہ دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنے کو پسند کرتا ہے ایسی صورت میں بعض اوقات اختلافات رونما ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں اسلام اپنے ماننے والوں کو امن وسلامتی کی ترغیب دیتا ہے یہ اُسی صورت ممکن ہے جب افرادِ معاشرہ عفوودر گزر سے کام لیں۔ امن ہی سر چشمہِ طاقت ہے جسے انسانی زندگی میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ پُر امن ماحول میں تمام شعبہ ءزندگی پروان چڑھتے ہیں مثلاً امن سے ہی عبادت خوش اسلوبی سے ادا کی جاتی ہے اس طرح صنعت وتجارت اور تدریس وغیرہ پُر سکون انداز سے انجام پاتے ہیں۔

عفو سے مراد ایک دوسرے کی لغزشوں کو معاف کرنا اور بخش دینا ہے اور در گزر کے معنی بھی ایک دوسرے کی غلطیوں کو معاف کر کے اُن سے محبت اور شفقت سے پیش آنا ہے۔ عفوودر گزر بظاہر سادہ الفاظ ہیں لیکن اس سے رنجشیں دور ہو جاتی ہیں عفوودر گزر سے ہی زمین پر زندگی کا وجود ہے کہ دوسروں کو نہ صرف معاف کیا جائے بلکہ ان کو معاف کر کے حسن سلوک سے پیش آنا ہی اسلامی معاشرے کا بنیادی حُسن ہے۔ جس سے استحکامِ معاشرہ وابستہ ہے۔

---

۱ آل عمران: ۱۹/۳

ابنِ آدم خطاؤں کا پُتلا ہے۔ ہر انسان سے کبھی نہ کبھی ضرور غلطی سرزد ہو جاتی ہے، کوئی بھی بشر اس سے پاک نہیں ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾[۱]

ترجمہ: لوگوں کے ساتھ معافی اور عفو و درگزر والا معاملہ کرو۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی ساری زندگی میں عفو و درگزر کا عملاً نمونہ پیش کیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((وَمَا زَادَ اللّٰهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ إِلاَّ عِزًّا وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلّٰهِ إِلاَّ رَفَعَهُ اللّٰهُ)) [۲]

ترجمہ: بندے کے معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اس کی عزت بڑھا دیتا ہے اور جو آدمی بھی اللہ کے لئے عاجزی اختیار کرتا ہے اللہ اس کا درجہ بلند فرما دیتا ہے۔

خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے اپنی تمام زندگی کبھی بھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ جو لوگ آپ ﷺ کو تکلیفیں دیتے تھے، راستے میں کانٹے بچھاتے تھے، بُرا بھلا کہتے، آپ ﷺ انھیں معاف فرما دیتے اور بُرائی کا جواب بھلائی سے دیتے تھے۔ اِن میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی ہو یا طائف کا واقعہ، آپ ﷺ نے انھیں نہ صرف معاف کیا بلکہ دامنِ اسلام میں پناہ دی۔ فتحِ مکہ کے موقع پر اسلام کے بدترین دشمنوں کو معاف کیا اور مکہ کے وہ لوگ جنھوں نے نبوت کے تیرہ سالہ دور میں آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیے تھے، اُنھیں مخاطب کر کے فرمایا:

((لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ))[۳]

ترجمہ: تم سے آج کچھ پوچھ گچھ نہیں۔

فتحِ مکہ کے دن آپ ﷺ نے سب سے درگزر کرتے ہوئے بے نظیر مثال پیش کی۔

---

۱ النور:۲۴/۲۲

۲ امام مسلم، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۳۱ھ)، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، باب اسْتِحْبَابِ الْعَفْوِ وَالتَّوَاضُعِ، ح۶۵۹۲

۳ اَبو بکر البیہقی، اَحمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ، سنن الکبریٰ، (مکہ المکرمہ: مکتبہ دار الباز، ۱۴۱۴ھ)، کتاب السیر، باب فتح مكة حرسها الله تعالى، ح18054

ربُّ العالمین کا فرمان ہے:

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾[1]

ترجمہ: بے شک جس نے صبر کیا اور معاف کیا یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

انسانی معاشرے میں امن و امان کا قیام بنیادی معاشرتی اقدار میں سے ہے، اسی سے معاشرے میں راحت و سکون قائم ہوتا ہے اور لوگوں میں باہمی محبت و الفت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ دوسروں کو معاف کر دینا، در گزر کرنا اور نرمی سے پیش آنا سب احکامِ الٰہی ہیں۔ جن پر عمل کرنے سے نہ صرف اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے بلکہ اُس انسان کے دل کو پاک کر دیتا ہے اور اُسے اعمالِ صالح کی توفیق دیتا ہے۔

مالکِ ارض و سماء کا فرمان ہے:

﴿فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾[2]

ترجمہ: پس تُو انھیں معاف کرتا جا اور در گزر کرتا رہ۔ بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ بندوں کی خطاوں کو معاف کرتا ہے تو ہی دنیا آباد ہے۔ اسی طرح وہ بندوں کو بھی معاف کرنے کی ترغیب دیتا ہے تاکہ معاشرتی امن و استحکام قائم و دائم رہے۔ عفو و در گزر صفاتِ ربانی میں سے ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ﴾[3]

ترجمہ: اور بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

عفو و در گزر کی عصری معنویت یہ ہے کہ انسان دوسروں کو قدرت کے باوجود معاف کر دے کہ جو تکلیف انہوں نے دی ہے بدلے میں انہیں معاف کر دے یعنی برائی کا جواب بھلائی سے دے۔ اسی سے معاشرے میں امن و استحکام پیدا ہوتا ہے، معاشرہ ترقی کرتا ہے اور خوشحالی آتی ہے۔

الغرض بہترین تعلقات، خوبصورت رشتے، پُر امن ماحول اور کشادہ دلی کا راز عفو و در گزر میں ہے کیونکہ ایک دوسرے کو معاف کرنے سے دنیا میں کامیابی ملتی ہے اور آخرت میں اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

---

۱ الشوریٰ: ۴۳/۴۲

۲ المائدہ: ۱۳/۵

۳ المجادلہ: ۲/۵۸

موضوع کی ضرورت واہمیت

آج کے ترقی یافتہ دور میں عفوودر گزر کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔انسان مادیت پرستی میں کھو چکا ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرے میں بدامنی پھیلی ہوئی ہے۔امن واستحکام کے لئے دوسروں کی خطاوں کو نہ صرف معاف کرنا ہے بلکہ ان سے محبت وشفقت سے پیش آنا ہے۔یہ محبت الٰہی کے حصول کا ذریعہ بھی ہے اور معاشرے میں امن وامان کے قیام کا سبب بھی۔

حضرت ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَحَبَّ اللهُ الْعَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحْبِبْهُ فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَأَحِبُّوهُ فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ الْقَبُولُ فِي الْأَرْضِ))[1]

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو پکار کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو، تو جبرائیل اس سے محبت کرتے ہیں اور جبرائیل آسمان والوں کو منادی کرتے ہیں کہ اللہ فلاں آدمی سے محبت کرتا ہے، اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو، تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں میں بھی قبولیت اس کے لئے رکھی جاتی ہے۔

گناہوں کی مغفرت اور نزولِ رحمت عفوودر گزر کے ثمرات میں سے ہے۔ معاشرے میں امن وامان کا قیام بنیادی معاشرتی اقدار میں سے ایک ہے جس کے نتیجے میں معاشرے میں راحت وسکون قائم ہوتا ہے اور لوگوں میں باہمی الفت ومحبت کی فضاء قائم ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

---

۱ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (الریاض: دار احضارۃ، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۴۳۶ھ)، كِتَابُ بَدْءِ الخَلْقِ، بَابُ ذِكْرِ المَلاَئِكَةِ، ح۳۰۳۷

۲ الاحزاب: ۵/۳۳

ابو قابوس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((الرَّاحِمُونَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمَنُ ارْحَمُوا أَهْلَ الأَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ))[۱]

ترجمہ: رحم کرنے والوں پر رحمن رحم کرتا ہے اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

عفو و درگزر سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کیا جاتا ہے اور اُس سے دشمنی کا خاتمہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَاتَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ﴾[۲]

ترجمہ: نیکی اور بدی برابر نہیں۔

عفو و درگزر طاقتور لوگوں کا شیوہ ہے۔ جس سے اُن کے بلند حوصلے اور اعلیٰ ہمت کی پہچان ہوتی ہے نیز یہ تحفہِ ربّانی ہے جو کسی کسی کو ملتی ہے یہ مومن کی صفات میں سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اسکا بے حد اجر ہے۔

الغرض عفو و درگزر ایک طرف اعلیٰ ظرفی، بلند کرداری، شرافت و انسانیت کی پہچان ہے تو دوسری طرف حکمت و دانائی کا تقاضا اور سماجی، ملی اور معاشرتی ضرورت بھی ہے۔

موضوع کا وجہ انتخاب

اس موضوع کی وجہ انتخاب یہ ہے کہ موجودہ سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی نے انسانی زندگی کو جدید سہولتوں سے آراستہ کر کے ایک دوسرے سے دُور کر دیا ہے۔ انسان مادیت پرستی میں کھو چکا ہے اور اس کی زندگی دولت اور عہدوں کے ارد گرد گھومتی ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر آگ بگولہ ہو جاتا ہے اور بدلہ لینے کے لیے سرگرم ہو جاتا ہے۔ جس سے انتقامی جذبات جنم لیتے ہیں اور لڑائی جھگڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ دُشمنیاں جنم لیتی ہیں۔ اجتماعی اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ اِن تمام مشکلات کا حل صرف اور صرف ایک دوسرے کو معاف کرنے میں ہے۔ جس سے ماحول خوشگوار اور معاشرہ پُرسکون ہو جاتا ہے۔ دورِ حاضر میں چونکہ معاشرے امن و استحکام کے فقدان کے شکار ہیں۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ عفو و درگزر جیسی صفات کی عصری معنویت کو قرآن و سنت کی روشنی میں اُجاگر کیا جائے، تاکہ معاشرے میں اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں۔

---

۱ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن، (الریاض: مکتبۃ المعارف، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۷ھ)، أكتاب البِرِّ وَالصِّلَةِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابُ مَا جَاءَ فِي رَحْمَةِ الْمُسْلِمِينَ، ح ۱۹۲۴

۲ فصلت: ۳۴/۴۱

موضوع پر سابقہ کام کا جائزہ

عفو و در گزر اور امن کے قیام کے حوالے سے مختلف تحقیقی کام ہوئے ہیں۔ان میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے:

مقالہ جات

١. العفو کا مفہوم اور اس کی معاشی اہمیت، انعام الحق، نگران محمد طفیل ہاشمی، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، ١٩٩٦

اس مقالے میں العفو کے مفہوم کو مختلف پہلوؤں سے بیان کیا گیا ہے۔ جن میں ایک معنی معاشی حالات کی تنگ دستی کی صورت میں قرض کو معاف کرنا، جو کچھ ضرورت سے زیادہ ہو وہ انھیں دے دینا ہے۔اسلامی معیشت میں مال و دولت پر کسی ایک طبقے کی اجارہ داری قائم نہیں ہے بلکہ اسلام گردشِ دولت کا حکم دیتے ہوئے انفاق، وقف اور کفالت عامہ کی ترغیب دیتا ہے۔

٢. اصلاحِ معاشرہ (قیامِ امن) کے لیے خلفاء راشدین کے فکری پہلو اور عصری استفادہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد، ٢٠٢٠

اس مقالے میں اصلاح معاشرہ کے لیے امن و امان کے قیام کی افادیت کو واضح کیا گیا ہے کہ چاروں خلفاء نے اپنے اپنے ادوار میں حتی المقدور کوشش کر کے امن کو قائم کیا چاہے زکوۃ نہ دینے کا فتنہ ہو یا اختلافِ قراءت کا معاملہ، سب کو خوش اسلوبی سے حل کیا۔ موجودہ حالات میں انھی کے فکر و عمل سے رہنمائی حاصل کر کے امن کو قائم کیا جائے۔

٣. قیامِ امن: افراد اور اداروں کا کردار تاریخی و تجزیاتی مطالعہ، حسن احمد، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد، ٢٠١٦

اس مقالے میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسانی حقوق کا متوازن حل اسلام کی احقیقت پسندانہ اپروچ میں تلاش کیا گیا ہے۔یو۔این۔ او کو چاہیے کہ قیامِ امن اور انسانی حقوق سمیت مسائل کو نبیِ اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کے ادوار کے مطابق حل کیا جائے۔٢٠٠١-١١-٠٩ کے بعد مسلمانوں کو مذہب کے نام سے رسواء کرتے ہوئے نفرت اور تعصب سے دیکھا گیا۔اور عالمی امن کے لیے خطرہ سمجھا گیا تھا۔ جبکہ صورت حال اس کے برعکس ہے۔اسلام رنگ و نسل اور مذہب و فرقہ پرستی کا خاتمہ کرتے ہوئے مساوات کا داعی ہے۔

٤. امن کا قرآنی تصور اور پاکستان میں اس کا قیام، ظفر اقبال بن غلام قادر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ٢٠١٣

اس مقالے میں امن کی اہمیت کو قرآن کے حوالے سے واضح گیا ہے کہ اسلام امن و سلامتی کا مذہب ہے جو سب لوگوں کو امن وسکون سے رہنے کی ترغیب دیتا ہے۔ معاشرے میں محبت وشفقت، عدل وانصاف، ہمدردی اور رفاہ عامہ جیسی اقدار عام ہوں۔ ان تمام قدروں کو پاکستان میں اپنا کر امن قائم کیا جائے۔ تاکہ ظلم، فریب، دھوکہ اور فتنہ وفساد وغیرہ کا خاتمہ ہو۔

English Thesis

5. Forgiveness And Its Reasons, Stuart Jesson, University of Nottingham 2010.
   In this thesis ,the meaning,nature and reasons of forgineness is described. Forgineness is to invoke a certain kind of intellectual suffering:we forgive others and they also forgive us.In this sense,it is the attitude of love and hope about things and bear all the things by accepting the worst whilst desire the best.

6. A Radomized Control Trial Adapting a Self-Forgiveness Intervention for Perfectionists, Michael Massengale, Georgia State University, 2020.
   Self forgiveness is defined to increase positive feelings ,thoughts, behaviour and reduce negative behaviour.For this study interview method was used and in psychology , its aim is to promotes well-being of relations.

آرٹیکلز

۱. قیامِ امن کے لیے قومی دفاعی اداروں کا کردار، فیاض احمد فاروق، رضیہ شبانہ، ابحاث، ۲۰۱۸

انسان کی معاشرتی زندگی میں معاشرت، نظم ونسق اور امن کا قیام کی خاص اہمیت ہے۔ اسکے لئے وہ قوانین بناتا ہے جن پر عمل درآمد مختلف قومی دفاعی ادارے کرواتے ہیں۔ ہر دور میں انبیاء اکرام نے امن وامان کو بطورِ خاص قائم کیا۔ پاکستان میں قیامِ امن میں افواج نے کلیدی کردار ادا کیا۔

۲. فروغِ رواداری اور قیامِ امن میں صوفیاء کا کردار، ڈاکٹر کریم خان، الاحسان، اگست، ۲۰۱۷

اسلام امن کا ایسا نور ہے جس میں جبر نہیں ہے بلکہ مسلمان صوفیاء کی نرمی اور حسنِ سلوک سے دیگر مذاہب کے ماننے والے مسلمان ہو گئے۔ انھوں نے اسلامی تعلیمات پر صدقِ دل سے عمل کرکے دکھایا، رواداری کی ترغیب دی اور امن وامان کو قائم کیا۔

۳. تعلیماتِ اسلام قیامِ امن کی اساس (سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں)، ڈاکٹر سید عبدالغفار بخاری، البصیرہ، ۲۰۱۶

انسان ظاہری طور پر سائنس کی ترقی سے ایک طرف زندگی کو پُرآسائش بنانے میں مصروف ہے جبکہ دوسری طرف خودغرضی عروج پر ہے اور احترامِ انسانیت ختم ہو چکا ہے۔ اسلامی تعلیمات امن و سلامتی کا بہترین نمونہ ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بغیر نسلی ولسانی امتیاز کے دنیا کے ہر علاقے میں امن وامان کو قائم کیا۔

4. قیامِ امن میں مراکز تعلیم کا کردار (تعلیماتِ نبوی کی روشنی میں)، البصیرہ، جولائی، 2016

اسلامی ثقافت ہر قسم کے تعصب کو ختم کرتے ہوئے بھائی چارہ، ہمدردی وغیرہ کا درس دیتی ہے۔ جو ایک بہترین معاشرے کے قیام کے لئے لازمی ہے۔ اس میں تعلیمی اداروں کا کردار کلیدی ہے۔ تاکہ نئی نسل اپنے اساتذہ کو رول ماڈل سمجھتے ہوئے معاشرے سے بدامنی، فتنہ وفساد اور قتل وغارت کا تدارک کرتے حقیقی معنوں میں امن وامان کو قائم کریں۔

۵. استحکامِ معاشرہ اور زکوٰۃ، القلم، جون، ۲۰۱۴

اسلام سماجی زندگی میں اعتدال کو قائم کرتے ہوئے گردشِ دولت کا حکم دیتا ہے، تاکہ امیر غریبوں کی مدد کریں اور غریب امیروں کی عزت کریں۔ جس سے طبقاتی ناہمواری کا خاتمہ ہوتا ہے اور معاشرے میں سکون پیدا ہوتا ہے جو امن واستحکام کا باعث بنتا ہے۔

English Articles

6. Forgiveness Concept, Its Application In Personal And Professional Life, Preeta Hinduja, Iqra University, PJER, 2021.
   In this article, the role of forgiveness is described in personal and professional life of teachers. The aim of this study is to handle different problems at various situations with help of forgiveness in Pakistani Socities.
7. Analtical Study Of Quranic Ideologies: Application towards Forgiveness And Justice For Survival Of Humanity, Hafiz Masood Qasim, JRSS, 2021.
   Intolerance creates fighting and disputes in the society. In this situation, Quran guides to adopt forgiveness and justice in dealing with others. This paper elaborates the importance of Quranic theories of forgiveness and justice for the welfare of the mankind.
8. The Experience of Forgiveness in Adults with Different Sacred Belief System, Christy Jo Heacock, Walden University, 2017.
   In this dissertation, forgiveness is the act of moving shame, guilt, anger or blame and well being of personal behavior and religious spirituality. The purpose of this study to find out how and why different religious persons experience forgiveness. The results are hopeful. People should adopt positive behavior for peace.

تحقیق میں موجود خلا

عفو کے حوالے سے اور قیامِ امن کی بابت سے مختلف زاویوں سے کام ہوا ہے لیکن معاشرے کے امن واستحکام میں عفو ودرگزر کے کردار اور عصری معنویت کا قرآن وسنت کی روشنی میں مطالعہ پر تحقیقی کام کرنے کی ضرورت ہے۔

موضوع تحقیق کا بنیادی مسئلہ

دورِ حاضر میں مادیت پرستی، مال ودولت کی کثرت اور حرص وطمع کی وجہ سے پاکستانیوں میں عفو ودرگزر

کا فقدان ہوا ہے۔ قرآن وسنت کی روشنی میں اس کا جائزہ لینا ضروری ہے

تحدید

پاکستان میں 2000ء کے بعد سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کی وجہ سے لوگوں کے رویوں میں عفوودرگزر کا فقدان ہوا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے تناظر میں ان کا تجزیہ کرنا ہے۔

مقاصدِ تحقیق

۱. معاشرے میں امن واستحکام کے ذرائع کا کھوج لگانا۔

۲. معاملات میں عفوودرگزر کے اُصول اور دائرہ کار کو جانچنا۔

۳. عفوودرگزر کے فوائد و ثمرات کا جائزہ لینا۔

۴. پاکستانی معاشرے میں عفوودرگزر کے فقدان کے اثرات کو قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرنا۔

تحقیقی سولات

۱. معاشرے میں امن واستحکام کے ذرائع کون سے ہیں؟

۲. قرآن وسنت سے ماخذ عفوودرگزر کے اصول سے ہمارے معاشرے میں کیسے استفادہ ممکن ہے؟

۳. قیامِ امن کے لیے عفوودرگزر کی اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟

۴. پاکستانی معاشرے میں عفوودرگزر کی عصری معنویت کے اثرات کیسے مرتب ہو سکتے ہیں؟

اسلوب وطریقہ تحقیق

۱. اس مقالے کی تحقیق کا طریقہ کار تجزیاتی اور اطلاقی ہے۔

۲. تحقیق کے لئے بنیادی مصادر سے استفادہ کیا گیا ہے اور بقدرِ ضرورت ثانوی مصادر سے بھی استفاد کیا گیا ہے۔

۳. اس کے علاوہ مکتبہ شاملہ اور، ایزی قرآن وحدیث وغیرہ سے بھی مدد لی گئی ہے۔

باب اول

معاشرے میں امن واستحکام کی ضرورت اور ذرائع

فصل اول: معاشرے میں امن واستحکام کی ضرورت

فصل دوم: معاشرے میں امن واستحکام کے ذرائع

فصل سوئم: عصری پاکستانی معاشرے کی ضرورت

فصل اوّل

معاشرے میں امن واستحکام کی ضرورت

امن کا لغوی معنی

امن باب سمع سے مصدر ہے اور اسکا معنی "امن میں ہونا، امن پانا، بے فکر ہونا" ہے۔
امن کا معنی "بچاو، حفاظت، چین، قرار، دل جمی، پناہ، آرام، سکون، اطمینان "(۱)
استحکام کے معنی "مضبوطی، استواری، پختگی، استقلال، قیام" کے ہیں۔(۲)

امن کے لئے انگریزی زبان میں ''peace'' کالفظ ہے:
''A state of harmony and friendship''(۳)
ترجمہ: "آپس میں ہم آہنگی اور دوستی کی حالت" کو امن سے تعبیر کیا گیا ہے۔

استحکام کے لئے انگریزی زبان میں ''Stability'' کا لفظ مستعمل ہے:
''The quality or state of being stable''(٤)
ترجمہ: "مضبوط (مستحکم) ہونے کا معیار یا حالت" ہے۔

تاجُ العروس من جواہر القاموس کے مطابق
"عدم توقع مکروہ فی الامن الآتی واصلہ طمانیة النفس وزوال الخوف"
ترجمہ: آنے والے زمانے میں کسی ناخوشگوار کی عدم توقع، اسکی اصل نفس کا مطمئن اور خوف کا زائل ہونا ہے۔(۵)

---

۱ احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، (لاہور: اردو سائنس بورڈ، طبع ششم، ۲۰۱۰ء)، ۱/۲۲۷

۲ ایضاً: ۱/۱۲۳

3 Jonathan Crowther, Kathryn Kavanagh, Michael Ashby. Oxford Advanced Learner's Dictionary Oxford University Press: 1995, Vol: 5, P: 852.

4 Ibid, P: 1156

۵ الزبیدی، محمد بن محمد، تاج العروس من جواہر القاموس، (الکویت: التراث العربی، الطبعۃ الاولی، 1421ھ)، 184/34

امن واستحکام کی ضرورت

اللہ تعالیٰ نے کرہِ ارضِ پر انسانوں کی تربیت و فلاح کے لیے انبیاء بھیجے۔ جنھوں نے اپنے اپنے دور میں امن واستحکام قائم کیا۔ زمانہ جاہلیت میں شدید بدامنی کی صورت میں نبی آخرالزماں ﷺ تشریف لائے اور دنیا کو امن و سلامتی کا درس دیا۔ بعثت سے پہلے آپ ﷺ حلف ُالفضول کے سر گرم رکن تھے۔ تعمیرِ کعبہ میں حجرِ اسود کو نصب کرنے کے مرحلے میں آپ ﷺ نے بہترین تدبیر دکھائی۔ ریاستِ مدینہ میں عملی طور پر امن واستحکام قائم کیا۔ جس کی حدود میں روم اور فارس شامل ہوگئے۔ گویا اسلام سے ہی دنیا میں حقیقی امن وامان قائم ہوا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾[۱]

ترجمہ: جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے۔ ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔

یعنی ایمان کی صورت میں انسان ظلم سے باز رہتا ہے۔ ایمان ہی انسان کو نہ صرف دُنیا میں امن وسکون مہیا کرتا ہے بلکہ آخرت میں بھی کرے گا۔

اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے جس نے معاشرے میں امن کی ضرورت واہمیت کے لیے جامع اور مکمل بنیادیں عطا کی ہیں تاکہ معاشرے میں امن وامان کو برقرار رکھا جاسکے۔ ان میں سے چند یہ ہیں:

- ### بھائی چارہ

امن وامان کے قیام میں اخوت وبھائی چارہ کو بنیادی مقام حاصل ہے۔ مسلمان خواہ دنیا کے کسی خطے، علاقے یا ملک میں رہتے ہوں، وہ ایک اللہ تعالیٰ کی واحدانیت پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں، خواہ انکا قبیلہ، رنگ و نسل کچھ بھی ہو۔

حکمِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ﴾[۲]

ترجمہ: (یاد رکھو) سارے مسلمان بھائی ہیں۔

---

۱ انعام: ۸۲/۶، القرآن الکریم، ترجمہ:، محمد جوناگڑھی، (مدینہ منورہ: شاہ فہد قرآن شریف پرنٹنگ کمپلیکس، ۱۴۲۴ھ)

۲ الحجرات: ۱۰/۴۹

اخوت و بھائی چارہ کی بنا پر معاشرے کے تمام امور اور فیصلے کیے جاتے ہیں۔ اسلامی عبادات میں نماز، روزہ، زکوۃ اور حج تمام افراد معاشرہ میں اخوت کو مستحکم کرتی ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کو آرام و سکون پہنچائے نیز ان کے حقوق اور ان کی ضروریات کا خیال بھی رکھے۔

حضرت ابی موسی اشعری رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْمُؤْمِنَ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا وَشَبَّكَ أَصَابِعَهُ)) (۱)

ترجمہ: ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو قوت پہنچاتا ہے اور آپ ﷺ نے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا۔

اس حدیث میں یہ تعلیم ہے کہ مومن آپس میں بھائیوں کی طرح ایک عمارت ہیں اور انکی دنیا میں کامیابی ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد میں پوشیدہ ہے۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد مہاجرین کی آبادکاری کے وقت دنیا کی تاریخ کی لازوال مثال قائم ہوئی۔ آپ ﷺ نے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنایا۔ انصار نے اپنے مہاجر بھائی کو اپنے ساتھ لے جا کر گھر کا آدھا سامان پیش کر دیا۔ عبدالرحمن بن عوف کو سعد بن ربیع انصاری نے گھر کے سامان کے ساتھ اپنی دو بیویاں بھی پیش کرتے ہوئے کہا؛ "آپ جسے پسند کریں، میں اسکو طلاق دے دوں گا اور آپ اس سے عدت گزرنے کے بعد شادی کر لیں"۔ سعد بن ربیع کی اس بہترین پیش کش پر عبدالرحمن بن عوف نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا مال و دولت اور خاندان نصیب کرے آپ مجھے بازار کا راستہ بتا دیں۔ سعد بن ربیع نے انھیں مدینہ کے مشہور بازار "قینقاع" کا راستہ بتا دیا۔ عبد الرحمن بن عوف نے گھی اور پنیر سے کام شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں مالدار ہوئے۔(۲)

حقیقی امن کے لیے اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا ناگزیر ہے جو چیز اپنے لئے پسند کی جائے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کی جائے اسی سے معاشرے میں بھائی چارہ قائم ہوتا ہے جس سے فضا پُر سکون ہوتی ہے۔

- **تعاون**

امن و استحکام کا دوسرا ستون افراد کا آپس میں ایک دوسرے سے تعاون کرنا ہے اس کے لئے مذہب، زبان و شکل اور قوم و قبیلے کی عصبیت سے پاک ہونا ضروری ہے، جس میں برتری و بزرگی کا معیار صرف خوفِ خدا ہو۔

---

۱ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، (الریاض: دار الحضارة، الطبعة الثالثة، ۱۴۳۶ھ)، كِتَابُ الصَّلَاةِ، بَابُ تَشْبِيكِ الأَصَابِعِ فِي المَسْجِدِ وَغَيْرِهِ، ح ۴۸۱

۲ صفی الرحمن مبارک پوری، الرحیق المختوم، (لاہور: المکتبۃ السلفیہ، طبع اول، ۲۰۰۲ء)، ۲۵۷

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وتعاونوا علَى الْبرِّ وَالتَّقْوى ولا تَعاوَنُوا علَى الْإِثْم وَالْعُدْوان﴾[١]

ترجمہ: نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم وزیادتی میں مدد نہ کرو۔

امام ابنِ کثیر نے اس آیت میں اس امر کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے صالح بندوں کو نیکی کے کاموں کی تاکید کی ہے، یہی تقویٰ ہے اور برائیوں کو چھوڑنے اور انہیں نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کی ہدایت کی ہے۔ابنِ جریر نے آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جن کاموں کو کرنے کا اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے اور انسان نہ کرے تو یہ اثم ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود سے تجاوز کرنا،عدوان ہے۔[٢]

معاشرے میں امن و امان اسی وقت برقرار رہتا ہے۔جب سب افراد آپس میں جدید سہولتوں کو حاصل کرنے اور اپنا معیارِ زندگی کو بلند کرنے کے لیے تعاون کریں۔اس سے پورے معاشرے میں خوشحالی آتی ہے۔ادارے مثلاً تعلیمی ادارے، ہسپتال، مسافر خانے اور سرائے وغیرہ قائم ہوتے ہیں۔ جن کے ذریعے بہت سے انفرادی اور اجتماعی مسائل کو حل کر لیا جاتا ہے۔

اس کے برعکس معاشرے میں گناہ، فتنہ وفساد، حرام ،ناجائز اور دوسروں کو نقصان پہنچانے کے کاموں سے روک دیا گیا ہے تاکہ معاشرتی سکون واطمینان خراب نہ ہو۔[٣]

احکامِ الٰہی یہی ہیں کہ اگر اچھا کام دشمن بھی کر رہا تو اس کے ساتھ تعاون کیا جائے، جبکہ بُرا کام بھائی بھی کر رہا، تو اس سے کنارہ کشی کی جائے۔

• احسان ومحبت

امن و امان کے قیام کے لئے معاشرے میں احسان،الفت و محبت اہم بنیادوں میں سے ہے۔افراد کے درمیان جتنا احسان، خلوص اور پیار ہوگا،اتنا ہی افرادِ معاشرہ کے مقاصد کے حصول میں آسانی ہوگی اور انھیں کامیابی ملے گی۔

---

١ المائدہ :٢/٥

٢ ابنِ کثیر ،اسماعیل بن عمر،**تفسیرالقرآن العظیم**،(الریاض: دارِ طبیہ ،الطبعۃالثانی،١٤٢٠ھ)،١٢/٣-١٣

٣ عفیف عبدالفتاح طبارہ،اسلام میں روحانیت کا تصور، ترجمہ: عبید اللہ فہد فلاحی ،(نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز، طبع اول، ٢٠١١ء)، ١٢٨-١٢٩

حکمِ الٰہی ہیں:

﴿هل جزآءَ الْإِحْسَانِ إلاَّ الْإِحْسَانُ﴾[1]

ترجمہ: احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہے۔

احسان اپنی ذات، دوسرے انسانوں اور مخلوقات کے ساتھ بھلائی کرنا ہے یہ امن وامان کے قیام میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((خَمْسٌ تَجبُ لِلْمُسْلِمِ عَلَى أَخيه: رَدُّ السَّلَامِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَة، وعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، واتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ))[2]

ترجمہ: ایک مسلمان کے لیے اس کے بھائی پر پانچ چیزیں واجب ہیں: سلام کا جواب دینا، چھینک مارنے والے کے لیے رحمت کی دعا کرنا، دعوت قبول کرنا، مریض کی عیادت کرنا اور جنازوں کے ساتھ جانا۔

اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ لوگ آپس میں سلام کو عام کریں، دُکھ درد میں شریک ہوں اور اسی سے آپس میں محبت والفت پیدا ہو گی تمام اسلامی عبادات بھی انہی جذبات کو فروغ دیتی ہیں تاکہ امن واستحکام والا معاشرہ صحیح معنوں میں اُبھرے۔

- **صلہ رحمی اور جذبہ خیر خواہی**

قیامِ امن واستحکام میں صلہ رحمی اور جذبہ خیر خواہی بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ دوسروں کی مشکلات کو دُور کر کے انھیں سکون واطمینان فراہم کرنے میں بہت زیادہ ثواب ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وآتَى الْمَالَ عَلَى حُبِّه ذَوِي الْقُرْبٰى﴾[3]

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی محبت میں اپنا دل پسند مال رشتہ داروں پر خرچ کرے۔

---

۱ الرحمان: ۶۱/۵۵

۲ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب السَّلَامِ، بَابُ مِنْ حَقِّ الْمُسْلِمِ لِلْمُسْلِمِ رَدُّ السَّلَامِ، ح۲۱۶۲

۳ البقرہ: ۱۷۷/۲

صلہ رحمی رشتہ داروں کے تمام حقوق کو بطریقِ احسن ادا کرنے سے افراد کے درمیان محبت و شفقت کے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔اور لوگ ایک دوسرے کی عزت واحترام کریں۔تاکہ حقیقی معنوں میں معاشرے میں سکون قائم ہو اور کسی قسم کی نفرت جنم نہ پائے اسی سے معاشرے میں استحکام و خوشحالی پیدا ہوتی ہے۔

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((الصَّدَقَةُ عَلَى الْمِسْكِينِ صَدَقَةٌ وَهِيَ عَلَى ذِي الرَّحِمِ ثِنْتَانِ صَدَقَةٌ وَصِلَةٌ))[۱]

ترجمہ: مسکین پر صدقہ، صرف صدقہ ہے اور رشتے دار پر صدقہ میں دو بھلائیاں ہیں، یہ صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔

قرابت داروں سے حُسنِ سلوک سے پیش آنا، ان کی مدد کرنا، ضرورتیں پوری کرنا اور خیریت دریافت کرنے میں دوہرا اجر ہے۔اس میں نہ صرف دنیا کا اطمینان اور آخرت کی فلاح ہے۔ بلکہ اس سے انسان کی عمر اور رزق میں اضافہ ہوتا ہے۔[۲]

صلہ رحمی اور جذبہ خیر خواہی ہی میں کامیابی ہے۔

- **احترامِ انسانیت**

امن واستحکام کے قیام میں احترامِ انسانیت ایک اہم بنیاد ہے۔جو امارت وغربت کے جذبات سے پاک ہوں نیز وہ نہ صرف سب انسانوں کا احترام کریں۔بلکہ انکی کفالت بھی کریں تاکہ معاشرے میں چین وقرار قائم رہے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْ اٰدَمَ﴾[۳]

ترجمہ: یقیناً ہم نے اولادِ آدم کو بڑی عزت دی۔

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو خاص نعمتیں دی مثلاً خوبصورت شکل وصورت، نفیس کھانے، خشکی اور دریا کی سواریاں، عقل وشعور، تعلیم کے مواقع وغیرہ تاکہ وہ انھیں استعمال کرکے منافع حاصل کرے اور بہترین زندگی گزارے۔[٤]

---

۱ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، السنن ،(الریاض: مکتبۃ المعارف، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۷ھ)،أَبْوَابُ الزَّكَاةِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ□ ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الصَّدَقَةِ عَلَى ذِي الْقَرَابَةِ، ح۶۵۸

۲ خلیق احمد، معاشرتی آداب واخلاق، (عجمان: پوسٹ بکس نمبر ۱۶۲۵، طبع اوّل، س-ن)، ۲۶۵- ۲۶۷

۳ الاسراء/بنی اسرائیل: ۷۰/۱۷

۴ محمد ثناء اللہ، تفسیرُ المظہری، (بیروت: دارُ الحیاء التراثُ العربی، الطبعۃ الاولی، ۲۰۰۴ء)، ۳۰۴/۵

مسلمانوں نے ماضی اور حال میں یہود، نصاری، مشرک اور کافروں کے ساتھ احترام انسانیت کی بہترین مثالیں قائم کیں ہیں۔

• عدل وانصاف اور مساوات

تمام انسانوں کی برابری اور عدل وانصاف معاشرتی امن واستحکام اور ترقی میں اہم حیثیت رکھتی ہے۔ اسلام ہی نے انسانوں کو برابری کا درس دیا، امیر غریب، اونچا نیچا، کالے گورے ہر ایک کو صف میں کھڑا کر دیا ہے۔

عدل و مساوات کے بغیر کوئی معاشرہ اپنی اجتماعیت برقرار نہیں رکھ سکتا ہے۔ حقوق ہوں یا معاملات معاشرے میں فیصلے عدل و مساوات کے مطابق کرنا فرض ہے اسی وجہ سے اسلامی معاشرے میں عدل و مساوات کو اولین فرائض میں شامل کیا گیا ہے۔[۱]

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿ولا یجرمنّکم شنآنُ قومٍ علی ألاّ تعدلوا اعدلوا ھو أقربُ للتّقوی﴾[۲]

ترجمہ: کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کردے، عدل کیا کرو جو پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔

معاشرے کے تمام افراد کے لئے ایک جیسے قانونی، سماجی، اخلاقی، سیاسی اور معاشرتی پہلو ہیں، خواہ انکا تعلق کسی عقیدے یا ادارے سے ہو۔ البتہ قابلیت، ذہانت اور اہلیت کی بناء پر تفاوق ہر معاشرے میں موجود ہوتا ہے جس کا احترام لازم ہے لیکن سب کو یکساں ترقی کے مواقع میسر ہُونا بھی عدل کے متقاضی ہے۔ خطبہ حجۃ الوادع انسانی حقوق کا پہلا "چارٹر آف ہیومن رائٹس" نے تمام اسلامی اصولوں و قوانین کو بیان کر دیا ہے۔

اسلام نے دشمنی و مخالفت کے باوجود تمام اُمور کو عدل و مساوات سے انجام دینے کا حکم دیا ہے۔ اکثریت و اقلیت سب کے ساتھ فیصلے ایک ہی عدالت میں یکساں قانون کے تحت ہوتے ہیں۔ چاہے وہ سربراہ مملکت، وزیر اعلیٰ، اعلیٰ حکام یا عام شہری ہو، نہ کسی کے لیے کوئی امتیاز ہے اور نہ ہی وہ قانون کی گرفت سے مستشنیٰ ہے۔ عہدِ نبوی ﷺ کا دور ہو یا خلفائے راشدین۔ اسلامی تاریخ عدل و مساوات کی سُنہری مثالوں سے بھری ہے: خلیفہء وقت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہوں یا امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ، قاضی کے طلب کرنے پر ایک عام آدمی کی حیثیت سے عدالتوں میں پیش ہوئے۔ عدل و مساوات کے انہی اوصاف کی وجہ سے مسلمان پوری دنیا کے عادل حکمران کہلائے۔[۳]

---

۱ محمود احمد غازی، خطباتِ بہاولپور (اسلام کا قانون بین الممالک)، (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، طبع اول، ۲۰۰۷ء)، ۲۱۰

۲ المائدہ: ۸/۵

۳ محمد سعد اللہ، اسلامی ریاست اور غیر مسلم شہری، (لاہور: عکس پبلیکیشنز، طبع اول، ۲۰۱۸ء)، ۵۶-۴۶

زمانۂ حال میں اسی عدل و مساوات کی عملی نفاذ کی ضرورت ہے۔ تاکہ امن وامان قائم ہو جائے، جس کا فائدہ ہر فرد کو پہنچ جائے۔

• اقلیتوں اور غیر مسلموں کو شخصی تحفظ

قیامِ امن کے حصول کے لیے ہر معاشرہ اپنی اقلیتوں کے جان ومال، عزت وآبرو کا تحفظ اکثریت کی طرح مقدم سمجھتا ہے۔ انھیں ہر قسم کی اندرونی اور بیرونی مداخلت سے تحفظ دیتا ہے۔ بحیثیت انسان ان کو تمام ضروری بنیادی سہولتیں بہم پہچاتا ہے۔ تاکہ وہ سکون واطمینان سے اپنے اُمورِ زندگی کو انجام دیں۔

فرمانِ الٰہی ہیں:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[1]

ترجمہ: اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔

اس آیت میں مشرکین کے معبودوں کو بُرا کہنے سے منع کیا گیا ہے۔

عہدِ نبوی ﷺ میں اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی حاصل تھی۔ اہلِ نجران کی ایک عمدہ مثال ہے کہ اہلِ نجران کی جان، مال، عزت، مذہب اور دیگر حقوق کی حفاظت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم ﷺ کے ذمہ ہے اور انکے مقرر پادریوں اور راہبوں کو ہٹایا نہیں جائے گا اور اُنکے زیرِ ملکیت تمام اشیاء کی حفاظت کی جائیگی۔[2]

اقلیتوں اور غیر مسلموں کو مذہبی تحفظ کے اسلامی تصور نے رہتی دنیا تک انقلاب برپا کیا ہر قسم کے فرق کو ہمیشہ کے لیے مٹی میں دفنا دیا۔

• وحدتِ انسانی کا تصور

تخلیقِ آدم علیہ السّلام سے انسانی زندگی کی ابتدا ہوئی۔ تمام انبیاء اور انکی اُمتیں اولادِ آدم علیہ السّلام ہیں۔ شکل و صورت اور وطن و قبیلہ وجہ امتیاز نہیں ہے کیونکہ سب کا خالق ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ یہ نظریے معاشرے میں سے اضطراب کے اسباب کو ختم کر کے اس کو پر امن بنا دیتا ہے۔

---

۱ انعام: ۱۰۸/۶

۲ ابنِ قیّم، محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، (بیروت: الرسالہ پبلیشرز، الطبعۃ الاولی، ۱۴۳۰ھ)، ۵۶۰

ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آپ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((أَفْشُوا السَّلَامَ، وَأَطْعِمُوا الطَّعَامَ، وَكُونُوا إِخْوَانًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ))[۱]

ترجمہ: سلام کو پھیلاؤ، لوگوں کو کھانا کھلاؤ، اور اس طرح بھائی بھائی بن جاؤ، جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

اس سے مراد یہ ہے تمام بندے آپس میں بھائی بھائی ہیں کوئی بھائی اپنے دوسرے بھائی کو کسی بھی طرح سے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

- **تربیتِ افراد**

کسی معاشرے کے پائیدار امن و سلامتی کی بنیاد افرادِ معاشرہ کی عملی تربیت پر ہے کیونکہ جو کام عملاً کیا جاتا ہے، اس کے نقوش دیر پا دل و دماغ پر قائم رہتے ہیں بار بار دہرانے سے وہ پختہ ہو کر عادت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ لوگوں کو امن و استحکام کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے، تاکہ لوگ امن سے محبت "جسمانی خون"* کی طرح کریں اور اسکی بقاء و قیام کے لیے ہر ممکن کوشش کریں۔[۲]

نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کی جماعت کی مکی اور مدنی ادوار میں تربیت کی۔ علوم، اخلاق، تزکیہ نفس، اخوت و اتحاد، صدق و امانت اور عفوو درگزر کا خاص خیال رکھا۔ اصحابِ صفہ رضی اللہ عنہ انھی خوبیوں کے حامل تھے۔ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے شاگردوں نے تمام دنیا میں امن کا ایک انقلاب برپا کر دیا۔

امن وامان کو خراب کرنے والے عناصر

ایسے عناصر جن سے امن و امان خراب ہوتا ہے معاشرے میں بے چینی و بدامنی پھیلتی ہے ان میں سے چند ذیل میں بیان کیے جاتے ہیں:

- **حدود سے تجاوز کرنا**

اللہ تعالیٰ حدود سے آگے بڑھنے والے کو ناپسند کرتا ہے تاکہ معاشرے میں بے سکونی پیدا نہ ہو۔

---

۱ امام، احمد بن حنبل، مسند، (بیروت: موسوسۃ الرسالۃ، الطبع اولی، ۱۴۱۶ھ)، مُسْنَدُ الْمُكْثِرِينَ مِنَ الصَّحَابَةِ، مُسْنَدُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، ح ۶۴۵۰

* جسم میں خون کے بغیر زندگی ناممکن ہے اسی طرح معاشرے میں امن کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیونکہ ہر انسان پر سکون جگہ رہنا پسند کرتا ہے اس لیے عوام کی بھرپور توجہ امن وامان کے قیام وبقا کے لیے صرف ہونی چاہیئے۔

۲ مصطفی السباعی، اسلام کا نظام امن و جنگ، ترجمہ: عبدالحلیم فلاحی، (نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، طبع اول، ۲۰۱۶ء)، ۲۰

مالکِ کائنات کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ﴾[۱]

ترجمہ: حد سے آگے مت نکلو، بیشک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ہر کام میں میانہ روی اور اعتدال بہترین زندگی گزارنے کے اصول ہیں۔

• جبر واستعداد کے ساتھ حق کو دبانا

جبر واستعداد امن کو خراب کرنے میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ زندہ رہنے کا بنیادی حق ہر انسان کو قانون کے مطابق حاصل ہے۔ اسلام میں کسی بھی معاملے میں زبردستی نہیں ہے۔

حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((بَشِّرُوا وَلَا تُنَفِّرُوا، وَيَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا))[۲]

ترجمہ: خوشخبری دو، دُور نہ بھگاؤ، آسانی پیدا کرو اور مشکل میں نہ ڈالو۔

نبی کریم ﷺ خود بھی دوسروں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کو بھی اسکی تلقین کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو حاکمِ یمن بنا کر روانہ کرتے ہوئے جو ہدایات دیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ لوگوں کے ساتھ آسان معاملہ کرنا اور خوشخبریاں سنانا، نیز ایک دوسرے کی پیروی کرنا اور اختلاف سے بچنا اور دیگر امور شامل تھے۔

• ذخیرہ اندوزی اور ناپ تول میں کمی

ذخیر اندوزی اور ناپ تول میں کمی معاشرتی امن وسکون کو خراب کرتی ہے اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے کہ عوام کی ضروریات کی اشیاء کو ذخیرہ کر کے مہنگے دام فروخت نہ کیا جائے اور نہ ہی اشیاء کو پوری رقم لے کر کم تولا جائے۔

حکمِ خُداوندی ہے:

﴿وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ ○ الَّذِيْنَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ○ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ﴾[۳]

ترجمہ: بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیتے ہیں تو پورا پورا لیتے ہیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیتے ہیں تو کم دیتے ہیں۔

---

۱ المائدہ: ۸۷/۵

۲ امام مسلم، صحیح مسلم، كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابٌ فِي الْأَمْرِ بِالتَّيْسِيرِ وَتَرْكِ التَّنْفِيرِ، ح ۱۷۳۲

۳ المطففین: ۸۳/۱-۳

تجارت میں ماپ تول درست ہوں، امانت ودیانت اور ایفائے عہد پر عمل کیا جائے تو اس تاجر کے لیے دنیا اور آخرت میں اجر ہے۔ جبکہ بد دیانتی، گھٹیا مال بیچنا، ناپ تول میں کمی کرنا، ذخیرہ اندوزی معاشرتی بگاڑ ہیں اور آخرت میں عذاب ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ملاوٹ اور ناپ تول میں کمی کرتی تھی۔ حضرت شعیب نے انہیں بار بار تلقین کی کہ باز آجائیں لیکن انہوں نے نہ سنی پھر عذاب الٰہی سے تباہ و برباد ہوئے۔ افرادِ معاشرہ کو چاہیے کہ وہ ان برائیوں سے اجتناب کریں تاکہ دنیا میں امن وسکون سے رہیں اور آخرت میں انعام پائیں۔

• اخلاقِ رزیلہ

بدگمانی، بُرے لقب، جھوٹ، لالچ، چوری، سود، جاسوسی، غیبت، زنا، ریاکاری اور چغلی وغیرہ معاشرتی امن و سکون کو خراب کر دیتے ہیں جس سے بے سکونی پھیلتی ہے لوگوں کے دلوں میں بدلہ لینے کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو ایسا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔[۱]

مالکِ کائنات کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضاً﴾[۲]

ترجمہ: اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور بھید نہ ٹٹولا کرو اور نہ تم میں سے کوئی کسی کی غیبت کرے۔

ان آیات میں لوگوں کو ایک دوسرے کی عزتِ نفس کا خیال رکھنے کی تلقین کی گئی ہے۔ اخلاقِ رزیلہ سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے کیونکہ مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور کوئی بھائی دوسرے بھائی کی جان، مال اور عزت کو نقصان نہ پہنچائے تاکہ امن وسکون برقرار رہے۔

حاصلِ کلام

الغرض معاشرے میں زندگی کی بقاء و اہمیت کے لئے امن واستحکام لازم وملزوم ہے۔ ایثار، عدل و مساوات، اقلیتوں کی شخصی و مذہبی آزادی وغیرہ اس کی بنیادیں ہیں جن سے ایک معاشرہ اپنا وجود قائم رکھتا ہے۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو دنیا میں امن و امان کے ساتھ رہنے کی ہدایت کرتا ہے نیز ان کی تربیت حقوق وفرائض کی بہترین ادائیگی سے کرتا ہے۔ صلہ رحمی کو برقرار رکھا جائے۔ چھوٹوں سے محبت اور بڑوں کا احترام کیا جائے۔ معاشرے کے سارے لوگوں کے ساتھ مساوی سلوک کیا جائے تاکہ تمام افراد کو سکون واطمینان ملے۔

---

۱ منیر احمد وقار، اشفاق احمد خان، حمید اللہ عبد القادر، پیغمبرِ امن ﷺ، (سیالکوٹ: مرکزی جمعیت اہلِ حدیث، طبع اول، س-ن)، ۱۴۴

۲ الحجرات: ۱۲/۴۹

فصل دوم

معاشرے میں امن واستحکام کے ذرائع

اسلامی تعلیمات پر خلوصِ نیت سے عمل کرنے سے ہی امن واستحکام معاشرے میں قائم ہوتا ہے اسلام امن و سلامتی کا ایسا "چمکتا سورج"* ہے جس کے ہر گوشے میں سکون پوشیدہ ہے۔ یہی ہر شعبہ ءزندگی کی ترقی وبقا کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حثییت رکھتا ہے اور مساوات وعدل وانصاف اسکو قائم ودائم رکھنے میں ایک کلید ہیں۔(۱)

معاشرے میں امن کے استحکام کے پیشِ نظر نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی سب سے پہلے میثاقِ مدینہ قائم کیا۔

امام طبرانی نے عبداللہ بن عمرو بن العاص کی ایک روایت بیان کی:

((أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّ الْمُسْلِمِينَ خَيْرٌ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ: الْمُسلم من سلم النَّاس من لسانه ويده))(۲)

ترجمہ: ایک شخص نے رسولِ کریم ﷺ کی مجلس میں گزارش کی، یارسول اللہ ﷺ مسلمانوں میں کون سا شخص سب سے بہترین ہے؟ حضرت محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جس کے زبان اور ہاتھ سے دوسرے محفوظ رہیں۔

اسلام تاقیامت آنے والے انسانوں کے لیے دین ہے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات بھی دائمی اور قابلِ عمل ہیں۔

امن واستحکام کے ذرائع

نبی اکرم ﷺ نے ریاستِ مدینہ میں امن واستحکام کی طرف خاص توجہ دی۔ تمام افرادِ معاشرہ (عورت، یتیم، مسکین، مسافر، غلام، لونڈی اور خادموں) کے حقوق پر خود عمل کر کے دکھایا تاکہ معاشرے میں کسی کی حق تلفی نہ ہو اور بدامنی نہ پیدا ہو۔

امن واستحکام کے ذرائع کو دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

۱- داخلی امن واستحکام

۲- خارجی امن واستحکام

---

* سورج جب چمکتا ہے تو اس کی روشنی ساری دنیا میں پہنچتی ہے بالکل اسی طرح اسلامی تعلیمات سے پوری دنیا میں امن قائم ہوا ہے۔

۱ منیر احمد وقار، پیغمبر امن ﷺ ، (لاہور: اہل حدیث یوتھ فورم پاکستان، طبع اوّل، ۲۰۰۶ء)، ۲۶-۱۶

۲ للطبرانی، سلیمان بن احمد، **المعجم الاوسط**، (قاہرہ: دارالحرمین، طبع اوّل، ۱۴۱۵ھ) بَابُ الْبَاءِ، مَنِ اسْمُهُ بَكْرٌ، ح ۳۱۷۰

۱- داخلی امن واستحکام

اس میں معاشرے کا اندرونی امن واستحکام وابستہ ہے۔افرادِ معاشرہ جتنا آپس کے حقوق کا خیال رکھیں گے، فرائض پوری امانت داری سے انجام دیں گے اور وہ معاشرہ اتناہی پُر سکون ہوگا۔اسمیں یہ نکات شامل ہیں:

- **نفس کی اصلاح**

نفس کی اصلاح کو جہادِ اکبر * سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ایک فرد اپنی ذات پر کنٹرول حاصل کر کے اطاعتِ الٰہی کرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾[۱]

ترجمہ: اور اپنے پروردگار کی عبادت میں لگے رہو اَور نیک کام کرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

انسان حقوق العباد کو بطریقِ احسن ادا کرے دوسروں کو اسکی ذات سے سکون و فائدہ پہنچے، نیز وہ شیطانی اعمال سے دور رہے۔[۲]

ایک فرد کا اولین کام اپنے آپ کو نیکی کے راستے پر چلائے۔

- **خاندانی نظام کا قیام**

اسلام نے پائیدار اور مستقل امن و سلامتی کے لیے بنیادی معاشرت میں خاندانی نظام کو متعارف کرایا ہے۔جس میں والدین اور بچے شامل ہیں، جو محبت واخوت کے لازوال رشتے سے جڑے ہوتے ہیں۔ہر ایک کو اپنے اپنے حقوق و فرائض کی مکمل آگاہی ہوتی ہے جسے وہ خوش اسلوبی سے ادا کرتا ہے۔اسی وجہ سے انسان اپنے گھر میں سکون محسوس کرتا ہے اور کسی قسم کی پریشانی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا ہے۔[۳]

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ﴾[٤]

---

* اسلام میں جہاد کو دین کی اشاعت یا زندگی کی بقا کے لیے نمایاں مقام حاصل ہے۔اپنے نفس کی اصلاح جہاد سے بھی بڑا کام ہے کیونکہ عادت کو تبدیل کرنا آسان نہیں ہے۔

۱ الحج: ۲۲/۷۷

۲ شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃاللہ البالغہ، ترجمہ: عبد الحق حقانی، (لاہور: فرید بک سٹال، طبع اول، س-ن)، ۶۳-۶۲

۳ جلال الدین عمری، اسلام کا عائلی نظام، (نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، طبع اول، ۲۰۰۶ء)، ۱۸-۱۵

۴ البقرہ: ۲/۲۲۸

ترجمہ: اور عورتوں کے بھی ویسے ہی حق ہیں جیسے ان پر مردوں کے ہیں۔ اچھائی کے ساتھ ہاں مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے۔

خانگی زندگی میں مردوں اور عورتوں کے حقوق مساوی ہیں لیکن مرد قوّام ہیں۔ خانگی نظام میں دو قسم کے حقوق ہیں:

ا۔ اولاد کے حقوق

ب۔ والدین کے حقوق

اسلام میں انسانی زندگی کے اندر حقوق میں توازن ہے کہ والدین بچوں کے ساتھ پیار و محبت اور عفو و در گزر سے پیش آئیں۔ ان میں کسی قسم کا تمیازی رویہ نہ رکھیں۔ دوسری طرف اولاد اپنے والدین کی خدمت کریں، انکے سامنے "اُف" بھی نہ کریں اس سے معاشرتی فضا خوشگوار رہے گی۔

- **حصولِ علم**

معاشرتی امن کے قیام میں علم و فنون کو مرکزی مقام ہے۔ علم کی بدولت افرادِ معاشرہ اپنے متوازن حقوق و فرائض سے آگاہی حاصل کرتے ہیں۔ تعلیم یافتہ افراد کو امن و امان زیادہ عزیز ہوتا ہے نیز وہ انفرادی مفاد کے بجائے اجتماعی مفادات کو ترجیح دیتے ہیں۔

حکمِ الٰہی ہے:

﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْماً﴾[۱]

ترجمہ: پروردگار میرا علم بڑھا۔

یہ دعا ہر طالبِ علم کو مانگنی چاہیے۔

اس حوالے سے رسولِ کریم کا ارشاد بھی بہت اہمیت کا حامل ہے حضرت انس بن مالک روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِم))[۲]

ترجمہ: علم دین حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

علم کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ علم انبیاء کی میراث ہے۔

---

۱ طٰہٰ: ۱۱۴/۲۰

۲ ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، (الریاض: مکتبہ المعارف، الطبعۃ الاولیٰ، ۱۴۱۷ھ)، افتتاح الكتاب في الإيمان وفضائل الصحابة والعلم، بَابُ فَضْلِ الْعُلَمَاءِ وَالْحَثِّ عَلَى طَلَبِ الْعِلْمِ، ح ۲۲۴

صحت وصفائی

بیماریوں سے پاک معاشرے میں ہی امن واستحکام ممکن ہے کیونکہ افراد جب صحت مند ہوں تو وہ امورِ زندگی کو خوش اسلوبی سے ادا کرتے ہیں جس سے پر سکون فضا برقرار رہتی ہے۔

عبداللہ بن عمرو بن عاص نے روایت کی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا))(۱)

ترجمہ: تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔

اچھی صحت کو برقرار رکھنے کے لئے صفائی کا ایک اہم کردار ہے، صاف ستھرا گھر ہو یا آفس بہترین صحت و تندرستی کی ضمانت ہے۔

- ## بنیادی حقوق اور معشیت کا تحفظ

معاشرے کے امن وامان میں بنیادی انسانی حقوق (مناسب غذا، رہائش، لباس وغیرہ) اور معشیت کے تحفظ کی خاص اہمیت ہے تاکہ تمام افرادِ معاشرہ کو باعزت زندگی میسر ہو۔ ارتکازِ دولت * کی بجائے اسلام میانہ روی کو اپناتے ہوئے معاشرے میں گردشِ دولت ** کی تلقین کرتا ہے۔ اسلام زکوۃ، صدقہ اور خیرات کا عالم گیر نظام متعارف کرواتا ہے کہ امیر لوگ غریبوں کی مدد کریں جس سے وہ سوال کرنے سے بھی بچ جائیں اور غرباء امراء سے محبت کریں۔ پھر سارے معاشرے کی اجتماعیت سے فائدہ اٹھائیں گے۔

حکمِ الٰہی ہے:

﴿ وَآتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ﴾(۲)

ترجمہ: اور رشتے داروں کا اور مسکینوں اور مسافروں کا حق ادا کرتے رہو اور اسراف اور بے جا خرچ سے بچو۔

اسلام نے افرادِ معاشرہ کے انفرادی و اجتماعی طور پر اخلاقی، معاشرتی، معاشی، قانونی حقوق ترتیب وار مقرر کیے ہیں تاکہ سماجی زندگی میں امن وسکون وائم ودائم رہے۔

نیز اسلام ایک دوسرے کا ناحق مال کھانے اور حرام ذرائع سے دولت کمانے سے منع کرتا ہے۔

---

۱ بخاری، الجامع الصحیح، كِتَابُ الصَّوْمِ، بَابُ حَقِّ الجِسْمِ فِي الصَّوْمِ، ح۱۹۷۵

* ارتکاز دولت سے مراد مال و دولت کا چند ہاتھوں میں محفوظ ہونا ہے۔ یعنی امیر امیر تر اور غریب غریب تر ہو جاتا ہے۔

** گردش دولت سے مراد دولت کا پورے معاشرے یعنی امیر اور غریب میں گردش کرنا ہے۔ ایسا اسلامی نظاب معیشت میں ہوتا ہے۔

۲ بنی اسرائیل: ۲۶/۱۷

• حصولِ روزگار کے یکساں مواقع

لوگوں کو معاشرے میں حصولِ روزگار کے یکساں مواقع میسر ہوں، تو وہ پرامن رہتے ہیں۔ خاص ملازمتوں کے علاوہ بقیہ تمام ملازمتوں پر افراد کو ان میں اہلیت کو صرف معیار مقرر کرتے ہوئے انصاف کے تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ رزق کی تقسیم میں اللہ کی حکمت پوشیدہ ہے جس سے وہ نظامِ کائنات کو چلاتا ہے، اس کو قائم و دائم رکھتا ہے، اسی نے اونچ نیچ قائم کرکے نعمتوں میں فرق رکھا ہے۔

اللہ ربّ العزت کا فرمان ہے:

﴿أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا﴾[1]

ترجمہ: کیا آپ کے ربّ کی رحمت کو یہ تقسیم کرتے ہیں؟ ہم نے ہی ان کی زندگانی دنیا کی روزی ان میں تقسیم کی ہے اور ایک کو دوسرے سے بلند کیا ہے تاکہ ایک دوسرے کو ماتحت کر لے جسے یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں۔

رزقِ حلال کی فضیلت بہت زیادہ ہے اور یہ لوگوں کے لئے ترغیب بھی ہے۔

حضرت مقدام رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ))[2]

ترجمہ: کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔

ہاتھ سے روزی کمانا سنتِ انبیاء ہے، ہر شخص کو اسی کی تقلید کرنی چاہیے۔

• پڑوسیوں کے حقوق

اجتماعی زندگی کے استحکام و ترقی کا انحصار ہمسائیوں سے بہترین تعلقات پر ہے۔ ایک ہمسائے کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت دوسرے ہمسائے کا حق ہے چونکہ گھر قریب ہونے کی وجہ سے وہ ہر دکھ درد میں شریک ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی ضرورت کے وقت مدد کرتے ہیں۔

---

۱ الزخرف: ۳۲/۴۳

۲ بخاری، الجامع الصحیح، کتَابُ البُيُوعِ، بَابُ كَسْبِ الرَّجُلِ وَعَمَلِهِ بِيَدِهِ، ح ۲۰۷۲

پڑوسی کی تین اقسام ہیں۔

۱. رہائش گاہ کا ہمسایہ

۲. کام کا ہمسایہ

۳. سفر کا ہمسایہ

اسلام میں پڑوسی کے حقوق کی بہت تاکید ہے اسلام نے پڑوسی کو حقِ شفعہ کا شرعی و قانونی حق بھی دیا ہے۔[۱] رشتہ دار پڑوسی ہو تو اس کا زیادہ اجر ہے، دوسرے نمبر پر مسلمان پڑوسی ہے اور تیسرے نمبر پر غیر مسلم پڑوسی، سب سے حُسن سلوک سے پیش آنا چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَا زَالَ يُوصِينِي جِبْرِيلُ بِالْجَارِ، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ))[۲]

ترجمہ: ”جبرائیل عَلَیہ السّلام مجھے پڑوسی کے بارے میں بار بار اس طرح وصیت کرتے رہے کہ مجھے خیال گزرا کہ شاید پڑوسی کو وراثت میں شریک نہ کردیں۔

اسلام میں پڑوسیوں کے حقوق کی اہمیت بہت زیادہ ہے ایسا کیوں نہ ہو؟ اسی سے معاشرے کا سکون وابستہ ہے۔

• مسافروں، یتیموں اور مسکینوں کے حقوق

معاشرے میں حقوق کی متوازن ادائیگی سے امن وامان قائم ہوتا ہے مسافر وہ شخص ہے جو غیر علاقے میں گیا ہو وہاں اس کو کسی کی مدد کی ضرورت ہو تو اس کی مدد کی جائے دوسرا ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے علاقے میں امیر شخص ہو، لیکن دیارِ غیر میں اس کی شرعی و قانونی حیثیت سے مدد کرنا لازم ہے۔

یتیم کی مدد کرنا تمام مہذب معاشروں میں لازم ہے۔ دنیا اور آخرت میں اس کا اجر بھی ہے۔[۳]

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبیِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اللَّهُمَّ إِنِّي أُحَرِّجُ حَقَّ الضَّعِيفَيْنِ: الْيَتِيمِ، وَالْمَرْأَةِ))[٤]

ترجمہ: اے اللہ! میں دو کمزوروں ایک یتیم اور ایک عورت کا حق مارنے کو حرام قرار دیتا ہوں۔

---

۱ خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجرانِ کُتب، طبع اول، ۲۰۰۹ء)، ۲۵۸

۲ بخاری، الجامع الصحیح، كِتَابُ الأَدَبِ، بَابُ الوَصَاةِ بِالْجَارِ، ح۶۰۱۴

۳ عبد الخالق صدیقی، اسلام کا نظامِ حقوق و فرائض، (لاہور: انصار السنۃ پبلیکشنز، طبع اول، ۲۰۰۸ء)، ۲۲۰

۴ ابن ماجہ، السنن، كِتَابُ الْأَدَبِ، بَابُ حَقِّ الْيَتِيمِ، ح۳۶۷۸

مسکین وہ شخص ہے جس کی والدہ وفات پاجائے وہ معاشرتی مدد کا مستحق ہو، کیوں کہ والدہ اپنے بچوں کی صحت اور خوراک کا خاص خیال رکھتی ہے اور اس کی وفات کے بعد بچوں کی بہتر نگہداشت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا، اور وہ اپنی ذات کا خود خیال نہیں رکھ سکتے، نیز اس کو سمجھ بوجھ بھی نہیں ہوتی ہے۔ ان تمام حقوق کو بطریقِ احسن ادا کرنے میں ہی فلاح ہے۔

• شخصی آزادی

معاشرے میں افراد کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں شخصی آزادی میں مکمل تحفظ حاصل ہے تاکہ وہ اپنی خفیہ باتوں کو دوسروں سے چھپا کر رکھیں اس سے افراد کی عزت برقرار رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّى تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَى أَهْلِهَا﴾[1]

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ لے لو اور وہاں کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔

اسلام کسی کو ٹوہ، جاسوسی اور بے جا مداخلت کا حق نہیں دیتا ہے یہاں تک کہ وہ خلافِ معاشرہ یا شریعت کوئی کام نہ کرے۔[2]

معاشرتی امن و سکون افراد کی شخصی آزادی سے ہی وابستہ ہے۔

• دوسروں کے عقائد کا احترام

عقیدہ پر انسانی زندگی محیط ہے۔ اسی سے انسان کو روحانی، ذہنی اور جسمانی سکون ملتا ہے تاکہ وہ مطمئن ہو کر معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کریں ہے۔[3]

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿لَاْ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ﴾[4]

ترجمہ: دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں۔

---

۱ النور: ۲۴/۲۷

۲ جلال الدین عمری، اسلام انسانی حقوق کا پاسان، (نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، طبع اول، ۲۰۰۸ء)، ۲۸

۳ مجلسِ ادارت، انسانی حقوقِ اور اسلامی نقطہ نظر، (نئی دہلی: ایفا پبلیکشنز، طبع اول، ۲۰۱۱ء)، ۱۰۰-۹۹

۴ البقرہ: ۲/۲۵۶

علامہ ابنِ کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں ابنِ جریر سے نقل کیا ہے کہ بنی سالم بن عوف کے ایک انصاری صحابی نے خود مسلمان ہو کر اسلام کے مطابق زندگی گزارنے شروع کر دی، لیکن ان کے دو بیٹوں نے اسلام قبول نہ کیا تو انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: کیا میں اُنھیں اسلام قبول کرنے کے لیے زبردستی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دین میں جبر نہیں ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی تھی۔[۱]

ہر معاشرہ اپنے افراد کو مکمل مذہبی آزادی عطا کرتا ہے۔

• ایفائے عہد اور امانت و دیانت

اخلاقیات میں ایفائے عہد اور امانت و دیانت معاشرتی امن و امان کے قیام میں خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ کیونکہ یہی صفات فیصلے کو درست یا غلط کروانے میں معاون ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا﴾[۲]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں اپہنچاؤ۔

زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو، گھریلو زندگی ہو یا کاروباری معاملات، سب میں امانت و دیانت اور ایفائے عہد اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

• دفاع کا حق

تہذیب یافتہ لوگ امن و چین سے خوش حالی کی زندگی بسر کرتے ہیں وہ منافقت اور لڑائی جھگڑے سے دور رہتے ہیں تا کہ بد امنی نہ پھیلے۔

ربِّ ارض و سما کا ارشاد ہے:

﴿وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُم مِّنْ قُوَّةٍ﴾[۳]

ترجمہ: تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو۔

اسلام دشمنوں اور منافقوں سے دفاع کا پورا انتظام کرتا ہے اور مسلمانوں کو تیاری کی تلقین کرتا ہے۔

---

۱ ابنِ کثیر، تفسیرالقرآن العظیم، ۶۸۲/۱

۲ النساء: ۵۸/۴

۳ انفال: ۶۰/۸

- **مشاورت**

اُمورِ معاشرہ کو چلانے کے لئے مشاورت پر مبنی ایک حکومت قائم ہو، جو مفادات کی دیکھ بھال کرے، عوام کی خدمت گار ہو، نیز دشمن کے حملوں سے عوام کو محفوظ رکھے، معاشرتی امن وسکون کی ذمہ دار ہوں اور اس میں کسی قسم کی بدامنی نہ ہونے دے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وأَمرهم شورٰى بينهم﴾[1]

ترجمہ: اور ان کا (ہر) کام آپس کے مشورے سے ہوتا ہے۔

الغرض معاشرے میں امن واستحکام کا ایسا نظام قائم ہو جو اخلاص و محبت پر بنیاد رکھتا ہو اور اس کی لذت ہر فرد محسوس کرے۔ اسلام دینِ فطرت کی وجہ سے زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے۔ تاکہ لوگ نہ صرف ان خیر و بھلائی کی تعلیمات پر عمل کریں، بلکہ ان کو مستقل زندگی کا حصہ بنالیں۔

۲- خارجی امن واستحکام

داخلی امن واستحکام کے ساتھ ساتھ معاشرے کی تعمیر وترقی کے لئے خارجی امن واستحکام بھی اہم ہے۔ اس میں امن وامان کی وہ صورتحال شامل ہے جس کا تعلق بیرونی معاشروں سے ہے۔ زندہ رہنے اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے دوسرے لوگوں کے ساتھ خوشگوار تعلقات قائم کرنے ہیں۔ اس میں ان نکات کا مطالعہ کیا گیا ہے:

- **برابری کی سطح پر تعلقات**

امن واستحکام کے حصول کے لیے معاشروں کے آپس میں تعلقات برابری اور خود مختاری پر قائم ہوتے ہیں۔ کوئی بھی معاشرہ اپنی تمام تر ضروریات خود پوری نہیں کر سکتا ہے۔ اس کو اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے دوسرے معاشروں کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس تعاون کو حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپس کے تعلقات صُلح اور سلامتی کی بنیاد پر قائم ہوں۔ جس سے عزتِ نفس اور وقار قائم ہوں۔

- **مثبت اور تعمیری تعلقات**

معاشرتی امن واستحکام کے لیے دوسروں کے ساتھ روابط مثبت اور تعمیری ہوں۔ مشترکہ اُمور پر اتفاقِ رائے کیا جائے، مثلاً سائنس و ٹیکنالوجی، زراعت، صعنت، امن اور دفاع وغیرہ۔

---

[1] الشوریٰ: ۳۸/۴۲

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا إِلَيْهِمْ﴾(۱)

ترجمہ: جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلا وطن نہیں کیا۔ ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں روکتا۔

اس آیت میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ اللہ تعالی تمہیں اُن کفار کے ساتھ نیکی کرنے سے منع نہیں کرتا جنھوں نے تم سے جنگ نہیں کی۔اور نہ تمہیں گھروں سے نکالنے میں کوئی کردار ادا کیا۔اُن کے ساتھ نیکی اور بہترین حُسنِ سلوک سے پیش آو۔اللہ تعالیٰ ایسا کرنے سے منع نہیں کرتا ہے۔(۲)

خارجہ روابط میں مثبت اور تعمیری سوچ کو اختیار کیا جائے اور تمام ہمسائیوں میں امن و سلامتی کو یقینی بنایا جائے۔

- **معاشروں کے مابین باہمی تعاون**

دنیا کے گلوبل ولیج بننے سے کوئی بھی معاشرہ دوسرے کے تعاون کے بغیر آگے نہیں جا سکتا۔اسلام اپنے ماننے والوں کو سب کے ساتھ خوشگوار تعلقات کی اجازت دیتا ہے۔(۳)

رحمت اللعالمین ﷺ نے شفقت و محبت اور تعاون و ہمدردی کا برتاؤ (بیماری اور قحط) غیر مسلموں (یہود و نصاریٰ) اور مشرکینِ مکہ سے کرکے رہتی دنیا تک کے لئے لازوال مثالیں قائم کیں۔

صحت مندانہ ماحول کے لیے معاشروں کے مابین باہمی اشراک و تعاون کو وسعت دینا چاہیے۔

- **دوسروں کے علوم وفنون اور مفید تجربات سے استفادہ**

امن واستحکام کے لیے قرب وجوار کے معاشروں کے علوم سے بہترین فائدہ اٹھانا چاہیے۔ قانونِ فطرت کے مطابق ہر معاشرے کی کوئی نہ کوئی اہلیت اسکو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے وہی اس کی پہچان قرار پاتی ہے۔چاہے یہ علم سائنس و ٹیکنالوجی میں ہو یا زراعت اور معشیت وغیرہ میں ہو۔

---

۱ الممتحنہ:۸/۶۰

۲ محمد شفیع، مُعارف القرآن، (کراچی: مکتبہ مُعارف القرآن، طبع جدید، ۲۰۰۸ء)، ۴۰۵/۸

۳ محمد اعظم، بین الاقوامی تعلقات، (کراچی: طاہر سنز، طبع پنجم، ۱۹۹۴ء)، ۲۲

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَبَشِّرْ عِبَادِ ۝ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ﴾[۱]

ترجمہ: میرے بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو بات کو کان لگا کر سنتے ہیں۔ پھر جو بہترین بات ہو اس کی اتباع کرتے ہیں۔ یہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور یہی عقلمند بھی ہیں۔

حصولِ علم کی فضیلت بہت ہی زیادہ ہے۔ نبی اکرم ﷺ پر پہلی وحی علم کے متعلق تھی۔ غزوہ احزاب کے موقع پر حضورِ اکرم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو حضرت سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کی تجویز کے مطابق شہر کے چاروں اطراف خندق کھودی گئی۔[۲]

مسلمان دوسروں کے مفید علم کو معاشرتی امن و سکون کے لیے استعمال کرتے رہے ہیں۔ تاکہ دنیا کو امن کا گہوارہ بنایا جاسکے۔

• سفارت کاری

امن و امان کو برقرار رکھنے کے لیے سفارت کاری کو خاص مقام حاصل ہے اسکے ذریعے اپنے مفادات کا حصول اور دوسروں کے انداز طور طریقے کو سمجھا جاتا ہے لڑائی جھگڑے سے اجتناب کیا جاتا ہے تاکہ انھیں اجنبیت محسوس نہ ہو۔ اسکی مثال حضرت محمد ﷺ نے دنیا کو امن کا پیغام دینے کے لیے صلح حدیبیہ کے موقع پر عثمان بن عفان کو سفیر بنا کر قریشِ مکہ کی طرف بھیجا تھا۔

اس میں یہ حکمتِ عملی اپنائی جاتی ہے:

۱- دعوتی خطوط اور تحائف کے تبادلے سے آپس کی محبت و اخوت اور امن و سلامتی کو فروغ دیا جاتا ہے اور تعلقات کو مزید مستحکم کیا جاتا ہے۔ جو انسانی نفسیات پر خوشگوار اثرات مرتب کرتا ہے۔ یہ ایک معاشرتی ضرورت بھی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ دوسروں سے ہدیہ قبول کرتے تھے اور دوسروں کو ہدیہ دیتے بھی تھے۔

۲- امن و امان کے لیے قرب و جوار کے علاقوں میں وفود کا تبادلہ اور معاہدات کا کلیدی کردار ہے۔ اس سے آپس کے شکوک و شبہات کا خاتمہ ہوتا ہے، اچھے تعلقات قائم ہوتے ہیں اور مجموعی طور پر علاقوں میں امن و استحکام قائم ہوتا ہے جس کا انفرادی فائدہ ہر ایک کو پہنچتا ہے۔

---

۱ الزمر: ۳۹/۱۸- ۱۷

۲ محمد احمد باشمیل، غزوہ احزاب، ترجمہ: اختر فتح پوری، (کراچی: نفیس اکیڈمی، طبع اوّل، ۱۹۸۸ء)، ۱۵۸- ۱۵۷

حاصلِ کلام

الغرض زندگی کے قیام وبقاء کے لئے معاشرے کا ہونا ضروری ہے۔دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنے کی خواہش انسان میں فطری طور پر پائی جاتی ہے۔افراد کے تعاون سے نہ صرف انسان کی تمام معاشرتی، مذہبی اور روحانی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں۔بلکہ اس کی صلاحیتوں میں مزید نکھار آتا ہے۔ہر معاشرے کی ضرورت اس کا داخلی اور خارجی امن وامان ہے۔اس کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا ہے۔اسی سے ہی معاشی، معاشرتی اور سائنسی ترقی وابستہ ہے۔جس کے لیے خاص حکمتِ عملی کی ہر سوسائٹی کو ضرورت ہوتی ہے۔اس میں تحائف یا وفود کے تبادلے ہوں یا آس پاس کی اقوام کے ساتھ معاہدات۔بدلتے وقت کے تقاضوں کا ساتھ دینا، ہر معاشرہ کی بطریقِ احسن ذمہ داری ہے۔

فصل سوئم

عصری پاکستانی معاشرے کی ضرورت

معاشرے کا تعارف

اُردو زبان میں معاشرے کے لئے "سماج، جماعت، سوسائٹی، ماحول، اجتماعیہ" کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔(۱)

معاشرہ کا لغوی معنی

"کسی کے ہمراہ عیش کرنا، آپس میں مل جُل کر رہنا، (م-ع-ش-رَہ)" (۲)

معاشرے کے لئے انگریزی میں لفظ "سوسائٹی" ہے۔ جس کے معانی "گروہ اور جماعت" کے ہیں۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں ہے:

"The system or mode of life adopted by a body of individuals for the purpose of harmonious co-existence or for mutual benefit and defence, etc." (۳)

ترجمہ: زندہ رہنے کا وہ نظام جو کچھ افراد نے باہمی تعاون، فائدے اور حفاظت کے لئے اپنایا ہو۔

معاشرہ کا اصطلاحی معنی

"جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کو رہنے سہنے، اپنی ترقی اور فلاح و بہبود کے لیے دوسروں سے واسطہ پڑتا ہے"۔(٤)

مُعاشرہ کے لیے عربی زبان کا لفظ "مُعشر" ہے۔ مُعشر اس جماعت کو کہتے ہیں۔ جس کے افراد کسی خاص مقصد کے لئے اکھٹے ہوئے ہوں، مثلاً مُعشر المسلمین اور مُعشر الاجن والانس وغیرہ۔(۵)

---

۱ وارث سرہندی، قاموس مترادفات، (لاہور: اُردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۶ء)، ۱۱۷۳

۲ احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، ۳۶۸/۴

3 William Little, H.W. Fowler and J. Coulson, Shorter Oxford English Dictionary, Oxford: Clarendon Press 1936, Vol: 2, P:193

۴ فیروزُالدین، فیروزُاللغات اُردو جامع، (راولپنڈی: فیروز سنز لمیٹڈ، نیا ایڈیشن، س-ن)، ۱۲۶۰

۵ ایضاً: ۱۲۷۲

معاشرہ افراد کا ایسا گروہ ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ مل جُل کر رہتے ہیں اور ایک دوسرے کی ضروریاتِ زندگی کو پورا کرتے ہیں اور ایسے لوگوں کے نظریات، مقاصد اور آداب وعادات یکساں ہوں۔(۱)

انسان فطرتاً مُعاشرے میں رہنا پسند کرتا ہے جس میں انسان کی ضروریات کی تکمیل ممکن ہے اور اس کے مطابق نظامِ کائنات قائم کیا گیا ہے جس سے بالواسطہ یا بلاواسطہ انسان کا تعلق ہے۔

انسانی تاریخ کے ہر دور میں معاشرے کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ چاہے غاروں کا زمانہ ہو یا قبائلی دور، انسان کو اپنی ذاتی و انفرادی صلاحیتوں اور دنیاوی و دینی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے دوسروں کے تعاون و ہمدردی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا﴾(۲)

ترجمہ: اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔

ڈاکٹر اسرار احمد اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ خالقِ کائنات نے انسانوں کی پہچان اور تعارف کے لیے رنگ، نسل اور زبان کی بناء پر قومیں اور قبیلے بنائے۔(۳)

تمام انسان برابر ہیں رنگ و نسل اور قوم و قبیلے صرف پہچان کے لئے ہیں۔

قرآن میں معاشرے کے لیے الفاظ کا استعمال

قرآن مجید میں معاشرے کے لیے " جماعت اور اُمت " کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جماعت کا اطلاق محدود ہے جبکہ امت کا اطلاق وسیع ہے، مثلاً مسلمان ملکوں میں اکٹھے رہنے والے مسلمان اُمت کہلاتے ہیں۔

لفظ اُمت قرآن پاک میں چوسنٹھ مرتبہ استعمال ہوا ہے۔(٤)

---

۱ ضمیر علی اختر، قرآنی عمرانیات، (کراچی: اخوان پبلیشرز، طبع دوئم، ۲۰۰۷ء)، ۴۶

۲ الحجرات: ۴۹/۱۳

۳ اسرار احمد، بیانُ القران، (لاہور: قرآن اکیڈمی، طبع ثالث، ۲۰۰۹ء)، ۶/۴۷۷

۴ "انسانی معاشرہ" ویکی فقہ

https://ur.wikifeqh.ir/انسانی_معاشرہ

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ولو شآء الله لجعلكم أمة واحدة ﴾[1]

ترجمہ: اگر اللہ کو منظور ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔

اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق ہی نظامِ دنیا چلتا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے کہ تمام لوگ ایک امت سے نہیں ہیں۔

معاشرہ کی تعریف مختلف مفکرین کے مطابق

مفکرین نے معاشرہ کو مختلف انداز میں اس طرح بیان کیا ہے:

ارسطو*(۳۸۴ق م-۳۲۲ق م)

"انسان کا فطری طور پر اپنی حیاتیاتی، مادی، جنسی، اخلاقی زندگی اور بقا کی ضروریات کی تکمیل کے لیے معاشرے میں رہنا ناگزیر ہے۔"[2]

امام غزالی(۱۰۵۴ء-۱۱۱۱ء)**

گروہی زندگی درحقیقت معاشرتی زندگی کی بنیاد ہے افراد کے آپس کے معاملات سے تمام قسم کے ادارے معرض وجود میں آتے ہیں اور پھر آپس کی ناچاقی اور جھگڑے کی صورت میں عدلیہ اور پولیس وغیرہ فیصلہ کرتے ہیں۔[3]

ابنِ خلدون*(بانیٔ عمرانیات، ۱۳۳۲ء-۱۴۰۶ء)**

ابنِ خلدون کے مطابق انسان فطری طور پر اجتماع کا میلان ورحجان رکھتا ہے جو غور فکر کا نچوڑ ہوتا ہے۔

ابنِ خلدون نے مدنیت کے دو قسم کے میلانات کو بیان کیا ہے:

- خارجی میلان
- داخلی میلان

---

۱ المائدہ: ۴۸/۵

* ارسطو یونان کے قصبے سٹاگرہ میں پیدا ہوا۔ وہ فلسفی، ماہرِ حیاتیات، فلکیات اور معلم تھا۔

۲ شاہد مختار، ارسطو، (لاہور: شاہد پبلیشرز اینڈ بک سیلرز، طبع اول، س-ن)، ۱۱۵-۱۱۴

** امام غزالیؒ ایران کے شہر طوس میں پیدا ہوئے۔ آپ فلسفہ، تصوف واخلاق اور علم کلام کے ماہر تھے۔

۳ حنیف ندوی، اساسیاتِ اسلام، ۱۹۷

*** ابنِ خلدون تیونس میں پیدا ہوا۔ وہ ایک مورخ، ماہرِ عمرانیات اور معاشیات تھا۔

ابنِ خلدون نے مُعاشرتی اتحاد کے لیے خاندان، مذہب، حکومت، تعلیمی و معاشی ادارے اور مختلف انجمنوں کا ذکر کیا ہے۔ مختصراً ابنِ خلدون نے معاشرہ اور عمرانیات کو "اُمّ العلم *" قرار دیا ہے جبکہ باقی تمام علوم ان کے گرد براہِ راست یا بالواسطہ گھومتے ہیں۔[۱]

شاہ ولی اللہ ** **(۱۷۰۳ء-۱۷۶۲ء)**

اجتماہی زندگی (معاشرہ) کے بغیر انسانی نظریات واقدار اور مقصدِ حیات کی تکمیل و پرورش ممکن نہیں ہے۔[۲]

ہربرٹ سپنسر *** **(۱۸۲۰ء-۱۹۰۳ء)**

"معاشرہ ایسا ترقی پذیر ڈھانچہ ہے جس میں افراد کے درمیان خوراک اور نقل و حمل کے روابط قائم ہوتے ہیں اس کی ابتداء خاندان سے ہوتی ہے۔"[۳]

علامہ محمد اقبال **** **(۱۸۷۷ء-۱۹۳۸ء)**

علامہ محمد اقبال نے گروہی زندگی کو معاشرتی ترقی کی بنیاد قرار دیا ہے ان کے مطابق اتحاد و یکجہتی سے دنیاوی زندگی قائم ودائم ہے۔

الغرض معاشرے کی تعریف تمام مفکرین نے مختلف انداز میں کر کے اسکے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ارسطو کی تعریف جامع ہے اس نے معاشرتی زندگی کے مادی، جنسی، حیاتیاتی اور اخلاقی پہلوؤں وغیرہ کو بیان کیا ہے۔ ابنِ خلدونؒ نے گروہی زندگی کو مفصل انداز میں بیان کر کے مدنیت کے داخلی اور خارجی میلانات میں تمام عناصر کو سمو دیا ہے۔

معاشرہ سے مراد

معاشرے کی بنیادی اکائی خاندان ہے جس کے افراد کا آپس کا تعاون و ہمدردی ایک دوسرے کو منظم و مستحکم

---

* ام العلم سے مراد تمام علوم کا تعلق معاشرہ اور عمرانیات سے براہ راست یا بالواسطہ ہے یعنی معشیت، معاشرت اور ہوم اکنامکس وغیرہ۔

۱ ابنِ خلدون، عبدالرحمن، مقدمہ ابنِ خلدون، ترجمہ: علامہ راغب رحمانی دہلوی، (کراچی، نفیس اکیڈمی، طبع یازدھم، ۲۰۰۱ء)، ۶۲/۱

** شاہ ولی اللہ برصغیر میں پیدا ہوئے۔ آپ مشہور عالمِ دین، محدث اور مصنف تھے۔

۲ محمد حنیف ندوی، اساسیاتِ اسلام، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع سوئم، ۲۰۰۹ء)، ۱۹۹-۱۹۸

*** ہربرٹ سپنسر انگلینڈ کے شہر ڈربی میں پیدا ہوا۔ وہ فلسفی، ماہر نفسیات اور سماجیات تھے۔

۳ عبدالروف ملک، مغرب کے عظیم فلسفی، (لاہور: پاکستان رائٹرز، کوآپریٹو سوسائٹی، طبع دوئم، ۲۰۰۹ء)، ۱۹۹

**** علامہ محمد اقبال برصغیر کے شہر سیالکوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ فلسفی، مصنف، سیاست دان اور شاعر تھے۔

کر کے اسکی توسیع مختلف تعلیمی، مذہبی، معاشرتی اور حکومتی اداروں کی صورت میں کرتے ہیں نیز قوانین وضوابط پر عمل کرتے ہوئے منظم معاشرے کو جنم دیتے ہیں۔

پاکستانی معاشرہ

برّ صغیر پاک و ہند کے مسلمانوں نے پاکستان کو حاصل اس لئے کیا تھا کہ وہ ایک آزاد اور خود مختار ملک میں اسلام کے بتائے اصولوں کے مطابق زندگیاں گزار سکیں۔ بانیءِ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح نے واضح کر دیا تھا کہ پاکستان کا آئین قرآن مجید ہے۔[۱]

معاشرہ جس کی بنیاد قرآن کریم کے قواعد وضوابط اور رسول اکرم ﷺ کی سنت پر ہو اسلامی معاشرہ کہلاتا ہے۔ اسلامی معاشرہ انسان کی رہنمائی نہ صرف دنیاوی ترقی و کامیابی کے لیے کرتا ہے بلکہ آخرت کے لیے بھی مکمل رہنمائی فراہم کرتا ہے۔[۲]

الغرض اسلام انسان کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہے۔

عصری پاکستانی معاشرے کی ضرورت

ابن خلدون کے مطابق انسان "مدنی الطبع" ہے یعنی وہ دوسروں کے ساتھ مِل جُل کر رہنا چاہتا ہے اجتماعیت کو پسند کرتا ہے اور ایک دوسرے کی ضروریات کی تسکین کرتا ہے۔[۳]

مثال کے طور پر ڈاکٹر بیماری کا علاج مختلف ادویات سے کرتا ہے دوائیں مختلف دواساز کمپنیاں تیار کرتی ہیں۔ جس میں مختلف افراد کام کرتے ہیں یعنی ایک دوائی کے لیے مختلف لوگوں کی خدمات حاصل کرنا پڑتی ہیں۔

انسان نہ تنہا زندگی گزار سکتا ہے اور نہ وہ بنیادی ضروریات کو اکیلا خود پورا نہیں کر سکتا ہر حال میں اس کو دوسروں کی مدد اور تعاون حاصل کرنا پڑتا ہے کیونکہ قانونِ فطرت ہی ایسا ہے کہ زندہ رہنے کے لئے قدم قدم پر کسی نہ کسی شکل میں اسے اجتماعیت کی ضرورت پڑتی ہے اور ایسا صرف سماجی زندگی میں ہی ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ﴾[٤]

ترجمہ: وہ اللہ جس نے تمہارے لیے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا۔

---

۱ مختلف اہل علم، تصورِ پاکستان بانیان پاکستان کی نظر میں، (اسلام آباد: شریعۃ اکیڈمی، طبع اول، ۲۰۰۵)، ۱۳

۲ محمد جرجیس کریمی، اسلام کی امتیازی خصوصیات، (نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، طبع اول، ۲۰۱۲ء)، ۱۰۱

۳ محمد حنیف ندوی، افکار ابن خلدون، (لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع ششم، ۱۹۹۵ء)، ۸۹

۴ البقرہ: ۲۹/۲

خالقِ کائنات نے کرہ ارض پر جتنی چیزیں پیدا کیں ہیں اُن سب میں انسان کا فائدہ ہے۔

- **مذہبی زندگی کے لیے:** ہر انسان کی زندگی اُس کے عقیدے کے گرد گومتی ہے جیسا عقیدہ ویسی سوچ، عمل اور مقصدِ حیات وغیرہ۔ ہر مذہب کے قوانین کے مطابق زندگی گزارنے کے لیے ایک منظم گروہ یا معاشرہ کی ضرورت ہے جہاں انسان پُرسکون ہو کر اپنی دینی، دنیاوی اور روحانی ضروریات کی تسکین کر سکے۔

حکمِ الٰہی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾[۱]

ترجمہ: میں نے جنات اور انسانوں کو محض اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ صرف میری عبادت کریں۔

محمد شفیع نے اس آیت میں اس بات کی توجہ دلائی ہے کہ جنوں اور انسانوں کی تخلیق اس لئے کی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے احکامات پر عمل کریں۔[۲]

مذہب کے مطابق زندگی گزارنا صرف سماج میں ہی ممکن ہے۔

- **تعلیم و تربیت کے لیے:** پیدائش کے وقت انسان ایک خاندان میں آنکھ کھولتا ہے اس کے والدین، دادا، دادی اور دیگر رشتہ دار اسکی پرورش کے ساتھ ساتھ بنیادی تربیت فراہم کرتے ہیں۔ سکول، کالج، یونیورسٹیاں اس کو مذہبی، روحانی اور فنی تعلیم فراہم کرتے ہیں اور ایسا صرف معاشرے میں ہی ممکن ہے۔
- **دفاع و تحفظ کے لیے:** انسان کو اجتماعیت سے ہی دفاع اور تحفظ حاصل ہوتا ہے۔ وہ تنہا حیوانات کی طرح خود اپنا تحفظ خطرات سے نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر سوچ و سمجھ اور عقل عطا کی ہے تاکہ وہ اپنے ہاتھوں سے آلات و ہتھیار بنا کر دفاع کر سکے۔ اُسے اس کام کے لیے بھی دوسروں کی ضرورت پڑتی ہے، جو اس کو خطرات سے تحفظ فراہم کرے اور امن و سکون سے زندگی گزارنے کا وسیلہ بنائے۔[۳]
- **بقاء نسل کے لیے:** اپنی نسل کی افزائش کرنا اور آگے بڑھانا، انسان کی ایک اہم بنیادی ضرورت ہے۔

مالکِ ارض و سماء کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنْ ءايَاته أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوآ إِلَيْهَا وجعل بينَكُم مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً﴾[٤]

---

۱ الذاریات: ۵۶/۵۱

۲ محمد شفیع، مُعارف القرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، طبع اول، ۲۰۰۸ء)، ۱۷۲/۸

۳ محمد حنیف ندوی، اساسیاتِ اسلام، ۱۹۵

۴ الروم: ۲۱/۳۰

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان سے آرام پاؤ، اُن سے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کردی۔

مودودی اس آیت کی تفسیر میں چار باتیں بیان کرتے ہیں:

۱. اللہ تعالیٰ نے انسان کی نسل کو قائم رکھنے کے لیے ان کے جوڑے بنائے ہیں یہ سلسلہ قیامت تک جاری و ساری رہے گا ہر انسان دوسرے انسان سے شکل و صورت، عادات و اطوار کے لحاظ سے مختلف ہے یہ پہچان صرف ایک معاشرہ میں ہی ممکن ہے۔

۲. اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کی تخلیق الگ الگ شکل و صورت سے کی اور فطرت بنائی لیکن مرد اور عورت کا جوڑا بنا کر ایک دوسرے کا سکون وابستہ کر دیا یہی خالقِ کائنات کی مصلحت ہے۔

۳. اس آیت میں شفقت و رحمت سے مراد میاں بیوی کی آپس میں محبت و شفقت ہے جو اُن کو ایک جوڑے کی شکل میں متحد رکھتی ہے اور یہی ایک خاندان کی ابتداء ہے جس کی بنیادی ضرورت سماج ہے۔

۴. دنیا کے تمام معاشروں میں مردوں اور عورتوں کی آبادی ایک خاص تناسب سے پیدا کی ہے تاریخ گواہ ہے کہ آج تک کوئی معاشرہ ایسا وجود میں نہیں آیا جہاں کسی ایک صنعف کی تعداد ہو اور دوسری صنعف نہ ہو۔[۱]

مودودی نے نوع انسانی کی پیدائش اور معاشرے کی ضرورت کو مفصل انداز میں بیان کیا ہے۔ جو ایک معاشرے میں امن و سکون کو قائم و دائم رکھتی ہے۔

- **صلاحیتوں کے اظہار کے لیے:** انسان کو اپنی فنی، اخلاقی اور روحانی صلاحیتوں، خواہشات اور جذبات کے اظہار کے لیے ایک معاشرے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو نہ صرف فرد کو خود فائدہ دے، بلکہ دوسرے بھی اُس سے استفادہ کر سکتے ہوں۔ اس سے اس کی صلاحیتوں میں مزید نکھار پیدا ہوتا ہے مثلاً موٹر گاڑیاں اور کمپیوٹر کی ایجاد وغیرہ ان سے دوسرے بھی استفادہ کرتے ہیں۔

ہر قدم اور ہر لمحہ انسان دوسروں کا محتاج ہے۔

- **تسخیر کائنات کے لیے:** اللہ تعالیٰ نے اپنی پہچان کے لئے انسان میں جدت کا جذبہ و شوق رکھا ہے۔

---

۱ مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیمُ القرآن، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، طبع نہم، ۱۹۸۰ء)، ۵/۷/۷۴۷-۷۴۳

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾[(١)]

ترجمہ: یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لیے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ انسان کو تسخیر کائنات کے لیے غور و فکر اور تدبر و تفکر کی تعلیم دیتا ہے کہ چیزوں کا مشاہدہ کرے اور اُن سے فائدہ اُٹھائے ایسا کرنے میں دوسرے افرادِ معاشرہ کی براہِ راست یا بلاواسطہ خدمات بھی شامل ہوتی ہے۔

- **خواہشات اور جذبات کے اظہار کے لیے:** انسانی خواہشات اور جذبات کے اظہار کے لیے ایک حیاتیاتی وجود کا قائم و دائم رہنا لازم ہے جہاں انسان آزادی کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کا اظہار کر سکے۔ مثلاً ذاتی تحفظ، صلہ رحمی، احترامِ انسانیت، اور اظہار ذات وغیرہ کے لیے معاشرے کی ضرورت پڑتی ہے۔[(٢)]

حقوق العباد کی درست ادائیگی ایک باضابطہ سماج میں ممکن ہے۔ اکیلا انسان کچھ بھی نہیں کر سکتا ہے۔ ہر قدم اور ہر لمحہ وہ دوسروں کا محتاج ہے۔

- **اجتماعیت آخرت کے لیے:** اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اکٹھا رہنے کا اتنا شوقین بنایا ہے کہ انسان کی یہ خواہش نہ صرف دنیاوی زندگی میں ہے بلکہ اخروی زندگی میں بھی ہوگی۔[(٣)]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا﴾[(٤)]

ترجمہ: وہ اس مَیں اس پیالے کی چھینا جھپٹی کریں گے۔

اس آیت کی وضاحت یہ ہے کہ اہل جنت اکٹھے رہیں گے اور شراب پیتے ہوے آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو کریں گے۔[(٥)]

انسان کے اندر اپنے ساتھیوں سے محبت اس قدر زیادہ ہے کہ اہل جنت بھی اکھٹے رہنا، کھانا پینا اور گفتگو پسند کریں گے اور اسی سے سکون و اطمینان اور خوشی محسوس کریں گے۔

---

١ الروم: ٣٠/٢١

٢ خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، ۴۱

٣ صدرالدین اصلاحی، اسلام اور اجتماعیت، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، طبع بائیس، ۲۰۱۱ء)، ۱۲-۱۱

۴ الطور: ۵۲/۲۳

۵ مودودی، تفہیم القرآن، ۵/۱۷۰

- **بھلائی کا حکم اور بُرائی سے منع کرنے کے لئے:** مثالی معاشرہ اپنے افراد کے اندر اچھائی کو فروغ دیتا ہے اور برے کاموں پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنے کا حکم دیتا ہے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وتعاونو اعلى البرِّ والتقوى ولا تعاونوا على الإثم والعدوان﴾[1]

ترجمہ: نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم زیادتی میں مدد نہ کرو۔

بھلائی سے مراد کسی کے ساتھ نیکی سے پیش آنا، کسی کی مدد کرنا، مثلاً بھوکے کو کھانا کھلانا، کمزور کی مدد کرنا وغیرہ جبکہ بُرائی میں بدگمانی، حسد، جھوٹ وغیرہ سے بچا جائے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کی جائے، تاکہ معاشرتی امن و سکون برقرار رہے۔[2]

معاشرہ افراد میں اچھے اور بُرے کی تمیز سکھاتا ہے۔ جو انسان کو کامیابی کی طرف لے جاتا ہے۔

- **کامل وحدت کے لئے:** خالقِ کائنات نے انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا تمام سامان زمین پر پیدا کیا ہے۔ تاکہ انسان اپنی محنت و کوشش سے انھیں استعمال کر کے فائدہ اٹھائے۔ تخلیقِ آدم علیہ السّلام سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک دینِ اسلام ہے۔ انسانوں کی رہنمائی کے لیے مختلف ادوار اور مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہ السّلام کو بھیجا۔ جنھوں نے اپنے اپنے منصبِ نبوت کو خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ کائنات کا ذرہ ذرہ خدائے واحد کی شہادت دے رہا ہے۔ مثلاً نظام شمسی ہو یا دن اور رات کا بدلنا۔

قولِ الٰہی ہے:

﴿إنَّ في خَلْقِ السَّموت وَالأَرض واختلاف الليل والنَّهار لآيت لأُولي الألْباب﴾[3]

ترجمہ: آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے ہیر پھیر میں یقناً عقلمندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

کائنات کا پورا نظام ایک نظم و نسق کے مطابق ازل سے جاری ہے اور ابد تک رہے گا۔

- **احساس ذمہ داری کے لئے:** متمدن معاشرہ اپنے افراد کے اندر اپنی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے ادا کرنے کی آگاہی و شعور بیدار کرتا ہے کہ دنیا کی زندگی عارضی ہے اور آخرت کی زندگی دائمی ہے۔ جہاں انسان

---

۱ المائدہ :۲/۵

۲ خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، ۵۴-۵۳

۳ آل عمران: ۱۹۰/۳

نے ہمیشہ رہنا ہے۔ پھر اس کے لیے تیاری اسی دنیاوی زندگی میں کرنی ہے اس تصور سے انسان گناہوں سے بچتا ہے اور اچھے کاموں کو انجام دیتا ہے۔

حکمِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ أُخْرَىٰ﴾[1]

ترجمہ: اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے اور اسی پر رہتا ہے اور کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا۔

انفرادی طور پر ہر شخص اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے جبکہ اجتماعی طور پر دوسرے افرادِ معاشرہ کا اس پر دباو بھی ہوتا ہے کہ وہ بُرے کاموں سے اجتناب کرے، باز آجائے اور صراط مستقیم پر چلے۔

- **حقوق و فرائض کی ادائیگی کے لئے:** حقوق و فرائض کی متوازن ادائیگی کے لیے معاشرے کی اہمیت مسلم ہے۔ ایک انسان کا فرض دوسرے انسان کا حق ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے، جب ہر فرد معاشرے میں پورے خلوص سے اپنے فرائض کو ادا کرے۔[2]

اسی سے افراد میں محبت و تعاون پیدا ہوتا ہے اور جسمانی و ذہنی سکون میسر ہوتا ہے۔

- **معاشرتی قوانین و ضوابط کے نفاذ کے لئے:** معاشرتی رسم و رواج اور قوانین کے نفاذ کے لیے ایک معاشرے کی افادیت لازم ہے۔ ہر معاشرے کے قوانین اور ضوابط عین اپنے لوگوں کے مزاج اور فطرت کے مطابق ہوتے ہیں۔ جن کی پیروی کم و بیش تمام افراد کرتے ہیں۔ بالکل اسی طرح وہ اپنے مصائب و مشکلات کو قابو کرتے ہیں اور انھیں حل کرتے ہیں۔

حضرت ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا))[3]

ترجمہ: ایک مومن دوسرے مومن کے لئے دیوار کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے۔

یہ حدیث تعلیم دیتی ہے کہ ہمارے ملک کے لوگوں کو متحد ہونا چاہیے اور ایک دوسرے کے خوشی و دکھ میں شامل ہونا چاہیے۔

---

۱ الانعام: ۱۶۴/۶

۲ عبد الخالق صدیقی، اسلام کا نظام حقوق و فرائض، (لاہور: انصار السنہ پبلیکیشنز، ۲۰۰۸ء)، ۱۳

۳ بخاری، الجامع الصحیح، کِتَاب المَظَالِمِ وَالغَصْبِ، بَابُ نَصْرِ المَظْلُومِ، ح ۲۴۴۶

- **اسلامی تعلیمات واقدار کے نفاذ کے لئے:** اسلامی معاشرہ اپنے افراد کے اندر اسلامی تعلیمات واقدار کو پروان چڑھاتا ہے، بلکہ ان کے مطابق زندگی گزارنے کے یکساں مواقع فراہم کرتا ہے مثلاً عقیدہ توحید کا تعلق انسان اور بندے کا ہے۔ یہ عملی صورت میں ایفائے عہد، احترام انسانیت، اخوت، عدل وانصاف اور اعتدال و میانہ روی وغیرہ کی ادائیگی کا ہنر سکھادیتا ہے۔

حکمِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ﴾[1]

ترجمہ: صدقے صرف فقیروں کے لیے ہیں اور مسکینوں کے لیے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لیے اور ان کے لیے جن کے دل پر چاہے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرضداروں کے لیے اور اللہ کی راہ میں اور راہرو مسافروں کے لیے فرض ہے۔

اس آیت میں صدقہ اور زکوۃ کی معاشرتی اہمیت بیان کی گئی ہے کہ زکوۃ مال کو پاک کرنے کے ساتھ ساتھ گردشِ دولت کا سامان فراہم کرتے ہوئے غریبوں، محتاجوں اور مسافروں وغیرہ کی مدد بھی کرتی ہے۔

بہترین معاشرہ افراد کو شادی وبیاہ، فوتگی اور دیگر تقریبات پر اعتدال و توازن ادائیگی کا شعور دیتا ہے۔ تاکہ انسان بخل اور فضول خرچی سے پرہیز کرے۔

- **تہذیبی و ثقافتی فروغ کے لئے:** کسی بھی تہذیبی یا ثقافتی ورثے کا فروغ و تحفظ صرف اجتماعی زندگی میں ممکن ہے، چاہے ان کا تعلق معاشرت سے ہو یا تخلیقی یا فنی سرگرمیوں سے۔ معاشرے سے انسان ہی محفوظ رہتا ہے اور نشوونما پاتا ہے۔ اس کی مثال خلفائے راشدین کے مختصر عرصے میں اسلامی ثقافت پوری دنیا میں پھیل گئی۔

الغرض انسانی زندگی کے لیے معاشرے کی ضرورت اشد ہے معاشرے ہی سے انسان کی تمام بنیادی اور ثانوی ضروریات پوری ہوتی ہیں معاشرہ ہی زندگی کا ضامن ہے۔

حاصلِ کلام

انسانی زندگی کے لیے معاشرے کی ضرورت واہمیت مسلم ہے۔ کوئی بھی انسان خواہ وہ کسی علاقے کا باشندہ ہو، اس کا وجود صرف اور صرف معاشرے سے وابستہ ہے اور اس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ مذہب، تعلیم

---

۱ التوبہ: ۹/۶۰

وتربیت، دفاع، صلاحیتوں کے اظہار اور کائنات کے تدبر و تفکر وغیرہ کے لئے ایک جماعت کی ضرورت اشد ہے۔ جس میں ہر قدم پر دوسروں کے تعاون کے بغیر انسان آگے نہیں بڑھ سکتا ہے۔ معاشرے ہی سے انسان میں اپنی ذمہ داریوں کو بہترین انداز سے ادا کرنے کی آگاہی آتی ہے۔ معاشرتی رسوم ورواج کی پیروی قوانین کی طرح کی جاتی ہے۔ اسی سے ہی روحانی تعلیمات پر عمل ممکن ہوتا ہے۔

باب دوئم

قرآن وسنت سے ماخوذ عفوودر گزر کے اُصول اور دائرہ کار

فصل اول: عفوودر گزر کے اُصول

فصل دوئم: عفوودر گزر کا انفرادی سطح پر دائرہ کار

فصل سوئم: عفوودر گزر کا ریاستی سطح پر دائرہ کار

فصل اول

عفوودر گزر کے اُصول

عفوودر گزر کے لغوی معنی

قرآن حکیم میں عفواور اس کے مشتقات پینتس مرتبہ مذکور ہیں۔ صَفح اور اس کے مشتقات سات مرتبہ استعمال ہوئے ہیں۔

متعلقات کی تبدیلی سے مفہوم میں معمولی سافرق پڑتا ہے لیکن اصل معانی وہی رہتے ہیں۔

عفو کا لغوی معنی معافی، نجات دینا، قدرت کے باوجود خطا بخش دینا۔(۱)

عفواسماء الحسنیٰ میں سے ہے۔(۲)

عفو کا لفظ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بھی استعمال کیا ہے۔(۳)

﴿إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾(٤)

ترجمہ: بے شک اللہ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

عفو عربی زبان کا لفظ ہے، اسکو عفا پڑھتے ہیں۔اس کا مادہ "ع ف و" ہے۔اور یہ ثلاثی مجرد کے باب نصر ینصر کا مصدر (العفو) ہے۔

عفا:وهوالتجاوز عن الذنب و ترک العقاب علیه(٥)

ترجمہ: گناہ سے در گزر کرنا اور سزا نہ دینا۔

در گزر کے معنی معافی، چشم پوشی، قصور کو نظرانداز کر دینا۔(٦)

در گزر کو عربی زبان میں صَفح کہتے ہیں۔اس کا مادہ "ص ف ح" ہے۔یہ ثلاثی مجرد کے باب فتح یفتح سے مصدر (الصفح) ہے۔ صفح کے معانی: چھوڑ دینا، گناہ معاف کرنا۔(۷)

---

۱ احمد دہلوی، فرہنگِ آصفیہ، ۳/۲۷۵

۲ اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب (لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۱۹۶۴ء)، ۱۳/۳۹۳

۳ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ترجمہ: محمد عبدہ، (لاہور: اہلِ حدیث اکادمی، طبع اول، ۱۹۷۱ء)، ۲/۷۰۹

۴ النساء: ۴/۴۳

۵ ابنِ منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، طبعۃ الاولی، ۱۳۰۰ھ)، ۱۵/۷۲

٦ ایم۔ بھٹی، جدید عصری لغت اردو، (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، طبع اول ۱۹۸۱ء)، ۲۹۳

۷ لوئیس معلوف، المنجد، ترجمہ: عبدالحفیظ بلیاوی، (لاہور: مکتبہ قدوسیہ، طبع اول، ۲۰۰۹ء)، ۱۷۴

صَفح کے معنی کسی کو ملامت نہ کرنا اور اس حد تک در گزر کرنا جیسا اس نے گناہ نہیں کیا۔[۱]

عربی زبان میں صفح کے بہت سے معانی ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے۔ صفح کا معانی چوڑا کرنا، در گزر کرنا۔

جب صفح کے ساتھ عن آجائے، تو اس کا مطلب یہ ہو جاتا ہے معاف کرنا، در گزر کرنا۔

یعنی:

صفح عن ذنبه[۲]

ترجمہ: گناہ گار کو معاف کرنا، جرم سے در گزر کرنا۔

عفو کے درجے

عفو کے دو درجے ہیں۔

- **عفو کا ادنیٰ درجہ**

عفو کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان دوسرے انسان کو معاف کر دے لیکن اُس کا دل نہ چاہتا ہو۔

- **عفو کا اعلیٰ درجہ**

عفو کا اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ انسان دوسروں کو خوش اسلوبی سے نہ صرف معافی دے اور پھر اُس کے ساتھ نیکی بھی کرے۔[۳]

صَفح کی اقسام

صَفح کی دو قسمیں ہیں۔

- **صفح محمود**

اس سے مراد خطاکار سے در گزر کرنا ہے بشرطیکہ اسے معاف کرنے میں کوئی مصلحت ہو، جیسے بھائیوں کی غلطیوں کو معاف کر دینا اور ان غلطیوں پر ان کی سرزنش نہ کرنا۔

- **صفح مذموم**

اس سے مراد بے جا در گزر کرنا ہے۔ چنانچہ جہاں سزا کی ضرورت ہے، وہاں معافی دی جائے گی۔ جیسے حد سے گزرنے والے ظالم لوگوں کو سزا نہ دینا جن کے بارے میں صرف سزا ہی سود مند ہوتی ہے۔

---

۱ راغب اصفہانی، مفردات القرآن، ترجمہ: محمد عبدہ، ۵۸۵/۲

۲ علی بن اسماعیل بن سیدہ، المحکم والمحیط الأعظم، (غزہ: معہد المخطوطات بجامعۃ الدول العربیۃ، الطبعۃ الاولی، ۱۳۷۷ھ)، ۱۱۸/۳

۳ محمد طاہر، حسنِ اخلاق، (لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، طبع ہفتم، ۲۰۰۵ء)، ۷۷

اصطلاحی مفہوم

الصَّفْح: العفْو والتَّجاوزَ عن غَيْرِه، ويأْتي بِمعنى الإِعْراضِ عن الذَّنْبِ وتَرْكِ العُقُوبَة.(۱)

ترجمہ:دَل سے گناہ کے اثر کوزائل کرنےاور گناہ گار سے ملامت اور مذمت کو دور کرنے کے ساتھ گناہ کی معافی دینا۔

عفو و در گزر کے لیے انگریزی میں "Forgiveness" کا لفظ ہے۔آکسفورڈ ڈکشنری میں عفو و در گزر کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

"Willingness to forgive somebody"(۲)

ترجمہ:"کسی شخص کو معاف کرنے کی رضامندی"

عفو: کسی کی زیادتی اور بُرائی پر انتقام کی قدرت اور طاقت کے باوجود بدلہ نہ لینا اور معاف کردینا ہے۔

صَفح: گناہ گار کے گناہ کو نہ صرف معاف کردینا یعنی دل سے گناہ کے اثر، نفرت، ملامت، جذبہ انتقام وغیرہ کو ختم کرنا ہے بلکہ اس کے ساتھ بہترین سلوک بھی کرنا ہے۔(۳)

عفو و در گزر سے مراد دوسروں کی تلخ باتوں اور ناپسندیدہ حرکتوں کو برداشت کرتے ہوئے نہ صرف معاف کرنا بلکہ ان کے ساتھ ایسا بہترین سلوک کرنا جیسا اس سے کوئی خطا سرزد نہ ہوئی ہو۔

عفو و در گزر کے اُصول

کائنات کی ہر شے بااُصول تخلیق کی گئی ہے جس کے پس پردہ کوئی نہ کوئی مصلحت پوشیدہ ہے معاشرے میں زندگی کے بقاءُدوام میں عفو و در گزر کا بنیادی کردار ہے۔ کرہِ ارض پر زندگی کو قائم و دائم رکھنے میں عفو و در گزر کا بنیادی کردار ہے اسی وجہ سے اسکی فضیلت بہت زیادہ ہے اور اسکا ثواب اللہ تعالیٰ نے لامحدود رکھا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی زندگی کا ہر گوشہ امتِ مسلمہ کے لیے قابلِ تقلید ہے ایسا کیوں نہ ہو ،اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لیے خاتم النبیّین بنا کر بھیجا ہے۔

---

۱ الفراھیدی، الخلیل بن احمد، کتاب العین، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، طبع الاولی ۱۴۲۴ھ)، ۱۹۲/۳

2 Jonathan Crowther, Kathryn Kavanagh, Micheal Ashby, Oxford Advanced Learner's Dictionary.Oxford University Press, 1995,Vol-5,P-46

۳ محمد طاہر، حسن اخلاق، ۷۷

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾[۱]

ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ میں عمدہ نمونہ (موجود) ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ رسولِ کریم ﷺ کی سیرت ہمارے لئے ہر شعبہ ءزندگی میں نمونہ ہے۔امارت ہو یا غربت، جنگ ہو یا امن، تمام حالات میں آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کر کے ہی ہم سرخرو ہوں گے۔[۲]

سیرتِ النبی ﷺ کو پڑھنے سے ایک نیا جوش و جذبہ ملتا ہے کہ آپ ﷺ نرمی و شفقت اور عفوودرگزر کا عملی مجسمہ تھے اور آپ ﷺ ہمیشہ دوسروں کو معاف کرتے تھے۔

عفوودرگزر کے درج ذیل اُصول ہیں:

- سماج کے لیے عفوودرگزر کے اُصول
- قرابت داروں کے لیے عفوودرگزر کے اُصول
- عائلی زندگی کے لئے عفوودرگزر کے اُصول

سماج کے لیے عفوودرگزر کے اُصول

زندگی کا وجود گروہ ہی سے وابستہ ہے جسکا انتخاب افراد اپنی مرضی سے کرتے ہیں۔اس کے مندرجہ ذیل قاعدے ہیں:

• معاشرتی امن وسکون کا اُصول

عفوودرگزر کا بنیادی اصول امن وامان کو قائم کرنا ہے جس سے کوئی فرد یا کوئی معاشرہ انکار نہیں کر سکتا۔اسی سے بقاء زندگی اور اتحادِ معاشرہ وابستہ ہے۔ معاشی اور معاشرتی ترقی و خوشحالی اور تمام قسم کے علوم وفنون کی تحقیق ونشوونما اسی سے ممکن ہے۔یعنی انسانی زندگی کے ہر شعبہ کا اس سے بلاواسطہ یا بالواسطہ تعلق ہے۔امن ہوگا تو لوگ پُرسکون ہو کر اپنے روزگار، تعلیمی اور کاروباری معاملات کو خوش اسلوبی سے ادا کریں گے۔

---

۱ الاحزاب: ۲۱/۳۳

۲ اسرار احمد، بیان القرآن، ۲۲/۶

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا ارشاد ہے:

((لاَ تَبَاغَضُوا وَلاَ تَحَاسَدُوا وَلاَ تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللهِ إِخْوَانًا وَلاَ يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلاَثٍ))(۱)

ترجمہ: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو ایک دوسرے سے رو گردانی نہ کرو اور اللہ کے بندے (ایک دوسرے کے) بھائی بن کر رہو۔ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے تعلق ترک کیے رکھے۔

اس حدیث میں مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ معاشرتی امن و سکون کے لیے ایک دوسرے سے بغض و حسد نہ رکھیں اور دوسروں کے عیبوں کو نظر انداز کر کے ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں جیسا سلوک کریں۔

- **حکیمانہ اندازِ تربیت کا قاعدہ**

خالقِ کائنات نے اس دنیا کے نظام کو چلانے اور انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے انسانوں کے مرتبوں اور عہدوں میں فرق رکھا ہے۔ آپ ﷺ کا اپنے ماتحتوں اور نوکروں کے ساتھ مثالی سلوک ہے۔ آپ ﷺ کا معاشرے کے پسے ہوئے طبقے کے ساتھ بھی عفو و درگزر قابلِ رشک تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی اپنے ہاتھ سے کسی عورت یا خادم کو نہیں مارا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں دس سال گھر اور سفر دونوں میں گزارے۔ نہ آپ ﷺ نے مجھے ڈانٹا اور نہ مارا۔ ایک دن نبی کریم ﷺ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے سوچا نہیں تھا، کہ نہیں جاؤں گا، میں گھر سے نکلا۔ راستے میں کچھ بچوں کے پاس سے گزرا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ میں کھڑا ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد اچانک رسول ﷺ پیچھے سے میری گردن پکڑتے ہیں۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی طرف دیکھا، وہ مسکرا رہے تھے۔ اور مجھ سے پوچھا: "انس! تم وہاں گئے تھے"؟ میں نے جواب دیا: "اے اللہ کے رسول ﷺ! میں جا رہا ہوں"۔(۲)

یہ واقعہ اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ گھر میں نوکر چھوٹے بچے ہوں اور وہ اپنے ہم عمروں کے ساتھ کھیل کود میں مصروف ہو جائیں تو انھیں معاف کرتے ہوئے بُرا بھلا نہ کہا جائے کیوں کہ یہ ہمارے پیارے رسول کریم ﷺ کا حکیمانہ انداز ہے۔

---

۱ امام مسلم، صحیح مسلم، كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ النَّهْيِ عَنِ التَّحَاسُدِ وَالتَّبَاغُضِ وَالتَّدَابُرِ، ح۲۵۵۸

۲ شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، ۲/۶۰۴

- **معاشرتی زندگی کے قیام ودوام کا اُصول**

سماجی زندگی میں انسان کو اپنی ضروریات کی تکمیل، فلاح و بہبود اور آگے بڑھنے کے لیے ایک دوسرے سے تعلق رکھنا پڑتا ہے۔اس دوران شعوری یالاشعوری طور پر حق تلفی یا زیادتی ہو جانا، معمول کی بات ہے۔ان ناگوار باتوں کو آگے بڑھانا یابدلہ لینا معاشرتی زندگی کو پارہ پارہ کر دیتا ہے۔

فرقہ واریت، گروپ بندی اور بد امنی کی کشمکش سے معاشرے کو محفوظ کرنے اور اس کے ساتھ دوسروں کو تسلیم کرنے کا جذبہ پیدا کیا جانا ضروری ہے۔ انا پرستی، ذاتی مفادات کو پسِ پشت ڈال کر اجتماعی مفادات کو فروغ دیا جائے۔جب یہ کام پورے خلوص اور نیک نیت سے کیا جائے۔ تو کامیابی یقینی ہے۔[۱]

دوسروں کے جائز حقوق کو پورا کرنا اور سب کا احترام کرنا انسانیت ہے۔

- **نادان بچوں کی تعلیم وتربیت کا اصول**

ناسمجھ طلبہ کی بے وقوفیوں کو نظرانداز کر کے انھیں تعلیم دے کر ان سے مختلف طرح کے کام لئے جا سکتے ہیں۔فتح مکہ کے دن رسولِ کریم ﷺ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو خانہِ خدا کی چھت پر چڑھ اللہ کر اذان دینے کا حکم صادر فرمایا۔ یہ کفارِ مکہ کے لیے ایک بڑا دھچکا تھا۔خانہِ کعبہ میں ابو مخذورہ نے اذان کے بعد میں پوری نقل مذاق کے لیے اپنے ساتھیوں کے سامنے اتاری۔ رسولِ اکرم ﷺ نے وہ آواز سنی اور ان لڑکوں سے پوچھا کہ یہ اذان تمسخر اڑانے کے لیے کس نے دی۔ سب نے ابو مخذورہ کا بتایا۔اس وقت ابو مخذورہ کے علاوہ سب نوجوانوں کو موقع سے چلے جانے کا حکم دیا۔ ابو مخذورہ بتاتے تھے کہ میں اپنے قتل کیے جانے کے حکم کے متعلق غور کر رہا تھا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اب اذان میرے سامنے دو، مجبوراً میں نے دوبارہ اذان دی۔ نبی اکرم ﷺ نے چند درہم مجھے دیے۔ساتھ ہی میرے سر سے لے کر ناف تک اپنا ہاتھ پھیرا۔اس کی برکت سے میرے دل میں نبی کریم ﷺ کے بارے میں عداوت فوراً محبت میں بدل گئی۔ میری زبان سے فوراً یہ الفاظ ادا ہوئے: یارسول

---

۱ مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ ۱۹۶۷ء)، ۵۲۸

اللہ ﷺ! مجھے مکہ مکرمہ میں موذن بنادیں۔ آپ ﷺ نے فوراً اس خواہش کو پورا کیا اور فرمایا: آپ رضی اللہ عنہ کو موذن بنادیا گیا ہے۔ میں نے اس فیصلے کی اطلاع گورنرِ مکہ مکرمہ عتاب بن اسید کو دی اور اپنی تمام زندگی اس فرض کو خوب نبھایا۔(۱)

اس واقعہ میں یہ نصیحت ہے کہ نادان کو معاف کرکے ان کی مناسب تربیت کرکے ان سے دین کی خدمت کا کام لیا جائے۔

- **اپنی قوم سے عفوودرگزر**

اپنے علاقے اور لوگوں سے ہر انسان کو فطری لگاؤ ہوتا ہے۔ ان کے دیئے ہوئے دکھوں کو معاف کیا جائے اور ان سے اعلیٰ برتاو کیا جائے۔

غزوہِ احُد کے دن کفار میں سے کسی نے دُور سے پتھر مار کر حضرت محمد ﷺ کے دو دندانِ مبارک شہید کر دیے۔ ابنِ قمیہ کے دُور سے آپ ﷺ پر حملے سے مغفر کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں چبھ گئیں۔ اسکے بعد تقریباً تیس صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ اجمعین نے آپ ﷺ کے ارد گرد گھیرا بنالیا۔ خود ایک ایک کرکے شہید ہوتے گئے۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شدید زخموں کی وجہ سے نبی کریم ﷺ اپنی قوم کے لیے یہ دعا کر رہے تھے:

((رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لا يَعْلَمُونَ))(۲)

ترجمہ: خدایا میری قوم کا یہ گناہ معاف کردے کیونکہ وہ نہیں جانتے۔

اس حدیث سے یہ ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سخت ترین حالات میں بھی اپنے دشمنوں اور کفارِ مکہ کے لیے بد دعا نہ کی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سے انکے گناہوں کی معافی مانگتے رہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ أَلاَّ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ﴾(۳)

ترجمہ: ان کے ایمان نہ لانے پر شاید آپ تو اپنی جان کھودیں گے۔

اس آیت میں نبی کریم ﷺ کو تاکید کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کفارِ مکہ کی ضد اور ہٹ دھرمی پر ان کے ایمان

---

۱ ابنِ ماجہ، السنن، بَابُ التَّرْجِيعِ فِي الْأَذَانِ، ح۷۰۸

۲ امام مسلم، صحیح مسلم، كِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابُ غَزْوَةِ أُحُد، ح۱۷۹۲

۳ الشعراء: ۳/۲۶

نہ لانے پر اپنی جان نہ کھائیں۔ کیونکہ مالکِ کائنات کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ وہ انھیں ایمان پر مجبور کر دیں بلکہ یہ انکی آزمائش ہے۔[1]

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ اسلام میں زبردستی نہیں ہے۔ نیز کسی کو نیکی کی توفیق دینا یا نہ دینا اللہ تعالیٰ کی مرضی پر ہے۔

آج امتِ مسلمہ اپنے اختلافات کو بھلا دیں۔ اجتماعی ناچاکیاں ختم کر دیں۔ نیز آپس میں اخوت اور عفو و در گزر کو فروغ دیں۔ دنیا و آخرت میں کامیابی ان کے قدم چومے گی۔

- **رفقاء سے در گزر**

بعض اوقات ماتحت افراد بھی معاملے کی نزاکت اور وقت و حالات کی مصلحت کو سمجھے بغیر فیصلوں پر شکایت کرتے ہیں۔ ان سے نہ سختی سے نپٹا جائے بلکہ خندہ پیشانی سے عفو و در گزر سے پیش آئیں۔

نبی کریم ﷺ نہ صرف عام لوگوں بلکہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہ اجمعین کی ناخوشگوار باتوں سے بھی در گزر کرتے تھے۔ غزوہِ حنین میں رسول کریم ﷺ نے مالِ غنیمت بانٹتے وقت صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ اجمعین میں سے حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ اور حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ کو باقی اصحاب کی نسبت سو سو اونٹ جان بوجھ کر زیادہ مال دیا۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو یہ بات پسند نہیں آئی۔ چنانچہ اس نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس بات کا ذکر کیا۔ انھوں نے یہ بات نبی اکرم ﷺ کو بتائی۔ نبی کریم ﷺ نے اس صحابی رضی اللہ عنہ سے نہ غصہ کیا اور نہ پوچھا۔ بلکہ صرف اتنا فرمایا: "اللہ اور اس کا رسول درست فیصلہ نہیں کرے گا تو آخر کون کرے گا"؟[2]

یہی طریقہ ہمارے لوگوں کے لئے بہترین نمونہ ہے۔

- **نرمی اور عفو کا اُصول**

عبادت کا مقام ہر مذہب میں قابلِ احترام سمجھا جاتا ہے۔ اسکے ماننے والے اپنی عبادت گاہوں کو اپنے جان و مال سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں اور اس پر اپنی جان نچھاور کرنے سے باز نہیں آتے ہیں۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک دیہاتی کو مسجد میں پیشاب کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

---

۱ محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ قرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، طبع اول، ۱۴۲۹ھ)، ۱۱۱۵/۲

۲ ابنِ ھشام، سیرۃالبنویۃ، ۱۵۵/۴-۱۵۶

((دَعُوهُ حَتَّى إِذَا فَرَغَ دَعَا بِمَاءٍ فَصَبَّهُ عَلَيْهِ))[1]

ترجمہ: اسے چھوڑ دو جب وہ فارغ ہو گیا تو پانی منگا کر آپ نے (اس جگہ) بہادیا۔

رسول ﷺ نے لوگوں کو دوسروں کے ساتھ عفو اور نرمی کرنے کی تلقین فرمائی اسی سے مخالفین کے دل جیتے جا سکتے ہیں۔

- **مخالفین کی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کا قاعدہ**

مخالفین کو معاف کر کے انکی خوبیوں اور ہنر کو جائز مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے۔

فتحِ مکہ کے دن رسول کریم ﷺ نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کے لیے حکم دیا۔ اس وقت قریش کے اہم سرداروں میں سے ابو سفیان، عتاب بن اسید اور خالد بن اسید، حارث بن ہشام وغیرہ سب حرمِ پاک میں محوِ گفتگو تھے۔ جس میں جاہلیت کی خاندانی عصبیت عروج پر تھی۔ عتاب اور حارث نے کہا: اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر نے ان کے والد کو اس وقت سے پہلے موت سے ہمکنار کیا کہ اذان کی آواز ان کے کانوں میں نہیں پڑی۔ حارث نے کہا؛ اگر مجھے پکا یقین ہو جائے کہ محمد ﷺ حق پر ہیں۔ میں فوراً ایمان قبول کر لوں گا۔ ابو سفیان نے کہا: میں چپ ہی رہوں گا۔ اسی دوران نبی اکرم ﷺ کا گزر وہاں سے ہوا۔ آپ ﷺ نے تمام سرداروں کو مخاطب کر کے فرمایا: مجھے تمہاری تمام باتیں پتہ چل چکی ہیں۔ پھر آپ ﷺ نے ساری باتیں دہرائیں۔ اسی وقت عتاب اور حارث آپ ﷺ پر ایمان لے آئے اور اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کر لیا۔ آپ ﷺ نے انہیں ماضی کی تکلیفوں کو بھلا کر معاف کر دیا اور عتاب رضی اللہ عنہ کو مکہ کا گورنر بنا دیا۔[2]

اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ کسی کی متعصب گفتگو و عداوت سے در گزر کر کے اس کو اعلیٰ عہدہ عطا کرنا عفو و در گزر کی شاندار مثال ہے ہمیں بھی اپنے مخالفین سے ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے۔

- **اُصولِ مصلحت**

وقت کی مناسبت سے غیروں کی فضول باتوں کو معاف کرتے ہوئے حصولِ مقصد کے لئے کوشش جاری رکھی جائے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ رسول کریم ﷺ کے ساتھ ایک گدھے پر سوار ہو کر قبیلہ بنو خزرج کی طرف سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لئے جا رہے تھے، یہ غزوہ بدر سے پہلے کا

---

۳ بخاری، الجامع الصحیح، كِتَابُ الوُضُوءِ، بَابُ تَرْكِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسِ الأَعْرَابِيَّ حَتَّى فَرَغَ مِنْ بَوْلِهِ فِي المَسْجِدِ، ح ۲۱۹

۱ محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی ﷺ، (لاہور: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، طبع بار چہارم، ۱۴۲۰ھ)، ۴/۴۸۳

وقت تھا۔ اس راستے میں مسلمان، یہودی اور مشرک بیٹھے آپس میں محوِ گفتگو تھے۔ ان میں عبداللہ بن ابی بھی شامل تھا۔ گدھے کے پاؤں سے اٹھنے والی دُھول سے عبداللہ بن ابی نے رسولِ کریم ﷺ کو کہا! ہم پر دُھول نہ ڈالو۔ نبیِ کریم ﷺ نے سب کو سلام کیا اور توحید کا پیغام دے کر کچھ قرآنی آیات کی تلاوت فرمائی۔ یہ سنتے ہی عبداللہ بن ابی نے رسولِ کریم ﷺ کو مخاطب کر کے کہا: تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھ جاؤ اور جو لوگ تمہارے پاس آئیں۔ ان لوگوں کو اپنی داستانیں سنایا کرو۔ اس کے ان الفاظ کی ادائیگی سے موجود مسلمانوں اور یہودیوں میں تکرار شروع ہو گئی۔ جو کسی بڑے جھگڑے کو جنم دے سکتی تھی۔ حضرت محمد ﷺ نے مسلمانوں کو تحمل و بردباری سے کردار ادا کرنے کا حکم دیتے ہوئے عبداللہ بن ابی کی اس بدتمیزی کو معاف کر دیا۔[۱]

اسلام اور مسلمانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے لوگ منافقین تھے۔ جو کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ لیکن پھر بھی نبی رحمت ﷺ ان سے عفو و درگزر سے پیش آتے تھے۔

- **دشمن کو دوست بنانا**

معافی اور حسنِ سلوک میں ایسی مٹھاس ہے جس سے دشمن کو بھی دوست بنایا جا سکتا ہے۔

ہجرتِ مدینہ سے پہلے حضرت محمد ﷺ کی خواہش تھی کہ خانہ کعبہ کی زیارت کی جائے۔ اسکی چابی ایک مشرک خاندان بنو شیبہ کے پاس تھی۔ نبی اکرم ﷺ کے بار بار اصرار پر ان ظالموں نے اسکا دروازہ نہ کھولا۔ فتحِ مکہ کے دن نبی کریم ﷺ حرمِ خدا میں داخل ہوئے۔ دوبارہ چابی نہ صرف عثمان بن طلحہ کو عطا کرتے ہیں، جس نے آٹھ سال قبل خانہ کعبہ کا دروازہ نہیں کھولا تھا۔ بلکہ تا قیامت چابی اس خاندان کو بطورِ تحفہ عنایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "جو شخص بھی یہ چابی تم سے چھینے گا وہ بہت ظالم ہوگا"۔[۲]

اس واقعہ سے یہ درس ملتا ہے کہ موجودہ حالات میں ایسی معافی اور درگزر سے دشمنوں کو دوست بنایا جا سکتا ہے۔

- **غیر مسلم والدین کے لئے دُعا کا قاعدہ**

مسلمان اولاد اپنے مشرک ماں باپ کی ہدایت کے لیے دعا کر سکتے ہیں کہ اللہ اُنھیں سیدھا راستہ دکھائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مسلمان تھے جبکہ انکی والدہ مشرک تھی اور رسول اکرم ﷺ کو گالیاں دیا کرتی تھی۔ ایک دفعہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کا ذکر روتے ہوئے حضرت محمد ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ کو

---

۱ شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، (لاہور: ادارہ اسلامیات، ۲۰۰۲ء)، ۲/۶۰۳

۲ محمد احمد باشمیل، فتح مکہ، ترجمہ: اختر فتح پوری، (کراچی: نفیس اکیڈیمی، طبع اول، ۱۹۸۴ء)، ۲۸۷-۲۸۸

غصہ نہیں آیا بلکہ ان کے لیے دعا کی، تو آپ رضی اللہ عنہ خوش ہوئے۔ جب گھر پہنچے تو دروازہ بند تھا، تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تو والدہ نے غسل کر کے صاف کپڑے پہن کر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔(۱)

اس واقعہ سے یہ درس ملتا ہے کہ اگر والدین کسی غلط کام میں ملوث ہیں، اولاد انکے لیے دعائے خیر خود کرے اور کسی سے بھی کرائے تا کہ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے کہ وہ سیدھے راستے پر آجائیں۔

- **دشمن کے ذریعے راز کی حفاظت کا ضابطہ**

دشمن کے برے سلوک پر جب اسے معاف کرتے ہوئے حسنِ سلوک کیا جائے۔ اسکے ساتھ اسکو کوئی راز بھی سونپا جائے تو وہ متاثر ہو کر ضرور اسکی حفاظت کرتا ہے۔

ہجرتِ مدینہ کے دوران رسولِ اکرم ﷺ کفارِ مکہ کی غفلت کے باعث وادیِ مکہ سے روانہ ہو گئے۔ کفارِ مکہ کو سخت دکھ پہنچا۔ چناچہ انھوں نے آخری تدبیر یہ اختیار کی جو شخص (نعوذ باللہ) حضرت محمد ﷺ یا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زندہ یا قتل کر کے لائے گا اس کو سو اونٹ بطور تحفہ دیا جائے گا۔ سراقہ اپنے قبیلے بنو مدلج میں موجود تھا۔ ایک شخص نے اطلاع دی سمندر کی طرف کچھ لوگوں کے جانے کا سایہ دیکھا، شاید وہی محمد ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ سراقہ فوراً وہاں سے اٹھ کر اپنے گھر گیا اور اپنی خادمہ کو گھوڑا اور نیزہ حوالے کرنے کو کہا۔ خود گھر کی پشت سے نکل کر سمندر کی طرف روانہ ہو گیا اور نبی کریم ﷺ کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ وہ اتنا قریب تھا کہ نبی کریم ﷺ کی تلاوت کی آواز اسکے کانوں کو صاف سنائی دیتی تھی۔ جبکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پیچھے مڑ مڑ کر دیکھتے تھے کہ کوئی انکے پیچھے آرہا ہے یا نہیں۔ جونہی اُس نے قریب جا کر حملے کی کوشش کی۔ اسکے گھوڑے نے اسی وقت ٹھوکریں کھائیں اور وہ زمین پر گر پڑا۔ لیکن انعام کی طمع اسکو دوبارہ کوشش پر ابھارنے لگی۔ اس لیے وہ دوبارہ سر گرمِ عمل ہوا۔ اس دفعہ اس کے گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین کے اندر چلے گئے۔ سراقہ یہ معجزہ دیکھ کر بہت پریشان ہوا اور خوف کی وجہ سے اسکا سارا جسم کانپنے لگا۔ پھر اس نے امان کی آہ و پکار شروع کر دی۔ آخر کار نبی اکرم ﷺ کی رحمت جوش میں آئی۔ آپ ﷺ نے اسکو معاف کرتے ہوئے امان دی۔ اس نے درخواست کی کہ مجھے امان لکھ کر دیں۔ حضرت محمد ﷺ کے حکم پر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ نے امان لکھ دی۔(۲)

---

۳ احمد عروج قادری، قرآن کا فلسفہ ءاخلاق، (نئ دہلی: مرکزی مکتبہ ءاسلامی پبلشرز، طبع اول، ۲۰۱۴ء)، ۱۰۸-۱۰۹

۱ بخاری، الجامع الصحیح، كِتَابُ المَنَاقِبِ، بَابُ عَلاَمَاتِ النُّبُوَّةِ فِي الإِسْلاَمِ، ح۳۶۱۵

حضرت محمد ﷺ نے اس سے کہا: اس بات کا کسی سے ذکر نہ کرے۔ چنانچہ واپسی پر اسکو جو کوئی نبی کریم ﷺ کی تلاش میں ملتا وہ کہہ دیتا کہ اس نے بہت دور تک کوشش کی ہے لیکن نبی کریم ﷺ اس طرف نہیں گئے ہیں۔ اسی طرح وہ سب کو وہاں سے واپس موڑ دیتا تھا۔(۱)

دوسری طرف نبی پاک ﷺ کی حقانیت اسکے دل و دماغ پر پوری طرح اثر کر چکی تھی۔ اس نے غزوہ حنین کے بعد اسلام قبول کیا۔

- **حصولِ مقصد کے لئے دشمن سے عفو و درگزر**

عفو و درگزر سے کافر اور دشمن بھی متاثر ہو جاتے ہیں۔ جس سے وہ مقصد کی کامیابی کے لئے ہر طرح کا تعاون کرتے ہیں

حضرت محمد ﷺ ہجرت کر کے جب مدینہ کی حدود میں داخل ہوئے۔ قبیلہ بنی سہم کے ستر سوار "بریدہ اسلمی" کی قیادت میں نبی اکرم ﷺ کو گرفتار کرنے کے لیے آ گئے، تاکہ انھیں قریش کے حوالے کر کے اپنا انعام حاصل کر سکیں۔ جونہی بریدہ اسلمی نبی اکرم ﷺ کے سامنے آ کے سوال و جواب کرتا ہے؛ آپ ﷺ کون ہیں؟ حضرت محمد ﷺ نے جواباً فرمایا "محمد بن عبداللہ اور اللہ تعالیٰ رب العزت کا رسول ہوں"۔ اس جواب نے بریدہ اور اس کے ساتھیوں پر گہرا اثر کیا اور فوراً کلمۂ شہادت پڑھ لیا۔ آپ ﷺ نے اسکو کچھ بھی نہیں کہا۔ بلکہ اس کی درخواست کو قبول کر لیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کو اپنے جھنڈے کے سائے تلے مدینہ میں داخل کرنا چاہتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ سے اجازت ملتے ہی اس نے اپنے امامہ کا جھنڈا بنا کر نیزے سے باندھ دیا اور اسطرح اس شان سے نبی اکرم ﷺ کو مدینہ میں انصار کے گھر داخل کرایا۔(۲)

اپنی منزل کے حصول کے لئے بدلتے حالات کا ساتھ دینا چاہیے۔

- **زہریلا کھانا کھلانے والوں کے ساتھ معافی**

سچ اور حق کو پرکھنے کے لیے مخالف کوئی بھی حربہ استعمال کر سکتا ہے لیکن جب نیت صاف ہو اور خلوصِ دل سے کام لیا جائے اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی دیتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کے عفو و درگزر کا ابرِ کرم اقلیتوں کے ساتھ بھی یکساں تھا۔ ایک دفعہ خیبر کے علاقے کی ایک یہودی خاتون نے ایک دعوت میں بکرے کے گوشت کا سالن بنا کر اس میں زہر ملا دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس دعوت میں شرکت کی اور جب کھانا کھانے لگے تو پہلے نوالے کے ذائقے کی وجہ سے اس کو تھوک دیا۔ اور ساتھ موجود صحابہ رضی اللہ عنہ اجمعین کو کھانا کھانے سے روک دیا، فرمایا: اس میں زہر ہے۔ جب اس باورچی عورت جس کا نام

---

۲ ابنِ سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱/۲۳۴

۱ منصور پوری، محمد سُلیمان سلمان، رحمۃ للعالمین، (فیصل آباد: مرکز حرمین الاسلامی، طبع اول، ۲۰۰۷ء)، ۱/۱۱۳

زینب بنت حارث تھا، کو بلا کر پوچھا گیا۔ وہ عورت نبی کریم ﷺ کے سامنے پیش ہوئی تو اس نے جواب دیا: میں نے یہ ساری کاروائی اس لیے کی، اگر آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے اور آخری نبی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو وحی کے ذریعے آگاہ کر دے گا۔ اگر حالات اس کے برعکس ہیں تو زہر آلود کھانا کھانے سے آپ ﷺ فوت ہو جائیں گے ہم سب کو ہمیشہ کے لیے سکون مل جائیگا۔(۱)

آج بھی معاشرے میں کچھ لوگ دوسروں سے نجات حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کے طریقے استعمال کرتے ہیں۔ آخرت پر یقین رکھتے ہوئے ان سے در گزر کر دینا چاہیے۔

قرابت داروں کے کے ساتھ عفو و در گزر کا قاعدہ

انسان کو پیار و محبت اپنے سگے چچا، ماموں، پھوپھو اور خالہ سے ملتا ہے افراد کو سب سے زیادہ تنگ کرنے والے لوگ بھی اس کے رشتے دار ہوتے ہیں۔ جو زیادہ معافی کے حق دار ہوتے ہیں۔

نبی اکرم ﷺ کے کافر رشتہ داروں نے مکی زندگی میں آپ ﷺ کو بے حد ستایا، راستے میں کانٹے بچھائے اور طرح طرح کی مشکلات کھڑی کیں۔ جب آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے مدینہ میں اقتدار سے نوازا۔ آپ ﷺ نے اپنے دشمن رشتہ داروں کو معاف کیا۔

نبی کریم ﷺ نے نجد کے علاقے میں گشت کے لئے کچھ لوگوں کو روانہ کیا۔ وہ قبیلہ بنو حنفیہ کے سردار ثمامہ بن اثال کو پکڑ کر لائے رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "ثمامہ میں تیرے ساتھ کیا سلوک کروں گا" اس نے جواب دیا، میرے پاس خیر ہے، پھر بھی آپ مجھے قتل کریں گے کیونکہ میں نے لڑائی میں مسلمانوں کو قتل کیا ہے۔ لیکن احسان کریں گے تو میں احسان کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اور مال جتنی ضرورت ہو، طلب کر سکتے ہیں"؟ پھر اس کو مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا گیا۔ دوسرے اور تیسرے دن اس نے رسول کریم ﷺ کے سوال کرنے پر یہی جواب دیا۔ رسول کریم ﷺ نے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم سے اسے آزد کرنے کا حکم دیا۔ اس نے قریب باغ میں غسل کر کے مجلس پاک میں حاضر ہو کر کہا:

((أَشْهَدُ أَنْ لاَ إِلَهَ إِلاَّ اللَّهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ))(۲)

پھر کہا: اے محمد ﷺ! اللہ کی قسم روئے زمین پر کوئی چہرہ آپ ﷺ کے چہرے سے زیادہ میرے لیے برا نہیں تھا۔ لیکن آج آپ ﷺ کے چہرے سے زیادہ کوئی چہرہ میرے لیے محبوب نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! کوئی دین آپ ﷺ کے دین سے زیادہ مجھے برا نہیں لگتا تھا، لیکن آج آپ ﷺ کا دین مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ اور عزیز ہے۔

---

۲ الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، (الریاض: بیت الافکار الدولیۃ، الطبعۃ الاولی، س۔ن)، ۴۲۳

۱ بخاری، الجامع الصحیح، كِتَابُ المَغَازِي، بَابُ وَفْدِ بَنِي حَنِيفَةَ، وَحَدِيثِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ، ح ۴۳۷۲

آپ ﷺ کے سواروں نے مجھے پکڑا تو میں عمرہ کا ارادہ کر چکا تھا۔ اب آپ ﷺ کا کیا حکم ہے ؟ رسول کریم ﷺ نے انہیں عمرہ ادا کرنے کا حکم دیا۔ جب وہ مکہ پہنچے تو کسی نے کہا کہ تم بے دین ہو گئے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں، بلکہ میں محمد ﷺ کے دین پر ایمان لے آیا ہوں اور اللہ کی قسم ! اب تمہارے یہاں یمامہ سے گیہوں کا ایک دانہ بھی اس وقت تک نہیں آئے گا، جب تک نبی کریم ﷺ اجازت نہ دے دیں۔(۱)

اس علان کے سنتے ہی قریش مکہ نے نبی کریم ﷺ کو یہ خط لکھا:

انک تامر بصلة الرحم انک قد قطعت ارحامنا و قد قتلت الآ باء بالسیف والآبناء بالجوع(۲)

ترجمہ: آپ ﷺ صلہ رحمی کا پرچار کرتے ہیں حالانکہ آپ ﷺ نے ہماری رشتہ داری کو ختم کر دیا ہے ہمارے آباؤاجداد کو تلوار سے قتل کیا اور ہماری اولادوں کو بھوک سے مارنے کا منصوبہ بنایا۔

اس خط کو پڑھتے ہی نبی کریم ﷺ نے ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ وہ مکہ میں اناج اور خورد نوش کی اشیاء روانہ کرنا شروع کریں۔(۳)

نبی کریم ﷺ کی اپنے کافر رشتہ داروں کے ساتھ کے عفو در گزر کی یہ ایک شاندار مثال ہے۔ ان رشتہ داروں نے شعب ابی طالب میں تین سالوں کی محصوری کے دوران نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کے ساتھ بد ترین سلوک کیا تھا۔ اسکے بر عکس جب کفار مکہ کو اپنے بچوں پر بھوک کے بادل منڈلاتے نظر آئے تو انھیں مدینہ میں نبی کریم ﷺ کی رشتہ داری یاد آگئی۔

• سسرالی رشتہ داروں کے ساتھ در گزر

بد ترین سسرالی دشمنوں سے عفو و در گزر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کو احترام سے نوازا جائے۔

ابو سفیان ام المومنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے والد اور قریش کی اموی شاخ کے ایک سردار تھے۔ اسلام لانے سے قبل انکی اسلام مخالفت مشہور تھی انھوں نے اسلام کو سر زمین عرب سے ہمیشہ کے لیے ختم کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔

فتح مکہ کے دوران ابو سفیان نے مسلمانوں کی اطاعت قبول کی اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف ابو سفیان کو معاف کیا۔ بلکہ اس جانی دشمن کے گھر کو "دار الامان" کا درجہ دے کر اسے عزت بخشی۔(٤)

---

۲ ابن قیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ۴۲۳

۱ ابن ہشام، سیرۃ البنویۃ، ۴/۴۳۹

۲ ایضاً، ۴/۴۳۹

۳ الواقدی، محمد بن عمر، کتاب المغازی، (مدینہ :کلکتۃ بمطبع ببتست مشن، طبع اول، ۱۲۷۱ھ)، ۴۱۱

سسرال کے ساتھ بھی نبی کریم ﷺ کا برتاو اعلیٰ تھا۔

عائلی زندگی کے لئے عفوودرگزر کے اُصول

خانگی زندگی کی کامیابی کا انحصار مرد اور عورت کے اپنے اہل وعیال کے ساتھ تعلقات پر ہے۔ جتنا اچھا ماحول ہو گا اتنا ہی امن وسکون زیادہ ہو گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کی آپ ﷺ نے فرمایا:

((خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لأَهْلِه))[1]

ترجمہ: تمہارے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل کے ذریعے عائلی زندگی میں عفو ودرگزر کی ایسی مثالیں قائم کیں، جنکی تاقیامت کوئی نظیر نہیں ملتی۔

بحثیت شوہر نبی اکرم ﷺ کا اپنی ازواج سے نہایت شفیق برتاؤ کرتے تھے حالانکہ انکا تعلق مختلف قبائل، مزاج، عمر اور حیثیت سے تھا۔ نبی کریم ﷺ ہر ممکن حد تک اپنی ازواج میں عدل وانصاف کا برتاؤ کرتے تھے۔ انکے ہاں قیام میں بھی باری قائم کی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ جب سفر پر تشریف لے جاتے، ازواج میں قرعہ اندازی کرتے، جسکا نام نکل آتا، وہ نبی کریم ﷺ کے ہمراہ تشریف لے جاتی تھیں۔[2]

اہلِ خانہ کے ساتھ عفوودرگزر کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

- ازواج (سوکنوں) کے ساتھ عفوودرگزر
- اولاد کے ساتھ عفوودرگزر

• ازواج (سوکنوں) کے ساتھ عفوودرگزر

ایک سے زیادہ بیویوں کی صورت میں خاوند کو مساوات اور عدل کا برتاو کرنا پڑتا ہے نیز ان کے تیز وتندرویوں سے درگزر کرنا پڑتا ہے۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہ کو کھانا بنانے میں مہارت حاصل تھی۔ ایک دفعہ انہوں نے کوئی اچھی چیز بنائی تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیج دی۔ اس دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی باری تھی اور نبی اکرم ﷺ انکے حجرے میں موجود تھے۔ جب خادمہ کھانے کا پیالہ لے کے آئی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو بُرا محسوس ہوا۔ انھوں

---

۱ ترمذی، مُحمد بن عیسیٰ، السنن، أَبْوَابُ الْمَنَاقِبِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَابٌ فِي فَضْلِ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، ح۳۸۹۵

۲ منصور پوری، مُحمد سلیمان سلمان، رحمۃ للعالمین، (فیصل آباد: مرکز حرمین الاسلامی، طبع اول، ۲۰۰۷ء)، ۳۹۶/۲

نے دیکھتے ہی اسکو زمین پر پٹخ دیا، پیالہ ٹوٹ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے خود پیالے کے ٹکڑے اکھٹے کیے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے ہنستے ہوئے فرمایا: عائشہ! تاوان دینا ہو گا۔اور خادمہ کو نیا پیالہ دے کے رخصت کیا۔[1]

سوکنوں میں رنجش فطری طور پر ہوتی ہے لیکن خاوند کا بیویوں سے عفواور در گزر اُنھیں آپس میں اتفاق سے رہنے پر آمادہ کرتا ہے۔

- **اولاد کے ساتھ عفوودر گزر**

اولاد میں بیٹے، بیٹیاں، بہواور داماد شامل ہیں جن کی غلطیاں اور کوتاہیوں کو معاف کرنا ہوتا ہے۔

رسولِ کریم ﷺ اپنی بیٹیوں اور داماد سے بہترین عفوودر گزر سے پیش آتے تھے۔

ابو العاص حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔ فتح مکہ سے قبل وہ ملک شام سے تجارت کر کے واپس آ رہے تھے۔ مدینہ کی مہماتی فوج نے انھیں لوٹ لیا اور وہ بھاگ گئے۔ رات کے اندھیرے میں مدینہ آکر حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے پناہ مانگی۔ انھوں نے پناہ دے کر صبح نمازِ فجر کے بعد نبی اکرم ﷺ کو مسجد نبوی میں تمام لوگوں کے سامنے میں جا کر بتایا۔ نبیِ اکرم ﷺ نے زینب رضی اللہ عنہا کو ابو العاص سے اچھا سلوک کرنے کی ترغیب دی۔ لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔ وہ نبی کریم ﷺ کے عفوودر گزر سے بہت متاثر ہوئے۔ انھوں نے مکہ جا کر تمام امانتیں واپس کر دیں اور قریشِ مکہ کے سامنے اپنے قبولِ اسلام کا اعلان کر کے مدینہ روانہ ہو گئے۔[2]

ابو العاص نے غزوہ بدر میں کفارِ مکہ کی طرف سے شرکت کی تھی اور گرفتار ہوئے تھے ان کو معاف کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے بہترین سلوک کیا۔

حاصلِ کلام

عفوودر گزر ایسا اخلاقی پھول ہے جس سے سماج کا امن واستحکام وابستہ ہے یہ نہ صرف حکیمانہ تعلیم و تربیت کا قاعدہ ہے بلکہ رفقاء سے در گزر کا ضابطہ بھی ہے۔ نرمی، صلہ رحمی، مصلحت اور دُعا اس کی خوبصورت پتیاں ہیں جن کی خوشبو سے انسانی حیات پر سکون ہو جاتی ہے۔ بچے، بڑے، بوڑھے اور دشمن وغیرہ سبھی اس سے لطف اٹھاتے ہیں۔ اس میں اپنوں، غیروں اور دشمنوں کی ریشہ دوانیوں کے بدلے ان کو معاف کرتے ہوئے ان سے حسن سلوک کیا جاتا ہے تاکہ معاشرتی زندگی قائم ودوائم رہے۔

---

۱ سلیمان ندوی، سیرتِ عائشہ، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، طبع اول، ۲۰۱۰ء)، ۷۶

۲ ابنِ ھشام، سیرۃ البنویۃ، ۲/۳۳۳-۳۳۴

فصل دوئم

عفو ودر گزر کا انفرادی سطح پر دائرہ کار

اخلاقیات معاشرے کی ایک اہم بنیادی اساس ہیں۔ جس میں عفو ودر گزر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ افراد کے آپس میں اکھٹے رہنے سے کہیں نہ کہیں ایک دوسرے سے زیادتی ہو جاتی ہے۔ اس لیے ایک دوسرے کی غلطیوں کو معاف کر کے آگے بڑھتے جائیں۔ یہی صفت انسانوں کو منفرد کرتی ہے اور انہیں ترقی کی بلندیوں پر پہنچادیتی ہے۔ اسلام میں ایسا سلوک اقلیتوں سمیت سب کے ساتھ کیا گیا ہے۔

فرد کی ذاتی زندگی سے متعلق عفو ودر گزر کے انفرادی دائرہ کار کو اس طرح بیان کیا گیا ہے:

- **ذاتی معاملات میں عفو**

فرد کو اپنے دشمنوں کے دیئے ہوئے دکھ اور تکلیف سے کنارہ کشی کرتے ہوئے ان سے بہترین سلوک کرنا چاہیئے۔ اس کا اعلیٰ نمونہ نبی کریم ﷺ کا سفرِ طائف ہے۔ آپ ﷺ کو یہ امید تھی۔ یہ لوگ نہ صرف اسلام قبول کریں گے، بلکہ کفارِ مکہ کے خلاف آپ ﷺ کا ساتھ بھی دیں گے اور اسطرح ایک بہترین علاقہ آپ ﷺ کو میسر آ جائیگا۔ رسولِ اکرم ﷺ نے وہاں کے سرداروں (عبدیالیل، مسعود اور حبیب) کو ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا پیغام دیا اور بتوں کی پوجا چھوڑنے کا کہا۔

اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ ﷺ نے مسلسل دس دن انھیں توحید کی دعوت دی اور ساتھ اپنی مدد کی دخواست بھی کی لیکن ان بد نصیبوں پر کوئی اثر نہ ہوا، بلکہ انھوں نے نوکروں اور غنڈوں کو آپ ﷺ کے پیچھے لگا دیا۔ جو آپ ﷺ پر پتھر برساتے اور گالیاں بھی دیتے جاتے، جب آپ ﷺ تھک کر بیٹھ جاتے، وہ آپ ﷺ کو دوبارہ کھڑا کر دیتے۔ اس دوران آپ ﷺ کے جوتے بھی خون سے بھر گئے تھے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے لیے ڈھال بن جاتے، آپ ﷺ اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ دونوں شدید زخمی ہو چکے تھے۔ آپ ﷺ زخموں سے چُور ہو کر بے ہوش ہو گئے۔ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر عتبہ اور شیبہ کے انگوروں کے باغ میں پناہ لی۔ وہ دونوں غیر مسلم ہونے کے باوجود بہت نیک فطرت اور خدا ترس تھے۔ انھوں نے اپنے غلام عداس کے ہاتھوں انگور بھیجے۔ آپ ﷺ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر انگور کھانا شروع کر دیے یہ دیکھ کر عداس نے متاثر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔ اسی دوران جب آپ ﷺ اہل طائف کے سلوک سے بہت پریشان اور غمگیں تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ اسلام نازل ہو کر کہتے ہیں: "اے

محمد ﷺ! اگر آپ ﷺ چاہیں، ان طائف والوں پر پہاڑ الٹ دوں"۔ لیکن نبی کریم ﷺ نے جواب دیا۔ "اے اللہ تعالیٰ! یہ نہیں جانتے ہیں، میں اللہ تعالیٰ کا رسول اور انکی بہتری چاہنے والا ہوں۔ ہو سکتا ہے انکی اولاد میں سے تیرے نام لینے والے س

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اہلِ طائف نے تکلیفوں کے پہاڑ گرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ غزوہِ احد سے بھی زیادہ مشکل دن تھا۔ رسول ﷺ نے انفرادی عفوودرگزر کی ایسی داستان رقم کی، جسکی مثال رہتی دنیا تک پیش نہیں کی جاسکے گی۔ مکہ میں جنگ کی اجازت نہیں تھی جبکہ مدینہ میں اپنے دفاع کے لئے اللہ تعالی نے جنگ کی اجازت دے دی تھی۔

زخموں میں چوُر ہونے کے باوجود بھی انکے حق میں دعا کرتے ہیں۔ یہ واقعہ دوسروں کو معاف کرنے اور ہر حال میں درگزر سے پیش آنے کی ترغیب دیتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کا سفرِ طائف یہ درس دیتا ہے کہ تکمیلِ منزل کے لیے کٹھن حالات پر بھی عفوودرگزر اور صبر واستقامت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔ اور حق پر ہونے کے باوجود مخالف کے لیے کشادہ دلی کا مظاہرہ کریں۔

- ## قصاص میں درگزر

مادی دنیا میں حُسن اور رنگینی انسانوں کی طبیعتوں میں اختلاف کی وجہ سے ہے یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ فطری طور پر ظلم وزیادتی کرنا پسند کرتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾(۱)

ترجمہ: اور اگر بدلہ لو بھی تو بالکل اتنا ہی صَدمہ جَتنا صدمہ تمہیں پہنچایا گیا ہو۔

اس آیت میں یہ توجہ دلائی گئی ہے کہ مسلمانوں کو بدلہ لینے کی مشروط اجازت ہے کہ جس نے جتنی تکلیف دی ہے اتنا ہی بدلہ لیا جائے۔(۲)

اسلام میں قصاص جائز ہے تاکہ ظلم وجوار کو روکا جاسکے لیکن پھر بھی عفوودرگزر کو فوقیت حاصل ہے۔

ڈیسمنڈ ایمپیلو توتو کا عفوودرگزر کے متعلق کہنا ہے:

I told them that the cycle of reprisal and counterreprisal that had characterised their national history had to be broken and that the only way

---

۲ النحل: ۱۲۶/۱۶

۳ محمد کرم شاہ، ضیاءالقرآن، ۱۲۹۰/۲

to do this was to go beyond retributive justice to restorative justice,to move on to forgiveness, because without it there was no future.[1]

ترجمہ: میں نے ان سے کہا کہ انتقامی اور جوابی کاروائی کے اس دائرے کو توڑنا ہوگا جس نے ان کی قومی تاریخ کو نمایاں کیا تھااور ایسا کرنے کا واحد راستہ انتقامی انصاف سے بڑھ کر بحالی انصاف تک جانا ہے، معافی کی طرف بڑھنا ہے، کیونکہ اس کے بغیر مستقبل کا کوئی راستہ نہ تھا۔

ذاتی معاملات میں عفوودر گزر ممکن ہے کیونکہ ایک فرد اپنی خوشی اور رضا سے دوسروں کو معاف کرتا ہے۔[۲]

جہاں تک ہو سکے، عفو ودر گزر کو ترجیح دی جائے، تاکہ ظالم شر مندہ ہوتا رہے اور معاشرتی امن وسکون نہ صرف برقرار رہے، بلکہ دوسروں کے لیے تقلید بھی ہو۔

• تنگ دست کے قرض کی معافی

معاشرے میں کوئی شخص مالی طور پر کمزور ہو اور اس نے کسی سے اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے قرض لیا ہو، لیکن وہ مقررہ وقت پر ادا نہ کر سکا، تو اسلامی تعلیمات میں اسکو خوشحال ہونے تک مہلت دینے کا حکم ہے یا اسکو معاف کرنے کی تعلیمات دی ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

﴿وَإِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ إِلٰى مَيْسَرَةٍ وَأَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[۳]

ترجمہ: اور اگر کوئی تنگی والا ہو تو اسے آسانی تک مہلت دینی چاہیے اور صدقہ کرو تو تمہارے لیے بہت ہی بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔

امام ابنِ کثیر نے اس آیت میں اس بات کی طرف توجہ دلائی ہے کہ تنگ دست شخص کے پاس قرض کی ادائیگی کی رقم نہ ہو تو اسکو مہلت دی جائے، بہتر یہ ہے ایسے غرباء کا قرض معاف کر دیا جائے امام ابنِ کثیر نے طبرانی کی حدیث بیان کی ہے کہ جو شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کا سایہ چاہتا ہو تو وہ ایسے تنگی والے شخص کو مہلت دے یا معاف کر دے۔[٤]

---

1 Desmond Mphilo Tutu, No Future Without Forgiveness, Doubleday Random House, New York, 2000, Vol:1, P:197

۲ عزیزالرحمان، تعلیمات نبوی ﷺ اور آج کے زندہ مسائل، (کراچی: القلم-فرحان ٹیرس، ناظم آباد، طبع اول، ۲۰۰۵ء)، ۱۷

۳ البقرہ: ۲/۲۸۰

۴ ابنِ کثیر، تفسیرالقرآن العظیم، ۱/۷۱۷-۷۲۰

یہ آیت ترغیب دیتی ہے کہ معاشی معاملات میں حاجت مندوں کو خوشحالی تک مہلت دینی چاہیے جو چیز ضرورت سے زائد ہو وہ صدقات وخیرات کی صورت میں مستحق لوگوں میں خرچ کرنا چاہیے نیز ان کے ساتھ عفو و در گزر کرنا زیادہ بہتر ہے۔

- **تربیت کے لئے در گزر**

معاشرے میں بد تمیزی اور نازیبا حرکات کرنے والوں سے نہ صرف چشم پوشی کی جائے بلکہ اُن سے حُسن سلوک سے پیش آیئں۔اس طرح ان کی تربیت بھی ہو جائے گی تاکہ وہ اچھے شہری بن کر امن وامان میں اپنا مثبت کردار ادا کریں۔ایک دفعہ امام ابو حنیفہ کو کسی نے سر عام بازار میں بُرا بھلا کہا انھوں نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ تھیلے میں اشرفیاں ڈال کر اس شخص کے گھر جا کر اس کو بطورِ تحفہ دی وہ بہت شرمندہ ہوا،اس نے امام ابو حنیفہ سے معافی مانگی نیز ان کی صحبت میں رہ کر تعلیم حاصل کر کے عالم بن گیا۔(۱)

ہمارے اسلاف نے اپنے عمل و کردار سے افراد کو تعلیم دی۔آج یہی طرزِ عمل اپنا کر لوگوں کی تربیت کرنی چاہیے۔الغرض انفرادی سطح پر فرد اپنے اختیار و مرضی سے عفو ودر گزر کا مظاہرہ کرتا ہے۔

- **اصلاح کے لیے معافی**

عفو در گزر کا ایک اصول یہ ہے جن لوگوں نے دوسروں کو تکلیف دی ہے انکے دل میں اپنی غلطی کا احساس ہو اور وہ آئندہ اپنے طرز عمل کو بہتر بنا کر اس پر عمل کریں۔توانھیں معاف کیا جائے۔

ایک دفعہ خلیفہ بغداد مامون کے سامنے ایک شخص لایا گیا۔جس سے کوئی غلطی سرزد ہوئی تھی۔تو مامون نے اسکو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: تم سے یہ خطا سرزد ہوئی ہے۔اس نے جواب دیا: میں ہی خطاکار ہوں اور آپ کے عفو در گزر پر میرا یقین ہے۔خلیفہ نے اس کے منہ سے یہ کلمات سنتے ہی معاف کرتے ہوئے اسکو آزاد کر دیا۔(۲)

اسکا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ سب سے مشکل کام اپنی غلطی تسلیم کرنا ہے اور پھر وہ آہستہ آہستہ اسکو ترک کر دیتا ہے۔

رسوائی اور توہین پر عفو

غزوہِ خیبر کی فتح کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ رسول کریم ﷺ کے گھر کا انتظام وانصرام انجام دیتے تھے۔حضرت محمد ﷺ جو کچھ گھر میں ہوتا وہ تقسیم کر دیتے تھے۔بعض اوقات حضرت بلال رضی اللہ عنہ گھریلو اشیاء ادھار لاتے اور جونہی رقم آتی،ادا کر دیتے تھے۔ایک دفعہ ایک مشرک تاجر نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہا:

---

۱ مودودی، تفہیم القرآن،۲/۱۹۰

۲ شہاب الدّین محمد بن احمد الابشیھی، المستَطرف فی کُل فن المُستظَرف،(بیروت: دارالمکتبہ الحیاۃ،الطبعۃ الاولیٰ،۱۴۱۲ھ)،۱/۲۸۱

جب قرض لینا ہو تو مجھ سے لیا کرو۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ ادھار سودا اس کی دوکان سے خرید کر لائے اور رقم کی ادائیگی کا وعدہ کر دیا۔ ابھی رقم ادا کرنے میں چار دن باقی تھے۔ جونہی حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دینے کے لیے اٹھے۔ فوراً وہ مشرک اپنے ساتھ دوسرے تاجروں کو بھی لایا اور کہا: اے حبشی! تمھارے وعدہ پورا کرنے میں صرف اور صرف چار دن باقی ہیں۔ بصورت دیگر تم یہ رقم میرے جانور پال کر ادا کروگے۔ اسکے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت ﷺ سے اذان دینے اور دیگر امور کی انجام دہی سے الگ ہونے کی معذرت کی اور ساتھ میں یہ واقعہ بھی سنایا۔ اسی دوران بارگاہ نبوت ﷺ میں کہیں سے اناج آگیا۔ اسکو فروخت کر کے مقررہ وقت سے پہلے اس مشرک کو رقم ادا کر دی گئی۔(۱)

درحقیقت اس مشرک کی نیت میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی توہین کرنا شامل تھا۔ اس واقعہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ بحیثیت انسان خواہ وہ کسی بھی مذہب کا پیروکار ہو، اس کی عزت کی جائے، اس کے جذبات و احساسات کا احترام کیا جائے اور ہر کسی کی مدد کی جائے اور کسی کو دوسروں کے سامنے رسوا نہ کیا جائے۔

- **بدتمیزی پر معافی**

بعض اوقات جاہل لوگ کسی کے مرتبے اور عہدے سے ناآشنا ہوتے ہوئے انتہائی گستاخی سے بات چیت کرتے ہیں۔ ایسے میں اُن سے کنارہ کشی کی جائے۔ اسلامی تعلیمات نے آپس میں لوگوں کو بھائی بھائی بنا کر باہمی رنجشوں کا خاتمہ کر دیا تاکہ معاشرتی زندگیوں میں سکون آسکے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ کہیں جا رہا تھا۔ آپ ﷺ نے نجرانی چادر (موٹی اور کھردری) کندھوں پر ڈالی ہوئی تھی۔ ایک گاؤں کے آدمی نے اس چادر کو پکڑ کر کھینچا۔ آپ ﷺ کی گردن مبارک رگڑ سے سرخ ہو گئی۔ پھر یوں مخاطب ہوا: اللہ تعالیٰ کا جو مال آپ ﷺ کی زیرِ ملکیت ہے۔ اس میں سے تھوڑا حصہ مجھے بھی عطا کر دیں۔ آپ ﷺ اس کی اس حرکت پر مسکرائے اور کچھ بھی نہ کہا۔ بلکہ مال دے کر اس سے خندہ پیشانی کا مظاہرہ کیا۔(۲)

نبی کریم ﷺ ہر قسم کے لوگوں سے عفو و درگزر سے پیش آتے تھے۔

عصرِ حاضر میں ہمیں ایسا ہی رویہ اپنے ارد گرد کے لوگوں کی بدتمیزی پر اختیار کرنا چاہیے۔

---

۱ شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، ۲/۶۰۹

۲ محمد کرم شاہ الازہری، ضیاءُ النبی ﷺ، ۴/۴۱۰-۴۰۹

• خانگی لڑائیوں کو نظر انداز کرنا

گھر انسان کے لئے چین واطمینان کی جگہ ہے اس کے سکون کی ذمہ داری میاں بیوی دونوں پر ہے خاوند کو بحیثیت سربراہ بیوی کی خطاوں کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔

حضرت عائشہ رسولِ کریم ﷺ کی پیاری بیوی تھیں ایک دفعہ ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ سے اونچی آواز میں بول رہی تھیں، ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں طمانچہ مارنے کے لیے پکڑا اور بولے: سنو! تم اپنی آواز رسول اللہ ﷺ پر بلند کرتی ہو، نبی اکرم ﷺ نے انہیں روکا، ابو بکر غصے میں باہر نکل گئے، انکے جانے کے بعد نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((كَيْفَ رَأَيْتِنِي أَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ؟))[1]

ترجمہ: دیکھا تو نے میں نے تجھے اس شخص سے کیسے بچایا؟

کچھ دنوں بعد ابو بکر صدیق آئے اور دونوں سے بولے: آپ لوگ مجھے اپنی صلح میں بھی شامل کر لیجئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ہم نے شریک کیا۔[2]

عفو و در گزر کے لحاظ سے یہ واقعہ اپنی مثال آپ ہے۔ نبی کریم ﷺ لڑائی میں بھی اپنی بیوی سے بدلے لینے کی بجائے اسکے والد کے مارنے پر اسے بچاتے ہوئے در گزر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر نبی کریم ﷺ درمیان سے ہٹ جاتے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو مارتے۔ اس وقت آپ ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کو سزا دے سکتے تھے۔ لیکن آپ ﷺ نے زبان سے ایک لفظ بھی ادا نہ کیا بلکہ مسکراتے ہوئے ان سے بات کرنا شروع کر دی۔

• بیویوں کے حسد پر در گزر

انسانی فطرت ہے کہ خاوند کو کسی بیوی سے اس کے حسنِ سلوک کی وجہ سے زیادہ محبت ہو جاتی ہے جبکہ دوسری بیوی اس سے حسد کرتی ہے تو ان حالات میں خاوند کو گھریلو امن واستحکام کے لیے عفو و در گزر دوسری بیوی سے کرنا چاہیے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس قدر محبت تھی کہ اکثر ان کا ذکر کرتے تھکتے نہیں تھے۔ ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے غیرت میں آکر یہ کہہ دیا: یارسول اللہ

---

۱ ابوداود، السنن، كتاب الْأَدَبِ، بَابُ مَا جَاءَ فِي الْمِزَاحِ، ح۴۹۹۹

۲ آفروغ حسن، ازواج مطہرات، (لاہور: رابعہ بک ہاؤس، طبع اول، ۱۴۱۲ھ)، ۴۷

!آپ ﷺ قریش کی لال باچھوں والی عورت کو کیوں اتنا یاد کرتے ہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپکو اس سے اچھی بیوی عطا کر دی ہے۔(۱)

نبی کریم ﷺ کو اسقدر غصہ آیا کہ آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا جسے دیکھ کر آسانی سے یقین کیا جا سکتا تھا کہ آپ ﷺ کی یہ حالت عذاب یا رحمت کے خوف کی وجہ سے ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے اس غصے کی وجہ سے مجھے اپنی ذات پر شدید ندامت ہوئی۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی: "یااللہ! آج تیرے رسول کریم ﷺ کا غصہ ختم ہو جائے تو اپنی تمام عمر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں غلط انداز سے کبھی کوئی بات نہیں کروں گی"۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے کچھ دیر بعد میری شرمندگی کو دیکھ کر کہا: خدیجہ نے مجھ پر ایمان لا کر میری تصدیق کرتے ہوئے مجھے گھر اور اولاد عطا کی۔ نبی کریم ﷺ ایک ماہ تک میرے نزدیک نہ آئے۔(۲)

پھر رسول ﷺ نے کافی دنوں بعد میرے ساتھ پہلے جیسا سلوک اختیار کیا۔

• نقصان پہنچانے والوں سے عفو و درگزر

نقصان پہنچانے والے دشمن سے بہت زیادہ درگزر کر کے جان کی امان دی جائے۔ آخر کار وہ خود شرمندہ ہو جاتا ہے۔

فتحِ مکہ کے بعد قبیلہ ہوازن اور بنو ثقیف نے مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کی تیاریاں شروع کیں۔ نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا علم ہوا۔ آپ ﷺ نے بھی صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ اجمعین کے ساتھ تیاری مکمل کر کے ابھی حنین کے مقام پر پہنچے ہی تھے۔ کفار نے مالک بن عوف کی قیادت میں علی الصبح اچانک مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ مسلمان لشکر اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا۔ مسلمانوں پر کفار کی برتری ہونے لگی۔ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ پھر تمام لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس اکٹھے ہوئے۔

رسولِ خدا ﷺ نے اونچی آواز سے فرمایا:

((أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبْ أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ))(۳)

ترجمہ: میں نبی ہوں اس میں جھوٹ کا کوئی دخل نہیں میں عبد المطلب کی اولاد ہوں۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو دشمن پر حملہ کرنے کے احکام صادر فرمائے۔ اور ساتھ ہی مٹھی بھر خاک دشمنوں کی طرف پھینکی اور یہ الفاظ ادا کیے:

---

۱ محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، (لاہور: ضیاءُ القرآن پبلیکیشنز، طبع بار چہارم، ۱۴۲۰ھ)، ۴۲۹/۲

۲ محمد روح اللہ، رسولِ اکرم کی ازدواجی زندگی، (کراچی: مکتبہ الشیخ، بہادر آباد، طبع اول، ۲۰۰۰ء)، ۶۳-۶۱

۳ ابنِ قیم، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ۵۰۳

((شَاهَت الْوُجُوهُ))[1]

ترجمہ: چہرے بگڑ گئے۔

مٹی پھینکتے ہی وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے۔ انھیں ناکامی ہوئی۔ جبکہ بڑی تعداد میں کفار گرفتار ہو گئے۔ انکا سردار مالک بن عوف اپنی ناکامی کو دیکھتے ہی طائف فرار ہوا۔ حضرت محمد ﷺ نے اسکو پیغام دیا۔ وہ واپس آجائے تو میں اسکو اسکے بیوی بچے، مال و دولت نہ صرف واپس کردوں گا بلکہ اس کو اپنی طرف سے بطور انعام سو اونٹ بھی دوں گا۔ وہ یہ پیغام سنتے ہی نبی کریم ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا اور ایمان لے آیا۔ آپ ﷺ نے اپنا وعدہ پورا کیا۔ مالک بن عوف رسول کریم ﷺ کے عفو و درگزر سے بہت خوش ہوا۔[2]

آج بھی یہ ہمارے سماج کے لئے بہترین تقلید ہے۔

• خطرناک جانی دشمن کے ساتھ درگزر

برداریوں اور اداروں میں ہمیں بعض لوگوں سے ناقابلِ تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ اس صورت حال میں اُنھیں ماحول میں امن کے لئے معاف کردینا زیادہ بہتر ہے۔

ہندہ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی اور اسلام کی صفِ اوّل دشمن تھی غزوہِ بدر میں ہندہ کے والد عتبہ کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے قتل کیا تھا جو اپنے قبیلہ کا سردار تھا۔ انتقام کی آگ ہندہ کے اندر بھڑک اٹھی۔ جس نے اپنے غلام وحشی بن حرب کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سے بدلہ کے لیے اُکسایا۔ دونوں کے درمیان معاملہ وحشی کی آزادی طے پایا تھا۔ غزوہِ اُحد میں وحشی نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا تھا۔ ہندہ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ چاک کر کے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبا کر مکہ ساتھ لے گئی تھی اور انکے جسم کی بے حرمتی کرنے کے بعد انکے جسمانی اعضاء سے بالیاں، ہار، کنگن اور پازیب بنا کر اور پہن کر مکہ میں داخل ہوئی تھی۔[3]

فتح مکہ کے دن حضورِ اکرم ﷺ کے سامنے بیعت کرنے کے لیے ہندہ قریشی خواتین کی طرح نقاب پہن کر آئی۔ رسولِ کریم ﷺ نے اسکو معاف کیا اور وہ مسلمان ہو گئی۔ رہتی دنیا تک ایسی خطرناک جانی دشمن کے ساتھ بہترین درگزر کی مثال نہیں مل سکتی۔ جس کا مظاہرہ نبی کریم ﷺ نے عملاً چودہ سو سال پہلے کیا تھا۔

موجودہ حالات میں یہی ہمارے سماج کے لئے درس ہے۔

---

۱ امام مسلم، صحیح مسلم، كتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ، بَابٌ فِي غَزْوَةِ حُنَيْنٍ، ح۱۷۷۶

۲ ابنِ ھشام، سیرۃالبنویۃ، ۱۴۷/۴

۳ ایضاً، ۳/۵۰تا۵۲

- ## اقلیتوں کا احترام اور ان سے عفو

اکثریت اور اقلیت ہر معاشرے کے اہم ستون ہیں جن سے مساوی سلوک عین ذمہ داری ہے۔
رحمت العالمین ﷺ کے عفو و درگزر سے دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ نیز انھوں نے آپ ﷺ کی تعریف بھی کی۔ یہ آپ ﷺ کی نرمی اور برداشت ہی تھی کہ غیروں کے سخت لہجے اور تیز و تند زبان کے بدلے ہنستے مسکراتے برتاؤ کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اقلیتوں میں سے یہودیوں کو یہ شرف بخشا کہ انکی ریشہ دوانیوں کو معاف کرتے ہوئے انکی بیٹی سے شادی کر کے انھیں عزت بخشی۔

- ## حضرت صفیہ سے شادی

غزوہِ خیبر میں مسلمانوں کو شاندار فتح نصیب ہوئی۔ اس جنگ کے قیدیوں میں بنو نضیر کے قبیلے کے سردار حیٔ بن اخطب کی بیٹی صفیہ بھی قید ہوئی۔ آپ کے سامنے صفیہ کو پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا: صفیہ تمہیں دو چیزوں کا اختیار دیتا ہوں:

اول۔ تمہیں آزاد کر دوں اور تم اپنے اہل و عیال کے پاس واپس چلی جاؤ۔

دوئم۔ چاہو تو اسلام قبول کر لو اور میں تم سے شادی کر لوں۔

صفیہ نے جواب دیا: یارسول اللہ ! حالتِ کفر میں یہ خواہش تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اب یہ موقع عطا کر دیا ہے میں ضرور اسکو قبول کرتی ہوں اور اس طرح یہ شادی ہو گئی۔[۱]

عصر حاضر میں اس واقعہ سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی دشمنوں کی بیٹی سے شادی عفو و درگزر کی بے نظیر مثال ہے جو وقت اور حالات سے مصلحت کا تقاضا ہے۔ نیز اُمت کے لیے یہی مشعلِ راہ ہے۔

- ## جان کو تکلیف دینے والوں کی معافی

بنو زریق کا لبید بن اعصم ایک یہودی نے نبی اکرم ﷺ پر جادو کیا تھا۔ اس نے تانت کے دھاگے پر گیارہ گرہیں لگائی تھیں اور اسکو پھر بالوں میں کنگھی کے اندر لگا دیا تھا۔ اس نے نبی کریم ﷺ کے سر کے بالوں کو بھی استعمال کیا تھا۔ اس نے تمام مواد کو کنواں کے اندر دفن کر دیا تھا۔ اس جادو کے اثر سے نبی اکرم ﷺ کی طبعیت خراب ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ کو خواب کے ذریعے ساری تفصیل بتادی تھی۔ پھر نبی اکرم ﷺ اس کنواں کی طرف گئے اسکا پانی زرد ہو چکا تھا۔ وہاں سے آپ ﷺ نے وہ تمام چیزیں نکال لیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے

---

۱ آفروغ حسن، ازواجِ مطہرات، ۲۶۶-۲۶۹

سورۃ الفلق اور سورۃ الناس نازل کیں، جنکی آیات کی تلاوت سے وہ گرہیں کھلتی چلی گئی اور آپ ﷺ مکمل صحت یاب ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے اس یہودی سے اس جادو کے بارے میں کوئی بات نہیں کی اور نہ کوئی سزا دی۔[۱]

اس سے یہ نصیحت ملتی ہے کہ جانی تکلیف کو برداشت کرتے ہوئے عفو و درگزر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔

• غیر مسلموں سے درگزر اور اُن کی دیکھ بھال

ایک دفعہ ایک یہودی کا بیٹا سخت بیماری میں مبتلا تھا اور قریب المرگ تھا۔ آپ ﷺ کو بہت پریشانی ہوئی اور فوراً اسکے گھر تشریف لے گئے۔ وہ یہودی اسوقت اپنے بیٹے کے پاس موجود تھا۔ اس نے اپنے بیٹے سے کہا: نبی اکرم ﷺ سے اسلام قبول کر لو۔ لڑکے نے اپنے باپ کی بات مانتے ہوئے اسلام قبول کر لیا۔[۲]

نبی کریم ﷺ کو جب یہود کے گھر کسی پریشانی یا بیماری کا علم ہوتا ہے۔ فوراً اسکی خبر گیری کے لیے تشریف لے جاتے ہیں اور انکی خطاوں سے درگزر کرتے ہیں۔

یہ واقعہ ہمیں غیر مسلم کے ساتھ عفو و درگزر اور اچھے سلوک کی تعلیم دیتا ہے۔

حاصلِ کلام

عفو و درگزر کا دائرہ کار انفرادی معاملات میں زیادہ ہے کیونکہ کوئی شخص آسانی سے دوسروں کو معاف کرتا ہے اور اپنی مرضی سے بہترین سلوک کرتا ہے مثلاً مالی معاملہ ہو یا معاشرتی مسلہ، افراد کی تربیت ہو یا اصلاح کا پہلو، توہین و رسوائی ہو یا بدتمیزی وغیرہ۔ اس میں خطرناک جانی دشمنوں اور نقصان دینے والوں کو معاف کیا جاتا ہے۔ نیز گھریلو جھگڑوں اور حسد و تعصب سے درگزر کیا جاتا ہے۔ ایسا مسلمانوں، مشرکوں اور اقلیتوں سب کے ساتھ برابر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ معاشرے کے بنیادی جزو ہیں۔

---

۱ ابنِ کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۸/۵۳۷-۵۳۸

۲ ترمذی، محمد بن سَورۃَ، الشمائل المحمّدیۃ، (بیروت: دار الحدیث، الطبۃ الثالثۃ، ۱۹۸۸ء)، ۱۵۸

فصل سوئم

عفو ودر گزر کا ریاستی سطح پر دائرہ کار

اسلامی تعلیمات ریاستی سطح پر دوسروں کو معاف کرنے اور در گزر کرنے کا درس دیتی ہے تاکہ ماحول پر امن اور خوشگوار رہے اس کی عملی مثال ریاستِ مدینہ کی ہے جب آپ ﷺ نے مسلمانوں، کافروں اور یہود و نصاری کے ساتھ عفو ودر گزر کیا۔

عفو ودر گزر کے دائرہ کار کو ریاستی سطح پر اس طرح بیان کیا گیا:

- **اشاعتِ دین کے لیے عفو ودر گزر**

انسان کو کسی نئی چیز سے روشناس کرانا، آسان نہیں ہے وہ اس میں ضرور رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے۔ دعوتِ اسلام کے بلانے پر گالی گلوچ کرے، پتھر برسائے تو بدلے میں اس کو معاف کرکے حُسن سلوک سے بات کی جائے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[۱]

ترجمہ: تم بہترین اُمّت ہو جو لوگوں کے لئے بھیجی گئی تم اچھے کاموں کا حکم کرتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا کہ مسلمان لوگوں کو اچھائی کی طرف راغب کرتے ہیں اور برے کاموں سے بچنے کی تاکید کرتے ہیں۔

دشمنانِ اسلام یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ اسلام کی اشاعت تلوار سے ہوئی ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ عفو ودر گزر ہی وہ صفت ہے جس سے اسلام کی اشاعت تیزی سے ہوئی اور بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔[۲]

نبی اکرم ﷺ نے صرف ان کافروں سے جہاد کیا جنھوں نے خود پہل کرکے مسلمانوں پر حملے کیے۔ آپ ﷺ کا دفاعی نقطہء نظر تھا اور انسانی شفقت کا جذبہ کار فرما تھا۔ نیز وقت اور حالات کے مطابق آپ ﷺ معافی اور در گزر سے کام لیتے تھے۔ اسلامی ملک کے ذمہ داروں کو عفو و در گزر ہی اپنا کر دین کی نشر و اشاعت کرنی چاہیے۔

---

۱ آل عمران: ۱۱۰/۳

۲ الغزالی، محمد بن محمد، اِحیائے عُلوم الدّین، (بیروت: دارُالمعرفۃ، الطبعۃ الثالث، ۱۴۰۲ھ)، ۱۸۳/۳

• خادموں اور تابع لوگوں کو معاف کرنے کے لیے عفوودر گزر

انسانی زندگی کے نظام کو چلانے اور برقرار رکھنے کے لیے انسانوں کے مابین مالکِ کائنات نے تفریق پیدا کی ہے کوئی بادشاہ ہے، تو کوئی رعایا، کوئی نوکر یا غلام۔ یہ فرق صرف اور صرف آپس کی ضروریات کی تکمیل کے لیے ہے۔ جبکہ اولادِ آدم ہونے کے ناطے سب انسان یکساں عزت واحترام کے حامل ہیں بحیثیت انسان سب برابر ہیں کسی میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جیرالڈ جی جمپولسکی کا عفوودرگزر کے متعلق کہنا ہے۔

> In this chapter (Miracles of Forgiveness), I would like to explore some examples in which people have brought grievances from the past into their awareness and released them. It is my hope that these true stories might be helpful models that will guide others toward letting go of the past through forgiveness.[1]

ترجمہ: اس باب (معافی کے معجزات) میں کچھ ایسی مثالیں تلاش کرنا چاہوں گا ماضی کی شکایات کو اپنے شعور میں لا کر ان کا ازالہ کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ سچی کہانیاں بطور نمونہ ثابت ہو سکتی ہیں جو معافی کے ذریعے ماضی کو چھوڑنے کی طرف دوسروں کی رہنمائی کریں گی۔

عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا:

((يَا رَسُولَ اللهِ، كَمْ نَعْفُو عَنِ الْخَادِمِ؟ فَصَمَتَ، ثُمَّ أَعَادَ إِلَيْهِ الْكَلَامَ، فَصَمَتَ، فَلَمَّا كَانَ فِي الثَّالِثَةِ قَالَ: اعْفُوا عَنْهُ فِي كُلِّ يَوْمٍ سَبْعِينَ مَرَّةً))[۲]

ترجمہ: یااللہ کے رسولؐ! ہم خادم کو کتنی بار معاف کریں؟ آپؐ (سن کر) چپ رہے پھر اس نے اپنی بات دہرائی، آپ پھر خاموش رہے، تیسری بار جب اس نے اپنی بات دہرائی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہر دن ستر بار اسے معاف کرو۔

حاکم کے سامنے پورے ملک کے لوگ ہیں جبکہ گھریلو زندگی میں بیوی اور بچے ہیں ان سب کی خطاؤں کو معاف کرتے ہوئے ان سے درگزر کیا جائے آپس میں ایک دوسرے کو معاف کرنے سے باہمی کینے دور ہو جائیں گے۔

---

1 Gerald G.Jampolsky,M.D., Forgiveness (The Greatest Healer Of All), Atria paperback, New York, 2007, Vol:1, P:64

۲ ابوداؤد، السنن، (الریاض: دار اسلام، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۰ھ)، كِتَاب الْأَدَبِ، بَابٌ فِي حَقِّ الْمَمْلُوكِ، ح۵۱۶۴

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((تَصَدَّقْ به عَلَی خَادمكَ))[1]

ترجمہ: اپنے خَادم پر خرچ کَرو۔

اس حدیث مبارکہ میں یہ تعلیم ہے کہ رسول کریم ﷺ نے اپنے خاندان پر دولت خرچ کرنے کے بعد اپنے ماتحتوں اور نوکروں پر رقم خرچ کرنے کے احکامات صادر فرمائے ہیں۔ مثلاً کپڑے اور گھریلو اشیاء یا خوشی غمی کے موقع پر مالی امداد وغیرہ۔

ایک دفعہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کھانا کھانے کے لیے دستر خوان پر بیٹھے ہی تھے کہ ان کی لونڈی سے شوربے کا پیالہ ہاتھ سے گرا اور انکے تمام کپڑے خراب ہو گئے، لونڈی خوف سے لرزنے لگی، پھر اس نے اپنے حواس کو درست کرتے ہوئے سورہ آل عمران کی آیت ایک سوچونتیس (۱۳۴) پڑھی: " وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ "یعنی اللہ تعالیٰ غصہ ضبط کرنے والوں کو پسند کرتا ہے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرَمایا: میں نے غصے کو کنٹرول کر لیا، پھر لونڈی نے آیت کا یہ حصہ پڑھا: " وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ "یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کو معاف کر دینے والوں کو پسند کرتا ہے، تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میں نے تمھارے ساتھ عفو کا معاملہ کر دیا، اس کے بعد لونڈی نے آیت کا یہ حصہ تلاوت فرمایا: " وَاللهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِين "یعنی اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میَں نے تمھیں رَہائی دے دی اور تم آزاد ہو۔[2]

یہ واقعہ تعلیم دیتا ہے کہ عصرِ حاضر میں عام زندگی میں اربابِ اختیار کے اپنے ماتحتوں اور نوکروں کے ساتھ ایسے رویوں کو عملی طور پر اپنائے تو بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔

• حاکمِ وقت کی نجی زندگی میں عفوودرگزر

مخالفین حاکمِ وقت کو بدنام کرنے کے لئے کوئی بھی حربہ اختیار کر سکتے ہیں۔ جس کا مقصد ان کو ذہنی اذیت دینے کے ساتھ انھیں رُسوا کرنا ہوتا ہے۔ ایسا ہی رسولِ کریم ﷺ کے ساتھ عبداللہ بن ابی نے چند سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر کیا۔

حضرت محمد ﷺ صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ اجمعین کے ساتھ غزوہ بنی المصطلق سے واپس آرہے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا انسانی ضرورت کی وجہ سے پڑاؤ لشکر سے دُور تھی۔ اس بات کا پتہ کسی کو نہ

---

۱ ابوداؤد، السنَن، كتَابُ الزَّكَاة، بَابٌ في صلَة الرَّحم، ح۱۶۹۱

۲ محمد مزمل احسن، ابوطاہر سدیقی، اَبوخالد صدَیقی، آئینہ اسلامی تہذیب وتمدن، (لاہور: خالد بک ڈپو، س۔ن)، ۱۲۹-۱۲۸

تھا۔اچانک ان کی نظر گلے کے ہار پر پڑی، جو ٹوٹ کر گر چکا تھا۔وہ اسکو تلاش کرنے میں مصروف ہو گئیں۔کچھ وقت لگ گیااور لشکر وہاں سے روانہ ہو گیا۔جب وہ مقامِ لشکر پر پہنچی تو کوئی شخص وہاں موجود نہ تھا۔چنانچہ وہ پیڑ کے نیچے بیٹھ گئیں اور سو گئیں۔لشکر کے سب سے آخر میں آنے والے آدمی حضرت بلال بن امیہ رضی اللہ عنہ تھے۔انھوں نے انھیں دیکھ لیا، تو کہا" إِنَّا لِلّٰه وَإِنَّا إِلَيْه راجِعُونَ"انکی اس تلاوت سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آنکھ کھل گئی۔ حضرت بلال بن امیہ رَضِیَ اللّٰہ عَنہ َنے اونٹ کو بٹھایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سوار ہو گئیں۔اس طرح وہ کچھ دیر بعد وہ لشکر سے ساتھ مل گئیں۔عبداللہ بن ابی نے اس موقع کا فائدہ اٹھایااور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاپر تہمت لگادی اور خوب شور و غل مچایا۔اس کے ہمنوا کچھ مسلمان جن میں حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ، حمنہ بن جحش رضی اللہ عنہااور اماسہ بنت مسطح رضی اللہ عنہ شامل تھے۔(۱)

نبی کریم ﷺ اس واقعہ پر مکمل خاموش رہے۔جبکہ مسلمان حیران تھے کہ اصل صورتحال کیا ہے؟کئی دن گزر گئے۔بالآخر سورۃ النور نازل ہوئی۔جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بے گناہ ثابت کردیا۔ انھوں نے خوش ہو کر اللہ تعالیٰ کا بہت زیادہ شکر ادا کیا کہ رب العزت نے انہیں سرخرو کیا۔اس کے بعد رسول کریم ﷺ نے تین مسلمانوں کو اسّی اسّی کوڑے تہمت پر لگائے لیکن عبداللہ بن ابی کو کچھ نہ کہا*۔(۲)

منافقین کا سب سے بڑا سردار عبداللہ بن ابی جب مرا، تو اس کی والدہ نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اور آپ کی قمیض اسکو پہنانے کے لیے مانگی، آپ ﷺ نے فوراً دے دی تاکہ اسکو اس میں دفنایا جاسکے اور حضرت عمر رضی اللہ کے منع کرنے کے باوجود آپ ﷺ نے اسکی نماز جنازہ پڑھائی۔(۳)

آپ ﷺ نے عفو و درگزر کی نئی تاریخ دین کی سربلندی کے لیے رقم کی۔یہی امت کے لیے مشعل راہ ہے۔

---

۱ ابنِ ھشام، عبدالملک، سیرۃ البنویۃ،(بطنطا:دار الصحابہ للتراث،الطبعۃ الاولی، ١٤١٦ھ)،۳/۲۹۴-۲۹۸

۲ مودودی، تفہیمُ القرآن، ۳۱۴-۳۱۰

* اسکی ایک وجہ یہ تھی کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول قبیلہ خزرج کا سردار اور رئیس المنافقین تھا۔جسکی رسمِ تاج پوشی ہجرتِ مدینہ کی وجہ سے نہ ہو سکی تھی۔قبیلہ اوس و خزرج نے متفقہ طور پر اسکو ریاستِ مدینہ کا بادشاہ بنانا تھا۔وہ اور اس کا منافقین کا گروہ بظاہر مسلمان لیکن اندر سے کافر تھے۔ان کا مسلمانوں کی تمسخر اڑانااور ذہنی اذیتیں دینا کسی سے بھی پوشیدہ نہیں تھا۔مدینہ میں سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کو انھوں نے پہنچایا۔خزرجی صحابہ رضی اللہ عنہ اجمعین نبی اکرم ﷺ سے کہا کرتے تھے : یارسول اللہ ﷺ !اس پر رحم کیجیے کیونکہ یہ سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کی آمد سے انکی بادشاہت چلی گئی۔

۳ محمد یوسف کاندھلوی، حَیاۃالصَّحابہ، ترجمہ: محمد احسانُ الحق،(لاہور: مکتبہُ الحسن، جدید ایڈیشن، س-ن)،۲/۶۱۳-۶۱۵

• کفالتِ عامہ اور عفو و در گزر

اسلام میں ریاست تمام شہریوں کو بنیادی ضروریاتِ زندگی میں خوراک، لباس، گھر، تعلیم، علاج اور انصاف وغیرہ کی فراہمی کی نگہبان ہے۔ایک طرف حکومت کفالت کے تمام اقدامات کرتی ہے تو دوسری ایسے مواقع پیدا کرتی ہے کہ لوگ اپنا رزق باعزت طور پر خود کما سکیں۔[1]

حضرت ابو مریم ازدی رضی اللہ نے روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ وَلَّاهُ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ شَيْئًا مِنْ أَمْرِ الْمُسْلِمِينَ، فَاحْتَجَبَ دُونَ حَاجَتِهِمْ وَخَلَّتِهِمْ وَفَقْرِهِمِ احْتَجَبَ اللهُ عَنْهُ دُونَ حَاجَتِهِ وَخَلَّتِهِ وَفَقْرِهِ))[2]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو مسلمانوں کے کسی معاملے کا والی اور ذمہ دار بنا دیا ہو، پھر وہ ان کی ضروریات، حاجت مندی اور فقیری میں ان سے ملنے سے گریز کرے (حجاب میں رہے) تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے حجاب فرمالے گا۔

یعنی قیادت کے منصب پر فائز شخص اپنی عوام کا کفیل ہے۔اسی طرح لوگ بھی رزقِ حلال کما کر اپنا بوجھ خود اٹھائیں۔کچھ افراد جان بوجھ کر کام کرنا نہیں چاہتے، تو متعلقہ قیادت ان کو معاف کرتے ہوئے انھیں بار بار ہاتھ سے کمانے کے لئے متحرک کرے۔

• حکومتی معاملات میں عفو و در گزر

امن وامان کو برقرار رکھنے کے لئے سربراہِ مملکت کو دوسروں کو معاف کر کے ان سے حُسن سلوک سے پیش آنا زیادہ بہتر ہوتا ہے۔کیونکہ عوام کے لئے اس کا کردار قابل تقلید ہوتا ہے۔اس کی عملی مثال عفوِ عام غزوہِ مکہ کی ہے۔قریشِ مکہ نے اپنے دورِ عروج میں ظلم وستم کی لاتعداد داستانیں رقم کیں تھیں۔خواہ نبی کریم ﷺ کے قتل کے منصوبے ہوں یا اصحاب کو کوئلوں یا تپتی ریت پر پر لٹایا جاتا لیکن انکا ایمان متزلزل نہ ہوا۔

حضرت محمد ﷺ نہایت عاجزی کے ساتھ سورۃ فتح کی تلاوت کرتے ہوئے گردن جھکائے ہوئے مکہ میں داخل ہوئے خانہِ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے بعد مشرکینِ مکہ سے تاریخی خطاب کیا اور ان سے پوچھا: "میں آج تم سے کیا سلوک کرنے والا ہوں"؟ سب نے ایک ہی زبان میں کہا: "آپ ﷺ شریف بھائی کے بیٹے ہیں"۔

---

۱ محمد طاہر، اسلام اور کفالتِ عامہ، (لاہور: منہاج القرآن پبلیکیشنز، طبع اول، ۲۰۰۸ء)، ۳۶

۲ ابوداود، السنن، کتابِ الْخَرَاجِ وَالْفَيْءِ وَالْإِمَارَةِ، بَابٌ: فِيمَا يَلْزَمُ الْإِمَامَ مِنْ أَمْرِ الرَّعِيَّةِ وَالْحَجَبَةِ عَنْهُمْ، ۲۹۴۸

آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَثْرِیبَ عَلَیکُم الْیوم))[۱]

ترجمہ: جاؤ! آج تم سب آزاد ہو۔

مسلمانوں کی یہ شاندار فتح تھی جب آپ ﷺ کے سامنے بدترین سلوک کرنے والے لوگ بحیثیت مجرمُ اور قیدی موجود ہوں تو جذبات کو کنٹرول کرنا ناممکن ہوتا ہے لیکن پیارے رسول ﷺ کے عفوودرگزر کی تاریخِ عالم میں ایسی مثال کہیں نہیں ملتی۔[۲]

ظاہر ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے کفارِ مکہ کے ہر بُرے عمل پر انھیں معاف کرتے ہوئے ان سے اعلیٰ برتاؤ کیا آج اربابِ اختیار کو مفتوعہ علاقوں کی عوام کے ساتھ یہی طرزِ عمل اپنانا چاہیے۔

• ساتھیوں کی مخبری پر درگزر

حکومتی اُمور کو چلانے کے لئے حاکمِ وقت کو تحمل سے اپنے ساتھ کام کرنے والوں کے اہم راز فاش کرنے پر معاف کرکے ان سے حسنِ سلوک سے پیش آنا پڑتا ہے۔

حاطب بن ابی بلتعہ نے لشکرِ اسلام کی خبر قریشِ مکہ کو ایک خط کے ذریعہ دی۔ انھوں نے خط ایک عورت کے حوالے کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو بذریعہ وحی بتایا۔ آپ ﷺ نے فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو اس عورت کی تلاش کے لیے روانہ کیا۔ شروع میں عورت نے انکار کیا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دھمکی سے خط دے دیا۔ وہ خط لے کر دربارِ نبی میں پہنچے تو رسولِ خدا ﷺ نے حاطب رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ اس نے بتایا: یارسول اللہ! میں ابھی بھی اپنے مذہب پر قائم ہوں، مکہ میں میرے بیوی بچوں کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی رشتہ دار نہیں ہے۔ جبکہ میرے علاوہ باقی سب مہاجرین کے رشتہ دار مکہ میں ہیں۔ میں نے یہ حرکت قریشِ مکہ کا تعاون حاصل کرنے کے لیے کی ہے۔ تاکہ وہ انھیں کوئی نقصان نہ پہنچائیں۔ رحمت اللعالمین ﷺ نے ان سے سچ سننے کے بعد معاف کردیا۔[۳]

نبی کریم ﷺ نے غزوہِ مکہ کو مکمل خفیہ رکھا تھا۔ اس لئے حاطب بن ابی بلتعہ کو معاف کرنا بہت بڑا درگزر تھا۔ ایسا عمل ہمیں اپنی زندگیوں میں اپنانے سے کافی مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ آپ ﷺ شفقت اور عفوودرگزر کا عملی مجسمہ تھے اور آپ ﷺ ہمیشہ دوسروں کو معاف کرتے تھے۔

---

۱ ابنِ سعد، الطبقات الکبریٰ، ۲/۱۵۹-۱۵۲

۲ محمد احمد باشمیل، فتحِ مکہ، ترجمہ: اختر فتح پوری، (کراچی: نفیس اکیڈمی، طبع اوّل، ۱۹۸۴ء)، ۲۹۲-۲۹۴

۳ ابنِ قیّم، زادالمعاد فی ھدی خیر العباد، ۴۰۷-۴۷۱

- **جاسوسی کرنے والوں کی معافی کا اثر**

ملک دشمن عناصر ہر وقت مسائل پیدا کرنے کے لئے متحرک ہوتے ہیں اور کوئی بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ہیں۔

فرات بن حیان اسلام قبول کرنے سے پہلے ابوسفیان کے حکم پر مسلمانوں کی جاسوسی کرتا اور نبی کریم ﷺ کی ہجو بیان کرتا تھا۔ غزوہ خندق کے موقع پر یہ مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہوئے گرفتار ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے قتل کا حکم صادر فرمایا۔ وہ اس دوران انصاریوں کی محفل کے پاس سے گزر رہا تھا، کہنے لگا! میں مسلمان ہوں۔ کیونکہ یہ ایک انصاری صحابی کا حلیف تھا۔ اس انصاری نے جا کر رسول کریم ﷺ کو بتایا کہ یا رسول اللہ! فرات اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر رہا ہے۔ حارثہ بن مضرب سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((إِنَّ مِنْكُمْ رِجَالًا نَكِلُهُمْ إِلَى إِيمَانِهِمْ، مِنْهُمْ فُرَاتُ بْنُ حَيَّانَ))[1]

ترجمہ: تم میں سے بعض لوگ ایسے ہیں کہ ہم انہیں ان کے ایمان کے سپرد کرتے ہیں ان ہی میں سے فرات بن حیان ہیں۔

آپ ﷺ نے فرات بن حیان کو نہ صرف معاف کیا، بلکہ ان کے تالیفِ قلب کے لیے زمین بھی عطا کی۔ عصرِ حاضر میں ہمیں بھی نبی اکرم ﷺ کی تعلیمات کو اپناتے ہوئے اپنے دشمنوں سے ایسا ہی سلوک کرنا چاہیے۔

- **جنگی قیدیوں سے درگزر**

نبی کریم ﷺ نے جنگی قیدیوں سے عفو و درگزر کرتے ہوئے انھیں کبھی نوکر یا خادم نہیں بنایا۔ کبھی انھیں فدیہ، کبھی تبادلہ اور کبھی بطور احسان رہا کر دیا کرتے تھے۔ دورانِ قید انھیں بہترین کھانا دیا جاتا تھا۔ صحابہ اکرام کے حسنِ سلوک کی وجہ سے بعض رہائی کے بعد مسلمان ہو جاتے تھے۔

- **ملاقاتی وفود کے نازیبا الفاظ کو درگزر کرنا**

امن و استحکام کے لئے فرمارواکو دوسرے ممالک کے ساتھ روابط قائم کرنے پڑتے ہیں۔ ملاقاتی وفد کے نازیبا الفاظ سے درگزر کرنا بدلتے وقت کا اہم تقاضا ہوتا ہے۔

عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ نبی اکرم ﷺ کے پاس کچھ یہودی آئے اور کہا؛ اسام علیکم (سام موت کو کہتے ہیں)۔ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے سمجھ لیا اور جواب دیا "وعلیکم اسام والعنۃ" (اور تم پر بھی موت اور لعنت ہو)۔ ام المومنین حضرت عائشہ

---

1 ابوداؤد، السنن، كِتَاب الْجِهَادِ، بَابٌ فِي الْجَاسُوسِ الذِّمِّيِّ، ح ۲۶۵۲

رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت محمد ﷺ یہ سارا ماجرا سن کر فرمانے لگے، عائشہ! برداشت اور بردباری سے بات کرو۔ میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ آپ نے سنا کہ وہ کیا کہہ رہے تھے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: میں نے وعلیکم کہا ہے۔[۱]

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اگر برائی کا جواب دینا لازمی ہو جائے تو حتی المقدور کوشش کی جائے کہ اتنا ہی بدلا لیا جائے جتنا جرم ہو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ﴾[۲]

ترجمہ: بُرائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے۔

اس میں ایک نقطہ نظر یہ بھی ہے کہ مسلمان اور مومن کی عزت بہت زیادہ ہے۔ ایسا معاملہ جس میں کفار کی طرف سے مسلمانوں کو ذلت و خواری نہ ہو تو معاف کر دیا جائے لیکن جس معافی سے مسلمانوں کی عزت کو نقصان پہنچتا ہو اس میں برائی کی حد تک بدلہ لینا جائز ہے۔

• اتحادیوں کی چالاکیوں سے درگزر

ہنگامی حالات میں حکمران کو اپنے افراد پر زیادہ بھروسہ کرنا چاہیے کیونکہ اتحادی گرہ کسی وقت پر بھی ساتھ چھوڑ سکتا ہے۔

کفارِ مکہ غزوہ بدر کا انتقام لینے کے لیے جنگی تیاریوں میں مصروف ہوئے۔ رسولِ کریم ﷺ کو جب علم ہوا تو مسلمانوں سے مشورہ کیا۔ جوشیلے ناجوانوں کا اصرار تھا کہ جنگ شہر سے باہر رہ کر لڑنے کا فیصلہ کیا جائے۔ حضرت محمد ﷺ نے نوجوانوں کے جوش و جذبے سے متاثر ہو کر باہر جنگ لڑنے کے فیصلے پر عمل کر کے تیاری کر کے روانہ ہو گئے۔ عبد بن ابی سلول خزرجی بھی تین سو ساتھیوں سمیت نبی اکرم ﷺ کے ساتھ روانہ ہوا۔ لیکن عین جنگ شروع ہونے سے پہلے یہ کہہ کر علیحدہ ہو گیا، کہ آج جنگ نہیں ہو گی اس لیے ہم واپس جا رہے ہیں۔ دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے ہمارے مشورے پر عمل نہیں کیا۔ اس کا اہم مقصد یہ تھا کہ کفار کو طاقتور بنا کر پیش کیا جائے اور مسلمانوں کو نفسیاتی شکست دی جائے کہ وہ تنہا ہیں۔ تاہم رسولِ کریم ﷺ نے عبد بن ابی سلول خزرجی کو کچھ نہ کہا۔[۳]

---

۱ محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ۵۱۲/۵

۲ النساء: ۱۴۸/۴

۳ شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، ۲۳۴/۱

اس واقعے سے یہ ظاہر ہے کہ ہمیشہ اپنے قوتِ بازو پر انحصار کیا جائے کیونکہ موجودہ دور میں انسان دوسروں کی نیتوں کو نہیں جان سکتا ہے۔ نیز خلوصِ نیت اور کوشش جائز مقصد کے لیے ہو تو اللہ تعالیٰ ضرور کامیابی دیتے ہیں۔

- **گستاخانہ رویوں سے در گزر کرنا**

کام کی جگہ اور اداروں میں مخالفین کی تنقید کو برداشت کرتے ہوئے معاف کرنا پڑتا ہے کیوں کے اسی سے سکون وابستہ ہے۔

قبیلہ بنو مزینہ کا مشہور شاعر کعب بن زبیر اپنے بھائی کے ساتھ اسلام قبول کرنے کے لیے مدینہ تشریف لائے۔ وہ ابھی مدینہ منورہ سے دور کچھ فاصلے پر تھے۔ ان کے بھائی نے کعب بن زبیر کو وہیں قیام کرنے کو کہا اور خود نبی اکرم ﷺ سے ملنے چلا گیا۔ مدینہ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس پہنچتے ہی وہ مسلمان ہو گیا۔ جب کعب کو علم ہوا، تو اسے شدید صدمہ پہنچا۔ نتیجے کے طور پر اس نے نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخانہ شعر و شاعری شروع کر دی۔ رسول اکرم ﷺ نے اسے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ اسی دوران کعب بن زبیر کے بھائی نے اسکو اسلام کی سچائی اور نبی کریم ﷺ کے اعلیٰ اخلاق سے آگاہ کیا۔ کعب کے دل پر ان سب باتوں کا گہرا اثر ہوا۔ اس نے قصیدہ (بانتِ سعد) نبی اکرم ﷺ کی تعریف میں لکھ کر معافی مانگی تو رسول کریم ﷺ نے نہ صرف معاف کیا بلکہ خوشی سے اپنی چادر بطورِ تحفہ عطا فرمائی۔[۱]

اس میں یہ نصیحت ہے کہ جہالت میں کی گئی دوسروں کی بد تمیزی کو مُعاف کر کے در گزر کیا جائے۔

حاصلِ کلام

ریاستی سطح پر عفو و در گزر کا دائرہ کار کافی پیچیدہ ہے کیونکہ حکمران کو ملک کے داخلی اور خارجی تمام حالات کا جائزہ لے کر فیصلہ کرنا ہوتا ہے۔ خادموں، تابع افراد کے تلخ رویوں اور ساتھیوں کی مخبری کو معاف کیا جاتا ہے جنگی قیدیوں سے حسنِ سلوک کیا جاتا ہے، اتحادیوں کی چالاقیوں پر عفو کا مظاہرہ کیا جاتا ہے جبکہ ملاقاتی وفود کے نازیبا الفاظ سے در گزر کیا جاتا ہے۔ مسلمان حاکم کے لئے ریاستِ مدینہ کی عہدِ نبوی ﷺ اور خلفاء راشدین کے ادوار کی حکمتِ عملی بہترین مشعلِ راہ ہے۔ جس میں مسلمان، کافر اور اقلیتیں شامل ہیں۔

---

۱ ابنِ کثیر، البدایۃ و النھایۃ، ۳۶۸/۴-۳۷۲

باب سوئم

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عفو و در گزر کے فوائد و ثمرات

فصل اول: عفو و در گزر کے فوائد

فصل دوئم: عفو و در گزر کے ثمرات

فصل اول

عفوودر گزر کے فوائد

کرہ ارض پر زندگی کو قائم ودائم رکھنے میں عفوودر گزر کا بنیادی کردار ہے اسی وجہ سے اس کے فوائد بہت زیادہ ہے اور اسکا ثواب اللہ تعالیٰ نے لامحدود رکھا ہے۔

ڈاکٹر جم ڈنکالسی کا عفوودر گزر کے متعلق کہنا ہے:

> Forgiveness is the art form moving the mind toward being more open, happy and accepting of others and self.[1]
>
> ترجمہ: معافی دماغ کو زیادہ کھلے، خوش رہنے اور دوسروں اور خود کو قبول کرنے کی طرف لے جانے کا فن ہے۔

اس میں ان نکات کا مطالعہ کیا گیا ہے:

- **عفو صفتِ ربانی**

خالقِ کائنات کی صفات میں سے عفو ایک اہم صفت ہے۔"عفو، غفور، غفار، غافر" اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔اللہ تعالیٰ انسانوں کو ہر لمحے معاف کرتے ہیں۔اسی وجہ سے یہ فانی دنیا قائم ودائم اور آباد ہے۔بصورتِ دیگر یہ گناہوں اور غلطیوں سے بھری ہوئی دنیا کچھ لمحوں میں تباہ وبرباد ہو جائے۔(۲)

حکمِ الٰہی ہیں:

﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ﴾(۳)

ترجمہ: وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہوں سے در گزر فرماتا ہے۔

یہ مالکِ کائنات کا خاص کرم ہے، وہ لوگوں کو ہر لمحہ معاف کرتا رہتا ہے۔نیز اس میں عفوودر گزر کی ترغیب بندوں کے لئے بھی ہے۔

---

1 Dr.Jim Dincalci, How To Forgive When You Can't, America: The Forgiveness Foundation, 2010, Vol:1, P:172

۲ عثمان صفدر، اسماء اللہ الحسنیٰ، (کراچی: المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر، س-ن)، ۵

۳ الشوریٰ: ۲۵/۴۲

- **درگزر سنتِ انبیاؑ**

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ انبیاء علیہ السّلام نے بھی اپنی اپنی زندگیوں میں عفو درگزر کی شاندار مثالیں قائم کی ہیں۔
جیسے حضرت ایّوب علیہ السّلام کی بیٹوں کو معافی اور درگزر وغیرہ۔(۱)
یہ مثالیں موجودہ زمانے میں لوگوں کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ معاف کرتے ہوئے بہترین سلوک کی ترغیب دیتی ہیں۔

- **معافی سے رضاالٰہی کا حصول**

عفو ودرگزر اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ صفات میں سے ایک صفت ہے اسی لیے وہ دوسروں کو معاف کرنے کی تلقین کرتے ہیں تاکہ معاشرتی امن وسکون برقرار رہے۔ اللہ تعالیٰ عفوودرگزر کرنے والوں کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں اور اسے اپنی رضا بھی قرار دیتے ہیں۔(۲)

حضرت عبداللہ بنِ عمر رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ جُرْعَةٍ أَعْظَمُ أَجْرًا عِنْدَ اللهِ، مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ كَظَمَهَا عَبْدٌ ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللهِ))(۳)

ترجمہ: کسی گھونٹ پینے کا ثوابَ اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنا زیادہ نہیں ہے جتنا اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے غصہ کا گھونٹ پینے کا ہے۔

ظاہر ہے کہ قدرت کے باوجود کسی کو مُعاف کرنا آسان نہیں ہے بعض اوقات لوگ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور بڑے بڑے نقصانات کر جاتے ہیں اسی مشکل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا قرار دیا ہے تاکہ معاشرے کی بقاء وسکون قائم رہے۔

- **دوسروں کے دل جیتنا**

رسولِ اکرم ﷺ کی مثالی زندگی عفو ودرگزر کی مثالوں سے بھری ہوئی ہے۔ جو اُمت کے لئے آج بھی مشعلِ راہ ہے اور ہم مسلمانوں کی اسی پر عمل کر کے دین ودنیا کی کامیابی ہے۔

صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم نے بھی ایسے کرداروں کا مظاہرہ کیا۔ ایک دفعہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی زمین کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زمین تھی جس میں دونوں کے نوکر کام کرتے تھے ایک دن امیر معاویہ

---

۱ محمد رفیع عثمانی، آدمؑ سے محمد ﷺ تک، (دیوبند: ایوب پبلیکیشنز، طبع اوّل، ۲۰۰۹ء)، ۳۸-۳۰

۲ محمد طاہر، حُسنِ اخلاق، ۷۸

۳ ابنِ ماجہ، السنَن، كِتَابُ الزُّهْدِ، بابُ الْحِلْمِ، ح۴۱۸۹

رضی اللہ عنہ کا نوکر جبراً عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی زمین میں آ گیا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بذریعہ اطلاع دیتے ہوئے سختی سے لکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ اپنے نوکر کو منع کریں۔ وہ آئندہ ایسا نہ کریں، کیونکہ پھر اچھا نہیں ہوگا؟ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے خط پڑھ کر اپنے بیٹے یزید کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ پڑھ کر اسکا حل بتاو، ۔ یزید نے جواب دیا کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنی فوج کے ذریعے اسکا سر قلم کروا کر اپنے پاس منگوا لیں تو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اس اسکا بہترین حل اور بھی ہو سکتا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ مجھے اپنے غلام کے جرم پر افسوس ہے۔ یہ دنیا عارضی ٹھکانہ ہے میں تمھیں وہ زمین بمعہ نوکر اور اس زمین سے متعلقہ تمام چیزیں دے دیتا ہوں، تم اس کو اپنی زمین میں شامل کر لو۔ یہ جواب جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے پڑھا تو جواباً لکھا امیر المومنین کو اللہ تعالیٰ دراز عمر دے، ان جیسے لوگ خاندان قریش کا اثاثہ ہیں۔ یہ جواب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے پڑھا تو خط یزید کے حوالے کرتے ہوئے کہا کہ معاف کرنے والے لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کرتے ہیں اور لوگ اسکو پسند کرتے ہیں۔ یزید بھی اس جواب سے خوش ہوا۔[1]

اس سے یہ درس ملتا ہے کہ معاف کر کے لوگوں کے دل جیت لئے جاتے ہیں۔

● فراخ دلی سے معافی

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿خُذِ ٱلۡعَفۡوَ﴾[2]

ترجمہ: فراَخ دل سے معاف کریں۔

اس آیت کی تفسیر میں پیر محمد کرم شاہ تین باتوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں:

* علامہ محمود آلوسی کے مطابق جو کوئی خطاکار معافی مانگے اس کو کھلے دل سے معاف کریں، اس کے ساتھ الفت و محبت سے پیش آئیں اور نہ بدلہ و انتقام لیں۔
* قاضی امام ناصر الدین کے مطابق ایسے لوگوں کو بہترین باتوں کے کرنے کا کہیں۔
* نادانوں کے بُرا بھلا کہنے پر انھیں کوئی جواب نہ دیں۔

امام جعفر صادق فرماتے ہیں کہ یہ عفو و درگزر کی جامع ترین آیت ہے۔[3]

مسلمانوں کو یہ عادات اپنانی چاہیے۔

---

۱ شہاب الدّین، المستطرف فی کُل فن المُستظَرف ،۱/۲۷۴

۲ الاعراف: ۷/۱۹۹

۳ محمد کرم شاہ، ضیاءالقرآن، (لاہور: ضیاءالقرآن پبلیکیشنز، طبع اول، ۱۹۹۵ء)، ۲/۱۱۷

• معاشرے میں اچھائی کا فروغ

روز مرہ کی زندگی میں بُرائی کا بدلہ بُرائی سے دینا بہت آسان ہے۔اس سے اگرچہ ضمیر کو چین و امن ملتا ہے۔ لیکن کسی کے بُرے کاموں کے نتیجے میں اس سے حُسنِ سلوک سے پیش آنا بہت مشکل ہے۔دوسروں کے بُرے سلوک پر ان سے اچھا برتاو کرنے کے لئے انسان اپنے آپ کو ذہنی طور پر تیار کرے۔جو کہ ایک مشکل امر ہے لیکن اجر کے اعتبار سے اعلیٰ کام ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ السَّيِّئَةَ﴾(۱)

ترجمہ: برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سراسر بھلائی والا ہو۔

اس آیت کی تشریح میں ڈاکٹر اسرار احمد نے لکھا ہے کہ بُرائی کا مقابلہ اچھائی سے کریں دوسروں کی شرارتوں کے بدلے در گزر کیا جائے اور ان کے گالی گلوچ پر انھیں دُعادیں اور بھلائی کی جائے۔(۲)

رابن لی ہیچر کا عفوو در گزر کے متعلق کہنا ہے۔

Forgiving each other, whon ever has acomplaint agaist anyone; just as the Lord forgive you, so also should you.(3)

ترجمہ: ایک دوسرے کو معاف کرنا، جس نے کبھی کسی کے خلاف شکایت کی ہے؛ جس طرح رب آپ کو معاف کرتا ہے، اسی طرح آپ کو بھی کرنا چاہیے۔

ظالموں اور دشمنوں کو معاف کر دینا بہت ہی مشکل ہے اس سے انتقام پیار و محبت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور انسانی تعلقات مضبوط ہو جاتے ہیں جس سے سماجی اور روحانی طور پر سکون ملتا ہے۔

• در گزر سے درجات میں بلندی

عفوو در گزر کا مظاہرہ کرنا، مضبوط اعصاب اور اعلیٰ حوصلے کی علامت ہے۔یہ صفتِ کسی کسی کو حاصل ہوتی ہے اور ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے۔

---

۱ المومنون:۹۶/۲۳

۲ ڈاکٹر، اسرار احمد، بیان القرآن (لاہور: قرآن اکیڈمی، طبع ثالث، ۲۰۰۹ء)، ۱۸۹

3 Robin Lee Hatcher, The Forgiving Hour, Michigan: Zondervan publishers, 2011, Vol:1, P:293

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبیِ کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ، إِلاَّ عِزًّا، وَمَا تَوَاضَعَ أَحَدٌ لِلَّهِ إِلاَّ رَفَعَهُ اللهُ))[1]

ترجمہ: صدقہ کبھی مال کم نہیں کرتا اور عفو و در گزر سے اللہ تعالیٰ بندے کو عزت ہی میں بڑھاتا ہے اور جو شخص (صرف اور صرف) اللہ تعالیٰ کی خاطر تواضع (انکسار) اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا مقام بلند کر دیتا ہے۔

اس حدیث کی وضاحت یہ ہے کہ صدقہ مال میں کمی نہیں کرتا بلکہ اس سے بلائیں ٹل جاتی ہیں، مصیبتیں ختم ہو جاتی ہیں اور انسان کو سکون ملتا ہے۔ دوسرا جو شخص اللہ تعالیٰ کی خاطر دشمنوں اور ظالموں سے عفو و در گزر کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت بڑھا دیتے ہیں۔ تیسرا اللہ تعالیٰ یومِ حشر اعلیٰ درجات سے اس کو نوازے گا اور اسکو اسکو اس کا ثواب عطا کرے گا۔

• روزِ حشر حساب میں آسانی

روزِ حشر بہت بڑا دن ہے اس دن اللہ تعالیٰ عدل و انصاف سے فیصلہ صادر فرمائیں گے کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کہ رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا:

((ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ حَاسَبَهُ اللهُ حِسَابًا يَسِيرًا وَأَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ قَالُوا: لِمَنْ يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: تُعْطِي مَنْ حَرَمَكَ، وَتَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَكَ، وَتَصِلُ مَنْ قَطَعَكَ قَالَ: فَإِذَا فَعَلْتُ ذَلِكَ، فَمَا لِي يَا رَسُولَ اللهِ؟ قَالَ: أَنْ تُحَاسَبَ حِسَابًا يَسِيرًا وَيُدْخِلَكَ اللهُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِهِ[2]))

تین عادتیں جس شخص کے اندر ہوں گی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے آسان حساب و کتاب لے گا اور اپنی رحمت کے سائے میں جنت میں داخل فرمائے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہ اجمعین نے عرض کی: ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں وہ کون سی تین عادتیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو تمہیں محروم کرے تم اسے نواز دو۔ جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے جوڑو اور جو تم پر ظلم کرے تم عفو و در گزر سے کام کرلو۔ توانھوں نے عرض کی: یا رسول اللہ

---

۱ امام مسلم، صحیح مسلم، كتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ اسْتِحْبَابِ الْعَفْوِ وَالتَّوَاضُعِ، ح۶۵۹۲

۲ الحاکم، المستدرک علی الصحیحن، كِتَابُ التَّفْسِيرِ سُورَةَ إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ، ح۳۹۱۲

ﷺ! اگر میں ایسا کروں تو مجھے کیا انعام ملے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہ تیرا حساب آسان لیا جائیگا اور اللہ تعالی تجھے اپنی رحمت کے ساتھ جنت میں داخل فرمائے گا۔

یعنی معافی اور درگزر کے فوائد ان گنت ہیں۔

- **مفاہمت کا انعام**

معاف کر کے صلح کرنے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اللہ نے اس کا انعام بہت زیادہ رکھا ہے۔

حکمِ الٰہی ہے:

﴿وجزآءا سیِّئَة سَیِّئَةٌ مثْلُها فَمَنْ عَفا وَأَصْلَحَ فَأَجْرُهُ عَلَى اللهِ إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلمینْ﴾[۱]

ترجمہ: اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے، پس جس نے معاف کر دیا اور صلح کر لی تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے، بے شک وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔

اس آیت کی وضاحت میں مودودی نے یہ قاعدے بتائے ہیں:

* بدلہ لینا جائز ہے۔ لیکن حد سے تجاوز نہ کیا جائے، یعنی جتنی کسی نے برائی کی ہے، اتنا ہی بدلہ لیا جائے۔
* خطا کار کو معاف کرنا انسان اپنے نفس کو کنٹرول کر کے کرتا ہے۔ اسلئے اس کا اجر خود اللہ تعالی نے اپنے پاس رکھا ہے۔ جب دوسروں کی اصلاح ممکن ہو، تو اس صورتحال میں عفو ودرگزر سے کام لینا زیادہ عقلمندی ہے۔ جو بہت مشکل کام ہے۔
* اس میں تنبیہ ہے کہ خود ظالم بن کر بدلہ نہیں لینا چاہیے۔[۲]

دوسروں کی رہنمائی کے لئے درگزر کرنا اور خود بدلہ نہ لینے کی تلقین کی گئی ہے۔

- **لامحدود اجر و ثواب**

عفو ودرگزر کی صفت انسان کے دل ودماغ کو وسعت عطا کرتی ہے، اس کا حوصلہ بڑھاتی ہے تاکہ وہ ایسا کام عملی طور پر محض اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو لامحدود اجر وثواب عطا کریں گے۔

---

۱ الشوریٰ: ۴۲/۴۰

۲ مودودی، تفہیم القرآن، ۴/۵۱۱-۵۱۲

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وسارعوا إلىٰ مغفرة مّن ربّكم وجنّة عرضها السّمٰوات والأرض أعدّت للمتّقين﴾[1]

ترجمہ: اور اپنے رب کی بخشش کی طرف اور اُس جنت کی طرف دوڑو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے جو پرہیز گاروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔

مسلمانوں کو تعلیم دی جاتی ہے کہ معاف کرنے میں انسان کا اپنا فائدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی کوئی حد نہیں ہے لہذا اس خوبی کا مظاہرہ کرکے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے حقدار بن جائیں اور اپنی آخرت سنوار لیں۔

- **خوش خلقی سے کنارہ کشی**

زندگی کو گزارنے کے لئے معافی ہی واحد حل ہے۔ اس لئے اچھے انداز میں دوسروں سے علیحدگی اختیار کی جائے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وما خلقنا السّموات والأرض وما بينهما إلاّ بالحقّ وإنّ السّاعة لآتيةٌ فاصفح الصّفح الجميل﴾[2]

ترجمہ: اور ہم نے آسمانوں اور زمین اور ان کی درمیانی چیزوں کو بغیر حکمت کے پیدا نہیں کیا، اور قیامت ضرور آنے والی ہے، پر تو ان سے خوش خلقی کے ساتھ کنارہ کر۔

اس آیت میں ہمیں یہ یاد دہانی کرائی گئی کہ زمین پر ہمارا وقت محدود ہے یوم حشر ضرور برپا ہوگا۔

اس لیے ہمیں درگزر کے فوائد کو سمجھنا چاہیے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ہماری خطاؤں اور ہمارے گناہوں کو معاف کردیں تو ہمیں بھی دوسروں کو معاف کرنے کی روش خوشی سے اپنانی چاہیے

- **درگزر سے بلند حوصلہ اور بہادر لوگوں کی پہچان**

عفوودرگزر ایک پھول ہے جو اپنے ارد گرد تمام خوشبوؤں کو جمع کرلیتا ہے یعنی اس میں صبر واستقلال بھی ہے، صلہ رحمی اور اتفاق واتحاد بھی۔ لیکن اس صفت کی پہچان صرف بلند ہمت لوگ ہیں۔ جو بہادری سے تمام دُکھوں کو برداشت کرکے اپنے دشمنوں کو معاف کردیتے ہیں اور ان سے شفقت سے پیش آتے ہیں۔

ایک دفعہ فضل برمکی سے کسی نے پوچھا: بہادری کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اس نے جواب دیا: میں سمجھتا ہوں اپنے بھائیوں کی خطاؤں اور لغزشوں کو خندہ پیشانی سے معاف کردینا اصل بہادری ہے۔[3]

---

۱ آل عمران: ۱۳۳/۳

۲ الحجر: ۸۵/۱۵

۳ شہاب الدّین، المستطرف فی کُل فن المُستطرَف، ۲۷۶/۱

اصل زندگی دوسروں کی غلطیوں سے کنارہ کشی کر کے ان سے بہترین برتاو کیا جائے۔

• رشتوں کو جوڑنا اور مضبوط کرنا

عفوودر گزر ایسا آلہ ہے جس سے آپس کے تعلقات مضبوط ہوتے ہیں۔بکھرے ہوئے رشتے دوبارہ جڑ جاتے ہیں۔آپس کی تلخیاں دُور ہو جاتی ہیں۔

لورین ایل ٹوسینٹ ایورٹ ایل ور تھنگٹن اور جونیئر ڈیوڈ آر ولیمز کا عفوودر گزر کے متعلق کہنا ہے۔

A few studies from different geographic regions (e.g.,congo,timor) have assessed whether individuals believe group forgiveness is possible, and majority of individuls believe it is possible and societally beneficial.(1)

ترجمہ: مختلف جغرافیائی خطوں کے چند مطالعات (مثلاً کانگو، تیمور) نے اندازہ لگایا ہے کہ آیا افراد کو یقین ہے کہ گروہی معافی ممکن ہے،اور زیادہ تر افراد کا خیال ہے کہ یہ ممکن ہے اور سماجی طور پر فائدہ مند ہے۔

ہمارے اسلاف کی زندگیوں کی مثالیں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ایک دفعہ امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ نے عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ زیادتی کی۔اپنی غلطی کا احساس ہونے پر انھیں ایک معافی نامہ روانہ کیا۔جس میں انھوں نے عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کے آباواجداد کے اوصافِ حمیدہ کا حوالہ دیتے ہوئے معافی چاہی کہ ان سے دوبارہ ایسی زیادتی سر زد نہیں ہو گی۔جواباً عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے کچھ اشعار میں اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔

امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ خط پڑھا تو عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ کی طرف خود چلے گئے اور ان سے پیار و محبت سے معافی مانگتے رہے بالآخر عقیل بن ابو طالب رضی اللہ عنہ نے انھیں معاف کر دیا۔(۲)

آج بھی معاشرے میں بااثر لوگوں کے لیے امیر المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا طرزِ عمل ایک روشن چراغ ہے۔اس پر عمل کرنے سے معاشرتی زندگی میں حقیقی سکون و چین قائم ہو سکتا ہے۔نیز ٹوٹتے ہوئے رشتے دوبارہ جڑ سکتے ہیں۔

---

1 Loren L.Toussaint Everett L.Worthington, Jr.David R.Williams, Forgiveness and Health, Spinger Dordrecht, New York, 2015, Vol:1, P:228.

۲ شھاب الدّین، المستَطرف فی کُل فن المُستظَرف، ۲۷۴/۱

صبر واستقلال اور عفو ودر گزر

معاشرے میں ظالموں اور زیادتی کرنے والوں کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا جائز ہے۔ کیونکہ جب انھیں تکلیف پہنچے گی، تو انھیں بھی دوسروں کی تکلیفوں کا احساس ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ آئندہ ایسے برے عمل سے پرہیز کریں لیکن اسلام ایسے سرکشوں کے کردار کو معاف کرنے اور صبر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

حکمِ الٰہی ہے:

﴿وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ﴾(۱)

ترجمہ: اور جو شخص صبر کرے اور مَعاف کر دے یقیناً یہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے (ایک کام) ہے۔

اس آیت میں صبر واستقلال اور دوسروں کو معاف کر کے اچھے طریقے سے پیش آنے کے بہت فائدے بیان کئے گئے ہیں کہ ایسا صرف باہمت لوگ کرتے ہیں۔ جبکہ معاشرے کا ہر فرد ایسا نہیں کر سکتا ہے۔

- **عفو سے عزت میں اضافہ**

کسی کی غلطی کو معاف کر دینا بزدلی نہیں بلکہ معاف کر دینے والے کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور اچھی شہرت ملتی ہے۔

اللہ تعالٰی کا فرمان ہے:

﴿وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ﴾ (۲)

ترجمہ: اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔

اللہ تعالٰی کی رضا و خوشی کے لیے دوسروں کو معاف کر دینا باعزت لوگوں کا شیوہ ہے، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ نیک نامی اور بد نامی اللہ تعالٰی کی دی ہوئی نعمتوں میں سے ایک ہے۔

- **عفو ودر گزر سے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرنا**

معاشرے میں اکھٹے رہتے ہوئے افراد کی ایک دوسرے کے ساتھ ناراضگی اور چپقلش ایک معمولی بات ہے اور کوئی بھی باشعور انسان اس سے انکار نہیں کر سکتا ہے۔ لیکن ایسے حالات میں ایک دوسرے سے منہ موڑ کر رہنا اچھی

---

۱ الشوریٰ: ۴۲/۴۳

۲ آل عمران: ۳/۲۶

بات نہیں ہے۔اس سے انسان کی اپنی صحت خراب ہوتی ہے اور معاشرتی تعلقات بھی متاثر ہوتے ہیں۔اسکا بہترین حل ایک دوسرے کو معاف کر کے ان کے دلوں کو جیت لیا جائے اور انھیں اپنے لیے مسخر کیا جائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے قبل مجھے بُلا کر کہا کہ ہم سوکنوں کے درمیان جو بات بھی ہوئی تھی۔اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو معاف فرما۔میں نے جواب دیا: میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو ایسی تمام باتوں سے در گزر فرما کر اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ام لمومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہ نے کہا، آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے خوش کر دیا۔اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کو بھی خوش فرمائے۔[1]

عفوو در گزر پر عمل کرتے ہوئے انسانی معاشرہ امن کی حقیقی روح پیدا کرتا ہے جس سے آپس میں خوشگوار تعلقات جنم لیتے ہیں اور اخوت و بھائی چارے کی بہترین مثالیں قائم ہوتی ہیں۔

• معافی میں تمام مشکلات کا حل

معاف کر کے ان سے حسن سلوک سے پیش آنے میں تمام مشکلات کا حل موجود ہے اس سے نہ صرف انسان کا دل صاف و پاکیزہ ہو جاتا ہے بلکہ اس کو ذہنی و روحانی سکون و چین میسر آتا ہے۔

سہل بن معاذ نے روایت کی کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللهُ يومَ الْقيامة عَلَى رُؤُوسِ الْخَلَائِقِ، حَتَّى يُخَيِّرُهُ مِن أَيِّ الْحُورِ الْعِين شَاءَ))[2]

ترجمہ: جو شخص غصہ ضبط کر لے حالانکہ وہ اسے کر گزرنے کی استطاعت رکھتا ہو تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ وہ جس حور کو چاہے منتخب کر لے۔

یہ حدیث تعلیم دیتی ہے کہ افرادِ معاشرہ کے آپس میں ایک دوسرے کو معاف کرنے میں تمام مسائل حل ہو جاتے ہیں کیونکہ یہی واحد راہِ نجات ہے۔دنیا میں اس سے امن و چین نصیب ہوتا ہے اور آخرت میں اللہ تعالیٰ نے اسکا بے حساب اجر رکھا ہے۔

• در گزر کے زریعے بددعا سے نجات

---

۱ محمد روح اللہ، رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی، (کراچی: مکتبہ الشیخ، طبع اول، ۲۰۰۹ء)، ۱۷۲

۲ ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث، السنن، كِتَابِ الْأَدَبِ، بَابُ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا، ح ۴۷۷۷

حسنِ سلوک ایسا وصف ہے جس کے زریعے انسان لوگوں کی دی ہوئی مشکلات کو معاف کرتا ہے اور اس کے منہ سے بد دعا نہیں نکلتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

((لاَ تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ، وَلا تَدْعُوا عَلَى خَدَمِكُمْ، وَلا تَدْعُوا عَلَى أَمْوالِكُمْ، لَا تُوافِقُوا مِنَ اللهِ ساعَةً نَيْلٍ فِيها عَطاءٌ فَيَسْتَجِيبَ لَكُمْ))(۱)

ترجمہ: تم لوگ نہ اپنے لیے بد دعا کیا کرو اور نہ اپنی اولاد کے لیے، نہ اپنے خادموں کے لیے اور نہ ہی اپنے اموال کے لیے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ گھڑی ایسی ہو جس میں دعا قبول ہوتی ہو اور اللہ تمہاری بد دعا قبول کر لے۔

یہ حدیث ہماری رہنمائی کرتی ہے کہ بد دُعا سے پرہیز کیا جائے اور آپس میں عفو کو اپناتے ہوئے در گزر کیا جائے۔

- ## عفو سے محبِ وطن شہری

معافی سے تکلیفیں دینے والے لوگوں کے دل موم ہو جاتے ہیں اور وہ وفادار شہری بن جاتے ہیں۔

عمیر بن وہب نے مشرکین مکہ کے ساتھ مل کر رسولِ کریم ﷺ اور صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ اجمعین کو تکلیفیں پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ غزوہِ بدر کے قیدیوں میں اس کا بیٹا بھی شامل تھا۔ عمیر اور صفوان کے درمیان نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے (نعوذ باللہ) کا ناپاک منصوبہ نہایت رازداری سے طے پایا۔ جس میں صفوان نے عمیر کے قرض کی ادائیگی اور بیوی بچوں کی کفالت کا تاحیات ذمہ لیا۔ اس میں ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا آدمی شریک نہ تھا۔ چنانچہ عمیر اپنی تیز دھار تلوار گلے میں لٹکا کر مدینے پہنچا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عقابی نگاہوں نے فوراً نبی اکرم ﷺ کو اس کی شرارت کا بتایا۔ رسول اکرم ﷺ نے عمیر بن وہب سے مدینے آنے کی وجہ دریافت کی۔ اس نے اپنے قیدی بیٹے سے ملنے کی وجہ بتائی۔ نبی کریم ﷺ نے گلے میں لٹکی تلوار کے بارے میں پوچھا۔ اس نے فضول بات کر کے ٹال دیا۔ جس پر حضرت محمد ﷺ نے اسکو ساری گفتگو سنائی۔ اس نے کہا: آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ اس بات کو میرے اور صفوان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو یہ بات بذریعہ وحی بتائی ہے۔ وہ فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔ رسول کریم ﷺ نے صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ

۱ ابوداؤد، السنن، کتاب الصَّلَاة، بَابُ النَّهْيِ أَنْ يَدْعُوَ الْإِنْسَانُ عَلَى أَهْلِهِ وَمَالِهِ، ح ۱۵۳۲

اجمعین کو عمیر کو قرآن پڑھانے اور ساتھ دین کے مسائل کی تعلیم دینے کا حکم دیا۔ نیز اس کے گرفتار بیٹے کو بھی رہا کر دیا۔[1]

اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر نے اپنے رسول ﷺ کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ کفار کے ناپاک منصوبے خاک میں مل گئے۔ نبی کریم ﷺ اور اسلام کو مٹانے والے خود ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اور اسلامی ریاست کے جانثار شہری بن گئے۔

حاصلِ کلام

مختصراً دوسروں کی تلخیوں اور نا قابلِ برداشت باتوں کو معاف کرنا اور در گزر کرنا ہے۔ عفوو در گزر سے معاشرے میں امن وامان کو قائم کر کے برقرار رکھا جاتا ہے، جس سے ترقی و خوشحالی ہوتی ہے۔ عفوو در گزر کی ضرورت ہر شخص اور ہر گروہ کو ہوتی ہے کوئی اس سے انکار نہیں کر سکتا ہے۔

معافی اور در گزر کے فوائد بہت زیادہ ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کا اجر و ثواب بہت رکھا ہے۔ گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے، دشمن دوستوں میں بدل جاتے ہیں، اور دوسروں کے دلوں کو مسخر کیا جاتا ہے۔ عفوو در گزر کرنے والے بلند حوصلہ اور بہادر لوگ ہوتے ہیں نیز یہ نیکی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔ ہے اور اس سے بلند حوصلہ لوگوں کی پہچان ہوتی ہے یہی معاشرتی ترقی کی ضمانت ہے۔

---

۲ محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ۳/ ۴۰۷-۴۱۱

فصل دوئم

عفوودر گزر کے ثمرات

معاشرے میں عفوودر گزر ثمرات بہت زیادہ ہیں۔ اگر لوگ ایک دوسرے کو معاف نہیں کریں گے تو معاشرتی زندگی کی خرابی عین ممکن ہے۔دوسروں کو معاف کرنا مومنین کی اعلیٰ صفات میں سے ہے۔اس میں ان نکات کا مطالعہ کیا گیا ہے:

• مالکِ کائنات کی محبتِ کاذریعہ

انسان جب لوگوں سے صرف اور صرف مالکِ کائنات کی محبت ورضا کے لیے کنارہ کشی کرتا ہے۔تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو کر محبت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔پھر فرشتے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں یہاں تک کہ دنیا والوں کے دلوں میں اسکی محبت پیدا کر دی جاتی ہے اور وہ ہر دل عزیز بندہ بن جاتا ہے۔[۱]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ العَبْدَ نَادَى جِبْرِيلَ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلاَنًا فَأَحْبِبْهُ، فَيُحِبُّهُ جِبْرِيلُ، فَيُنَادِي جِبْرِيلُ فِي أَهْلِ السَّمَاءِ: إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ فُلاَنًا فَأَحِبُّوهُ، فَيُحِبُّهُ أَهْلُ السَّمَاءِ، ثُمَّ يُوضَعُ لَهُ القَبُولُ فِي الأَرْضِ))[۲]

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو پکار کر کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے اس لیے تم بھی اس سے محبت کرو تو جبرائیل اس سے محبت کرتے ہیں اور جبرائیل آسمان والوں کو منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں آدمی سے محبت کرتا ہے۔اس لئے تم بھی اس سے محبت کرو، تو آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں میں بھی قبولیت اس کے لئے رکھی جاتی ہے۔

یہ حدیث بیان کرتی ہے کہ دوسروں کو معاف کر دینے کا اتنا بڑا اجر ہے کہ بندے کو خالقِ کائنات اور اس کی مخلوق کا پیار حاصل ہو جاتا ہے اس سے زیادہ انسان کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔

---

۱ الغزالی، احیاء علوم الدین، ۲/۱۸۳

۲ بخاری، الجامع الصحیح، كِتَابُ بَدْءِ الخَلْقِ ،بَابُ ذِكْرِ المَلاَئِكَةِ ،ح ۳۰۳۷

• اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کا وسیلہ

دوسروں سے ملنے والے دکھوں اور تکلیفوں کو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے معاف کرنا، اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کا وسیلہ ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُوراً رَحِيماً ﴾[١]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ بڑا ہی بخشنے والا بہت ہی مہربان ہے۔

اس آیت میں یہی سبق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت بے حساب ہے جس سے دنیا آباد ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((الرَّاحمونَ يرحمهم الرَّحمن، ارحموا من في الأَرْضِ يرحمكُم من في السَّمَاء))[٢]

ترجمہ: رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے تم لوگ زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

اس حدیث میں آپس کے تعلقات کو ملانا، اللہ کی رحمت کا حصہ قرار دیا گیا ہے اس میں رشتہ دار، پڑوسی، دوست واحباب وغیرہ شامل ہیں۔

عصرِ حاضر میں ہر انسان کو اپنی ذات کی فکر ہے یعنی نفسا نفسی کا عالم ہے جس کی وجہ سے اچھی عادات کا فقدان ہو رہا ہے بدلہ لینے کا رواج عروج پر ہے اخلاقِ حسنہ پر عمل کرنا ناپید ہو چکا ہے اب سنتِ نبوی ﷺ، اسوہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اسلاف کے کارناموں کو اُجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

• صبر اور معافی لائق تحسین ہیں

صبر و تحمل سے لوگوں سے درگزر سے پیش آنا قابلِ ستائش ہے۔

مالکِ کائنات کا فرمان ہے:

﴿ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴾[٣]

ترجمہ: اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کر دیا بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے۔

---

١ الاحزاب: ٢٤/٣٣

٢ ترمذی، السنن، أبواب البرِّ والصِّلَة، باب ما جاء في رحمة المُسلمين، ح ١٩٢٤

٣ الشوریٰ: ٤٣/٤٢

اس آیت میں ابنِ کثیر نے عفو و در گزر کی افادیت بیان کی ہے کہ معاف کرنے اور صلح کرنے والے کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ فضیل بن عیاض نے لکھا ہے کہ جب کوئی کسی کی شکایت کرے تو اس کو معاف کرنے کی تلقین کی جائے کہ یہ پرہیزگاری کے زیادہ قریب ہے۔[1]

اس آیت میں عفو و در گزر کے مختلف پہلوؤں بیان ہوئے ہیں دنیا و آخرت میں اس کے ثمرات بہت زیادہ ہیں۔

• پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا اثر

امنِ معاشرہ کے لئے رشتہ داروں کو معاف کرنے پڑتا ہے۔

فتحِ مکہ کے دن اسلام کے بدترین دشمن عکرمہ بن ابی جہل خوف سے بھاگ کر یمن چلا گیا۔ اس کی بیوی نے حضرت محمد ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کر کے انکے پیچھے یمن روانہ ہو گئی۔ وہاں جا کر عکرمہ کو ساری صورتحال بتائی کہ آپ ﷺ صلہ رحمی اور عفو و در گزر کرنے والے ہیں۔ اس نے متاثر ہو کر دربارِ نبوی ﷺ میں حاضری دی اور اسلام قبول کیا۔[2]

نبی اکرم ﷺ عکرمہ کے آنے پر اتنی جلدی کھڑے ہوئے کہ آپ ﷺ کی چادر مبارک بھی گر پڑی اور عکرمہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

((مرحبا بالراكب المهاجر))[3]

ترجمہ: اے ہجرت کرنے والے سوار تیرا آنا مبارک ہو۔

رسول کریم ﷺ کا عکرمہ سے بے مثال عفو و در گزر ہمارے لیے قابلِ تقلید ہے۔

• التجاء قبول کرنے کے ثمرات

ہمیں بھی اپنی زندگیوں میں افراد کی درخواست کو سن کر معاف کر دینا چاہیے۔ تاکہ ہمارے اردگرد کا ماحول پُرسکون ہو جائے۔

صفوان بن امیہ خاندان قریش کے امراء اور اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے ایک تھا۔ جس نے عمیر بن وہب کو (نعوذ باللہ) نبی اکرم ﷺ کو قتل کرنے پر بہت بڑا انعام جس میں قرض ادا کرنے اور اسکے اہل و عیال کا تمام خرچ ادا کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ فتحِ مکہ کے دن وہ مکہ سے فرار ہو کر جدہ پہنچا۔ اسی دوران عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے درخواست کی: یا رسول اللہ ﷺ: صفوان بن امیہ آج اپنی جان بچانے کے لیے مکہ مکرمہ سے

---

۱ ابنِ کثیر، تفسیرالقرآن العظیم، ۷/۲۱۳-۲۱۴

۲ محمد یوسف الکاندھلوی، حیاۃ الصّحابۃ، (بیروت: الرسالۃ پبلشرز، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۰ھ)، ۱/۲۰۵-۲۰۶

۳ شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، ۲/۶۰۶

فرار ہو چکا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا :اسکو امان ہے ۔ عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ ﷺ: کوئی نشانی جسے دیکھ کر وہ یقین کرلے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنا امامہ عطا کیا۔ پھر عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے جدہ جاکر صفوان بن امیہ کو یقین دلایا۔ نبی کریم ﷺ نے اسکی جان کی امان عطا کی ہے۔ عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ صفوان بن امیہ کو واپس لے آیا۔ دونوں بارگاہ نبوت ﷺ میں حاضر ہوئے، تو صفوان بن امیہ نے کہا: آپ ﷺ نے مجھے جان کی امان دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: سچ ہے۔ صفوان بن امیہ نے کہا: آپ مجھے دو ماہ کی مہلت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تجھے چار ماہ کی مہلت ہے۔ اسطرح صفوان بن امیہ نے خوشی خوشی اسلام قبول کر لیا۔[۱]

حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ذاتی دشمنوں سے عفو ودر گزر کیا۔

• اونچے جنتی محلات

معافی اور حسنِ سلوک سے کرہِ ارض پر وجودِ انسانی موجود ہے زندگی کے بقاو دوائم میں دوسروں کو معاف کر دینے کا اللہ تعالیٰ نے بے پناہ اجر رکھا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں نے معراج کی رات جنت میں اونچے محلات دیکھے، تو پوچھا: اے جبرائیلؑ! یہ کس کے ہیں؟ عرض کی: ان کے لیے جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں سے در گزر کرتے ہیں۔[۲]

یہ حدیث تعلیم دیتی ہے کہ عفو ودر گزر کا اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑا اجر ہے۔ پھر جتنا ہو سکے معاملات میں اس پر عمل کیا جائے تاکہ نہ صرف اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں شامل ہو جائیں بلکہ معاشرے میں زندگی خوبصورت ہو جائے اور آخرت میں بے پناہ ثمرات بھی حاصل کرلیں۔

• اولاد کو تکلیف دینے والوں کی معافی کا پھل

اللہ تعالیٰ نے والدین کے دلوں میں اولاد کی محبت انمول عطا کی ہے۔ انسان ہر چیز کو برداشت کر سکتا ہے لیکن اولاد کا دکھ برداشت کرنا بہت مشکل ہے۔

غزوہِ بدر کے بعد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو انکے شوہر نے خفیہ طور پر مدینہ روانہ کیا۔ کفارِ مکہ کو کسی طرح علم ہوا۔ تو انھوں نے کچھ افراد کو انکے پیچھے روانہ کر دیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جب طویٰ کی جگہ پہنچی۔ تو ہبار بن

---

۱ صفی الرحمن مبارک پوری، الرحیق المختوم، ۵۵۴

۲ محمد طاہر، حُسن اخلاق، ۷۸

اسود نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نیزا مارا، وہ اس وقت اونٹ پر سوار تھیں، نیچے زمین پر گر پڑیں جس سے انکا حمل ضائع ہو گیا۔[۱]

جبیر بن معطم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اچانک دروازے سے ہبار بن اسود داخل ہوا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کہا، "یارسول اللہ! یہ ہبار بن اسود ہے"۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، "میں اسکو دیکھ چکا ہوں"۔ کوئی شخص اس کو مارنے کے لیے تیار ہوا۔ تو رسولِ اکرم ﷺ نے روک دیا۔ ہبار بن اسود نے آتے ہی نبی کریم ﷺ پر سلام بھیجا اور گواہی دی: اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ پھر کہنے لگا؛ یارسول اللہ! میں اپنے غلط اور برے کاموں پر شرمندہ ہو کر آپ ﷺ سے معافی مانگتا ہوں۔ آپ ﷺ نے اسے معاف کر دیا۔[۲]

اس واقعہ سے یہ آگاہی حاصل ہوتی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے دکھ کو معاف کیا۔ جس سے وہ متاثر ہو کر دائرۂ اسلام میں بھی داخل ہوا۔

• حکمِ خداوندی کی تعمیل

عفو و درگزر سے نظامِ کائنات قائم و دائم ہے، ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ عفو و درگزر سے اللہ تعالیٰ خوش ہو کر انسان کی ہمت کو زیادہ مضبوط کرتا ہے، اسکے دل کا تزکیہ کرتا ہے اور اسکو اعمالِ صالح عطا کرتا ہے۔

آج کے معاشرے میں گھروں، خاندانوں اور اداروں میں عفو و درگزر کی ضرورت اشد ہے کیونکہ ایک دوسرے کو نہ صرف معاف کیا جائے بلکہ دوسروں کو تکلیف دینے سے پرہیز کیا جائے۔ احکامِ خداوندی پر عمل کرتے ہوئے اطاعتِ رسول کو اپنایا جائے یہی دین و دنیا کی کامیابی کی کنجی ہے۔

• فرائض کی ادائیگی میں ایمانداری کا پھل

فرائض کی ادائیگی میں پوری امانت و دیانت سے کام کیا جائے۔ اپنوں کے علاوہ غیر بھی اس کو جانچ سکتے ہیں۔

زید بن سعنہ یہودیت کے علماء میں سے تھے۔ ایک دفعہ انھوں نے نبی کریم ﷺ سے کھجوروں کے لین دین کا معاملہ کیا۔ اسکے مطابق مدت ختم ہونے میں ابھی کچھ دن باقی تھے۔ ایک محفل میں انتہائی گستاخانہ رویے سے اس نے حضرت محمد ﷺ سے کھجوریں مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہودی کی اس گستاخی سے بھرپور غصے سے مخاطب ہوئے: تم خدا کے دشمن ہو، اگر مجھے رسول کریم ﷺ کا بھرم نہ ہوتا، اسی وقت تیری گردن تیرے جسم سے جدا کر دیتا۔ نبی کریم ﷺ یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہوتے فرمایا: اے عمر رضی اللہ عنہ! تم ہم

---

۱ ابنِ ھشام، سیرۃ البنویۃ، ۳۲۸/۲

۲ محمد قاسم، صراط الجنان فی تفسیر القران، (کراچی، مکتبۃ المدینہ باب المدینہ طبع اول، ۲۰۱۳ء)، ۵۰۴/۳

دونوں کے درمیان معاملے کو نرمی سے حل کرو۔ جو کھجوریں دینی ہیں وہ بھی دو، بلکہ اس کے ساتھ زیادہ کھجوریں بھی دو، کیونکہ تم نے اس سے سخت لہجے میں بات کی ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا ہوااور یہودی کو رسول اکرم ﷺ کے حکم کے مطابق کھجوریں مقررہ حد سے زیادہ ادا کیں۔ یہودی یہ دیکھ کر حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ میں نے ایسے رویے سے رسول اکرم ﷺ کی آزمائش کرنا چاہتا تھا۔ کیونکہ تورات کے مطابق خاتم النبیّین کی تمام علامتیں پوری ہو چکی ہیں۔ صرف انکے اخلاق اور نرم رویہ کو جانچنے کے لیے یہ عمل اپنایا تھا۔اب میں ساری علامتیں درست پا چکا ہوں۔وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کو معاف کر دیا۔[1]

یہ واقعہ ہمیں تعلیم دیتاہے کہ زندگی میں عفوودر گزر کو ممکن حد تک اپنایا جائے۔

- **معاف کرنے کے انعامات**

معاف کرنے پر مالکِ ارض وسمانے دو قسم کے انعامات رکھے ہیں:

* قربِ الٰہی

* لوگوں کی محبت

دونوں سے انسان کو پیار و محبت ملتی ہے انسان جب دوسروں کو معاف کرتا ہے تو لوگوں کے دلوں کے اندر اسکے لیے پیار بڑھتاہے وہ اسکے مشکور ہوتے ہیں جس سے اسکی اچھی شہرت لوگوں میں قائم ہوتی ہے۔[2]

مالکِ کائنات کا فرمان ہے:

﴿الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ﴾[3]

ترجمہ: جو لوگ آسانی اور سختی کے موقع پر بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہیں غصہ پینے والے اور لوگوں سے در گزر کرنے والے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان نیک کاروں سے محبت کرتا ہے۔

اس آیت میں مومنوں کی اچھی صفات کا تذکرہ کرکے مسلمانوں کو درس بھی دیا گیاہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے زیادہ محبت کرتے ہیں، جو غصے کو کنٹرول کرتے ہیں اور لڑائی جھگڑوں کے موقع پر دوسرے لوگوں کو معاف کرتے ہیں اُنھیں محسنین کا لقب عطا کیاہے۔

---

۱ محمد کرم شاہ، ضیاء النبی ﷺ، ۵/۴۱۰-۴۱۲

۲ عبدالباقی حقانی، اسلامی حکمرانوں کے اوصاف واخلاق، ترجمہ: محمد جان حقانی، (اکوڑہ خٹک: فاضل دار العلوم حقانیہ، طبع دوئم، ۲۰۱۳ء)، ۱۴۹

۳ آل عمران: ۳/۱۳۴

• عفو سے گناہوں کی مغفرت

اس مادی دنیا میں انسان سے کہیں نہ کہیں غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔جب وہ دوسروں کو معافی طلب کرنے پر یا بغیر معافی طلب کرنے پر معاف کر دیتا ہے تو اس کی خطاوں سے اللہ تعالیٰ درگزر کر دیتے ہیں۔حقیقتاً یہ بہت بڑا انعام ہے۔

ہر انسان کو اسکی قدر کرنی چاہیے نیز دوسروں کو اس سے ترغیب حاصل کرنی چاہئے۔[۱]

خاندان، رشتہ داروں اور لوگوں کے قصوروں سے کنارہ کشی کرنے میں انسان کی اپنی بھلائی ہے کہ مالکِ کائنات اس کی غلطیوں سے پردہ پوشی کرتا ہے۔اس طرح دنیا میں وہ اچھے نام سے مشہور ہوتا ہے نیز آخرت میں بہت زیادہ اجر بھی ہے اور گناہوں کی مغفرت بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾[۲]

ترجمہ: تم میں سے جو بزرگی اور کشادگی والے ہیں انہیں اپنے قرابت داروں اور مسکینوں اور مہاجروں کو فی سبیل اللہ دینے سے قسم نہ کھا لینی چاہیے بلکہ معاف کر دینا چاہیے۔کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرما دے؟اللہ تعالیٰ قصوروں کو معاف کرنے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں لوگوں کے دیئے ہوئے دُکھوں اور تکلیفوں کو نظر انداز کرنے کی ترغیب دی گئی ہے ربّ العالمین دوسروں کو معاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں کیونکہ وہی بندوں کے گناہوں کو بخشنے والے ہیں۔

• عفوودرگزر ہر انسان کی ضرورت

ابنِ آدم خطاکار ہے۔ہر انسان چاہے وہ ان پڑھ ہو یا پڑھا لکھا ہو، عقل مند ہو یا بیوقوف ہو، ہر کسی سے کہیں نہ کہیں غلطی سرزد ہو جاتی ہے۔کوئی بھی بشر ایسا نہیں ہے جو صرف نیکیاں کرتا ہو اور برائی اس سے کبھی سرزد نہ ہوئی ہو۔اچھائی، برائی، سچ، جھوٹ وغیرہ انسان کے خمیر میں قدرتی طور پر موجود ہیں۔

---

۱ محمود خلیفہ، ۳۰ طریقے جن سے آپ لوگوں کے دل جیت سکتے ہیں، ترجمہ: عبدالجبار، (لاہور: مکتبہ بیت السلام، طبع اول، ۲۰۱۵ء)، ۱۷۷

۲ النور: ۲۴/۲۲

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿وأَنْ تعفوآ أَقْرَبُ للتَّقْوٰى﴾[۱]

ترجمہ: اور تم معاف کر دو تو یہ پرہیز گاری کے قریب تر ہے۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ معاف کر دینا زیادہ بہترین اور ثواب کا کام ہے اور یہی تقوی کے قریب ہے[۲]
انسانی فطرت میں عفو ودر گزر کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تاکہ انسان اپنی غلطی کی تلافی معافی کے ذریعے کر کے دوسروں کے دلوں میں اپنے لیے محبت پیدا کرے اسی وجہ سے معافی کو تقویٰ کے قریب قرار دیا گیا ہے۔

• دوسروں سے اپنی غلطیوں کو معاف کرانے کی خواہش

اولادِ آدم غلطیوں کا پتلا ہے اس سے کہیں نہ کہیں ضرور حق تلفی ہو جاتی ہے یا وہ دوسروں کو بے جا نقصان پہنچا جاتا ہے۔ احساس ہونے پر اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ دوسرے اُسے معاف کر دیں اور اس سے اچھے تعلقات استوار کریں کیونکہ جب تک ایک شخص دوسرے شخص کو معاف نہیں کرے گا تب تک اللہ تعالیٰ بھی اسے معاف نہیں کریں گے۔

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لأَخيه فَلْيَتَحَلَّلْهُ منْهَا، فَإِنَّهُ لَيْس ثَمَّ دينَارٌ وَلاَ دِرْهَمٌ، من قَبْلِ أَنْ يُؤْخَذَ لأَخيه مِنْ حَسَنَاته، فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ حسناتٌ أُخذَ من سيِّئَات أَخيه فطُرِحَتْ عَلَيْه))[۴]

ترجمہ: جس نے کسی بھائی پر ظلم کیا تو اسے چاہیے کہ اس سے (اس دنیا میں) معاف کرا لے اس لیے آخرت میں روپے پیسے نہیں ہوں گے اس سے پہلے (معاف کرا لے) کہ اس کے بھائی کے لیے اس کی نیکیوں میں سے حق دلا یا جائے گا اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں تو اس (مظلوم) بھائی کی برائیاں اس پر ڈال دی جائیں گی۔

اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ یہ دنیا ایک عارضی ٹھکانہ ہے دائمی زندگی آخرت کی ہے۔ انسان اپنے آپ کو روزِ حساب کے لئے تیار کرے، اچھے کام کرے، تاکہ وہ جنت میں چلا جائے۔

---

۱ البقرہ: ۲/۲۳۷

۲ محمد شفیع، معارف القرآن، ۱/۵۸۸

۳ بخاری، الجامع الصحیح، کتابُ الرِّقَاق، بابُ القصاصِ یومَ القیامَۃ، ح ۶۵۳۴

- ## عفو و در گزر سے دراز عمری

عفو و در گزر کی فضیلت سے انسانی عمر لمبی ہو جاتی ہے۔

ارشادِ ربانی ہے:

﴿ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ﴾[1]

ترجمہ: لیکن جو لوگوں کو نفع دینے والی چیز ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔

اس آیت کی تشریح احمد رضا خان نے یہ کی ہے کہ حق ہمیشہ قائم رہتا ہے کیونکہ درست چیز بالکل صاف و شفاف ہوتی ہے اور زیادہ عرصہ قائم رہتی ہے۔[2]

اللہ تعالیٰ معافی، نرمی اور در گزر کرنے والے بندوں کی زندگیوں کو لمبا کر دیتا ہے۔

- ## اچھی عادات کو قائم رکھنے کے لیے عفو و در گزر

نیک خصلت لوگ اپنے اعلیٰ اوصاف و اخلاق کی وجہ سے پہچانے جاتے ہیں دنیا میں انہیں اسی وجہ سے شہرت ملتی ہے اسی لئے وہ اپنی اچھی عادات و اطوار کو برقرار رکھتے ہیں۔

ابراہیم بن مہدی بیان کرتے ہیں کہ جب اس نے خلیفہ مامون الرشید کے خلاف اپنی فوج سے حملہ کیا تو خلیفہ نے اسکو اپنی رشتہ داری کی وجہ سے معاف نہیں کیا بلکہ وہ اپنی اعلیٰ عادات کی وجہ سے اسکا سر قلم کر کے بُرے نام سے مشہور نہیں ہونا چاہتا تھا اس وجہ سے اس نے معاف کر دیا۔[3]

منظم معاشرتی زندگی کے لیے اتحاد ضروری ہے کہ گروہ کے لیے عفو و در گزر لازم و ملزوم ہے تاکہ افراد کی لغزشوں کو بخش دیا جائے اور آپس میں پیار سے وقت گزارا جائے۔

- ## خلافِ مزاج چیزوں کے واقع ہونے پر عفو و در گزر

کامیاب زندگی گزارنے کے لیے خلافِ مزاج چیزوں کے واقع ہونے پر عفو و در گزر کا دامن تھام لینا لازم ہے۔ بعض اوقات والدین اولاد، میاں بیوی یا پڑوسیوں کے طرز عمل سے انسان کو بہت تکلیف پہنچتی ہے وہ ان سے ویسا ہی سلوک کرنے کی کوشش کرتا ہے اور در گزر کرنا بھول جاتا ہے۔

---

١ الرعد: ۱۳/۱۷

۲ احمد رضا خان، محمد نعیم الدین، کنز الایمان، (تفسیر خزائن العرفان)، (کراچی: مکتبہ المدینہ، طبع اول، ۱۹۱۱ء)، ۴۷۲

۳ شہاب الدّین، المُستطرف فی کل فنّ المُستظرف، ۲۷۶/۱

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((أُتِي اللهُ بعبدٍ من عباده آتاهُ اللهُ مالاً، فَقَالَ لَهُ: ماذا عملْتَ في الدُّنيا؟ قَالَ: وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حديثًا، قَالَ: يا ربِّ آتَيْتَنِي مالَكَ، فَكُنْتُ أُبَايِعُ النَّاس، وَكَانَ من خُلُقِي الْجوازُ، فَكُنْتُ أَتَيَسَّرُ على الْموسر، وأُنْظِرُ الْمُعسرَ، فَقَالَ اللهُ: أَنا أَحقُّ بذا منك، تجاوزوا عن عبْدي))[1]

ترجمہ: حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اللہ عزوجل کے پاس اس کا ایک بندہ لایا گیا جس کو اس نے مال دیا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا تو نے دنیا میں کیا عمل کیا؟ اور اللہ تعالیٰ سے کچھ نہیں چھپا سکتے۔ بندے نے کہا! اے میرے مالک، تو نے اپنا مال مجھ کو دیا تھا۔ میں لوگوں کے ہاتھ بیچتا تھا اور میری عادت تھی در گزر کرنے کی (معاف کرنے کی) تو میں آسانی کرتا تھا مالدار پر اور مہلت دیتا تھا نادار کو۔ تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر میں تو زیادہ لائق ہوں معاف کرنے کے لیے تجھ سے، در گزر کرو میرے بندے سے۔

حالانکہ بندے کو چاہیے وہ ہر چیز کو بھول کر نرمی و در گزر سے لوگوں کے ساتھ برتاو کرے اور رشتوں کے تقدس کا خیال رکھے۔

اس سے یہ درس حاصل ہوتا ہے کہ حاجت مندوں سے عفو و در گزر کرنے کا اجر اللہ تعالیٰ خود دیتا ہے جس سے دوستوں کی رنجشیں ختم ہو جاتی ہیں، ناراضگی سے چھٹکارہ ہو جاتا ہے اور ان میں مزید پیار و محبت ہے۔

- **شفقت و محبت کا اثر**

موجودہ معاشرے میں اپنے نوکروں سے ایسا عفو و در گزر کا سلوک کیا جائے۔ تو وہ یقیناً اپنے مالک کے مخلص اور وفادار رہیں گے۔

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک حادثے کی وجہ سے غلام بن گئے تھے۔ اور آپ ﷺ سے اس قدر مانوس ہو گئے تھے۔ ایک دن ان کے پریشان والد اپنے بیٹے کو تلاش کرتے نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچ کر ان کی رہائی کی بات کی۔ آپ ﷺ نے فراغ دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں پوری آزادی دی۔ وہ اپنے پریشان والد کے ساتھ واپس چلے جائیں۔ لیکن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔

---

1. امام مسلم، صحیح مسلم، كِتَابُ الْمُسَاقَاةِ، بَابُ فَضْلِ إِنْظَارِ الْمُعْسِرِ، ح ۱۵۶۰

اس واقعے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ اپنے غلاموں کے ساتھ کتنے شفیق اور عفو و درگزر سے پیش آتے تھے۔ یعنی زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے ہمیشہ کے لیے اپنے نسب اور قبیلے کو خیر آباد کہہ کر صحبتِ محمدی ﷺ کو قبول کر لیا۔

موجودہ معاشرے میں اپنے نوکروں سے ایسا عفو و درگزر کا سلوک کیا جائے۔ تو وہ یقیناً اپنے مالک کے مخلص اور وفادار رہیں گے۔

حاصلِ کلام

قدرت و طاقت سے معاف کرنا اور پھر اس سے حسنِ سلوک کرنا عفو و درگزر ہے۔ یہ صفتِ ربّانی ہے اور یہی انبیاء اکرام کی سنت بھی ہے۔ اسی سے کرہِ ارض پر نظام زندگی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو قیامِ امن میں کلیدی مقام حاصل ہے۔ فطری طور پر انسان پر سکون اور خوشگوار جگہ پسند کرتا ہے، جہاں انسان کو جسمانی، ذہنی اور روحانی امن و چین میسر ہو۔ ایسی رحمتِ الٰہی کا وسیلہ ہے اور ربِ عرش کی محبت حاصل ہوتی ہے نیز بندے کی اچھی عادات برقرار رہتی ہیں۔ اور اسکی عمر لمبی ہوتی ہے۔ الغرض زندگی کا قیام اس سے ممکن ہے۔

باب چہارم

پاکستانی معاشرے میں عفو و در گزر کی عصری معنویت

فصل اول: عفو و در گزر کا فقدان اور اسکے اخلاقی اثرات

فصل دوئم: عفو و در گزر کا فقدان اور اسکے معاشرتی اثرات

فصل سوئم: عفو و در گزر کی عصری معنویت

فصل اول

عفو ودر گزر کا فقدان اور اسکے اخلاقی اثرات

خالقِ کائنات نے اس دنیا میں انسانوں کو مختلف جذبات اور احساسات دے کر پیدا کیا ہے۔انسان اچھائیوں اور بُرائیوں کا منبع ہے۔یہ اُس کی ذات پر ہے کہ وہ اپنی شخصیت پر کون سی چیز کو حاوی کرتا ہے۔اُس کی یہ پہچان اسکے معاشرتی عمل سے ہوتی ہے۔

سائنس و ٹیکنالوجی نے انسان کو زندگی کی آرام و آسائش دے کر روحانی اور اخلاقی قدروں کو زوال میں دھکیل دیا ہے۔کسی ایک قدر کی کمی یا خاتمے کی وجہ سے سماجی بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اس کے دُور رس نتائج بر آمد ہوتے ہیں۔دھوکہ، حسد،انتقام،بغض و کینہ وغیرہ عام ہو چکا ہے۔(۱)

مادیت پرستی* سے ہمارے معاشرے میں لوگوں نے ایک دوسرے کی غلطیاں اور خامیوں کو معاف نہیں کیا اور آپس میں حُسنِ سلوک سے پیش نہیں آئے۔اس سے بہت سی اخلاقی بُرائیاں جنم لے چکی ہیں۔جن میں سے چند یہ ہیں:

غرور و تکبر

مال و دولت کی فراوانی اور پُر آسائش زندگی انسان کو غرور** و تکبر*** میں مبتلا کر دیتی ہے۔یہ مرض ہر معاشرتی اور اخلاقی انحطاط کی ابتداء ہے۔غرور و تکبر میں مبتلا شخص دوسروں کو حقیر سمجھ کر خود کو اعلیٰ وارفع سمجھتا ہے اس سے معاشرتی بگاڑ کا آغاز ہوتا ہے جس سے اچھی عادات ضائع ہو جاتی ہیں۔یہ انسان کو دیمک کی طرح کھا جاتا ہے،اسی وجہ سے اس کو تمام اخلاقی بُرائیوں کی جڑ کہا جاتا ہے۔متکبر شخص کو کوئی عہدہ مل جائے تو وہ اس کے پاس زیادہ دیر تک قائم نہیں رہتا۔کیونکہ لوگ اُس سے متنفر ہو جاتے ہیں۔

ا احمد ومیض ندوی،ذوالفقار احمد نقشبندی، موجودہ حالات میں سیرت رسول ﷺ کا پیغام،(حیدر آباد: مکتبہ الادعوۃ والا، طبع ثانی،۲۰۱۷ء)، ۲۶۹

* انسان کا دنیا کو حقیقی زندگی سمجھ کر اسکی محبت میں کھو جانا ہے یعنی دنیاوی عیش و عشرت میں مگن ہو جانا ہے۔

** غرور کا معنیٰ "دھوکہ دینا" ہے۔

شیخ،سعید اے،رابعہ اُردو لغت جامع،(نئی دہلی:اسلامک سروس، طبع اول،۲۰۰۷ء)،۷۷۷

*** تکبر کے معنیٰ "بڑائی ظاہر کرنا اور گھمنڈ" کے ہیں۔

نُور الحسن، نُور اللغات،(اسلام آباد: نیشنل بک فاونڈیشن، طبع اول،۱۹۷۶ء)،۱/۱۰۶۶

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿وَلاَ تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحاً إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولاً﴾[١]

ترجمہ: اور زمین میں اکڑ کر نہ چل کہ نہ تو زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ لمبائی میں پہاڑوں کو پہنچ سکتا ہے۔

اس آیت میں اس امر کی توجہ گئی ہے کہ اللہ تعالی نے زمین پر اکڑ اور غرور و تکبر سے چلنے کو ناپسندیدہ قرار دیتے ہیں۔ عمرو بن شعیب کے دادا نے نبی کریم ﷺ سے روایت بیان کی کہ روزِ محشر غرور کرنے والوں کو چیونٹوں کی طرح اٹھا کر جہنم میں ڈالا جائیگا۔[٢]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لاَ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ))[٣]

ترجمہ: جس کے دل میں زرہ برابر تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہ ہو گا۔

یہ حدیث تعلیم دیتی ہے کہ انسان کو غرور و تکبر کی سوچ بھی نہیں آنی چاہیے۔ کیونکہ ایسا شخص کا جنت میں داخلہ ناممکن ہے۔ نیز ایسے شخص کو نہ کوئی پسند کرتا ہے اور نہ زیادہ بات چیت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق آدم علیہ السّلام کے سامنے تمام فرشتے سجدہ ریز ہوئے سوائے ابلیس کے۔ اُس نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور کہا: تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم علیہ السّلام کو مٹی سے پیدا کیا۔ اس وجہ سے میں اِس سے افضل ہوں اِسی تکبر کی وجہ سے وہ جنت اور آسمانوں سے نکالا گیا۔[٤]

ابلیس* کا واقعہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ غرور و تکبر ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔

غرور و تکبر کے اثرات

غرور و تکبر کے اثرات یہ ہیں۔

- معاشرے میں دکھاوا اور نمائش عام ہو گئی ہے۔

---

١ بنی اسرائیل: ١٧/٣٧

٢ محمد ثناءاللہ، تفسیر المظہری، ٥/٢٨٨

٣ امام مسلم، صحیح مسلم، کتَابُ الْإِيمَانَ، بَابُ تَحْرِيمِ الْكِبْرِ وَبَيَانه، ح١٤٩

٤ الطبری، جعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، (الریاض: بیت الافکار الدولیہ، س-ن)، ٣٣

* حضرت آدم علیہ السّلام و ابلیس کا واقعہ قرآن مجید میں سات دفعہ آیا ہے۔ سورہ الاعراف، سورہ بنی اسرائیل البقرہ، سورہ الحجر، سورہ الکہف، سورہ طہ، سورہ ص اور سورہ البقرہ میں ہے۔ دوسری جگہ یہ ذکر ہے " قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ۔ ترجمہ: کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں، آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا"

- سماج میں متکبر افراد کی بڑائی اور خود غرضی سے بدامنی پھیل چکی ہے۔
- غریب اور کمزور لوگوں میں احساسِ کمتری مزید بڑھا ہے۔

مختصراً آج بھی معاشرے میں سرکش اور سفاک دِل لوگ کبھی علم و دولت کی کثرت اور اپنی عبادت و پرہیزگاری پر ناز کرتے ہوئے معاشرے میں بدامنی پھیلا چکے ہیں اور اس سے معاشرے کا امن و سکون خراب ہوا ہے۔

حسد

حسد * معاشرے کے امن کو نقصان دینے والی ایک بہت بُری اخلاقی بیماری ہے۔ حاسد اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتا۔ وہ خود بھی پریشان ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی پریشان کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حاسد اللہ تعالیٰ کی مرضی کا دشمن ہے اور اسکے بندوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾[۱]

ترجمہ: یہ لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے۔

یہ آیت بیان کرتی ہے کہ حاسد لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے متعلق حسد کرتا ہے۔ اور ایسا فطری بھی ہو جاتا ہے اور جذباتی طور پر بھی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے ناراض ہوتا ہے۔

حاسد ذہنی و جسمانی سکون سے محروم ہو جاتا ہے اور اپنی زندگی سے کوئی مزہ نہیں اٹھاتا۔ وہ تقدیرِ الٰہی سے خوش نہیں ہوتا اور نہ یہ سمجھتا ہے کہ اس میں رب العزت کی کوئی حکمت یا مصلحت ہے۔ اس لیے حسد کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حسد نیکیوں کو کھا جاتا ہے۔ اسکے برعکس جس سے حسد کیا جاتا ہے اسکو یہ فائدہ مل جاتا ہے کہ اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔[۲]

---

* حسد "بُرا چاہنا، کسی کی خوشی سے رنجیدہ ہونا، جلنا۔
شان الحق حقی، فرہنگِ تلفظ، (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، طبع اول، ۱۹۹۵ء)، ۴۶۰
کسی کا زوال چاہنا، اور اسکی تمنا کرنا کہ اسکی نعمت اور خوشحالی اُس سے دُور ہو کر اسے مل جائے" کو کہتے ہیں۔
محمد اسجد قاسمی، اصلاحِ معاشرہ اور تعمیرِ سیرت واخلاق، (دہلی: فرید بک ڈپو، طبع سوئم، ۲۰۱۶ء)، ۱۴۱

۱ النساء: ۵۴/۴

۲ الغزالی، محمد، کیمیائے سعادت، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، طبع چہارم، ۱۹۲۹ء)، ۳۹۸-۴۰۲

حسد ایسی بُری چیز ہے جو خون کے رشتوں میں بھی پیدا ہو ہے اور انھیں تباہ و برباد کیا ہے، مثلاً بہن بھائیوں میں یہ ایک دوسرے کے خلاف پیدا ہوا ہے۔ ایسا انبیاء علیہ السّلام کے گھروں میں بھی ہوا ہے۔ اسکی مثال حضرت یوسف علیہ السّلام کا واقعہ سورۃ یوسف میں بیان ہوا ہے۔

حسد کی تباہ کاریاں (اثرات)

حسد کی تباہ کاریاں درج ذیل ہیں۔

- افراد حسد سے دوسروں کو نیچا د کھانے کے لئے دولت بڑھانے کی دوڑ میں شامل ہو چکے ہیں۔
- معاشرے میں نفرت اور حسد جیسی بُرائیوں سے امن وسکون ختم ہو چکا ہے۔
- حسد سے لوگ مختلف بیماریوں مثلاً بلڈ پریشر اور ڈپریشن وغیرہ میں مبتلا ہو چکے ہیں۔

الغرض حسد ایک ایسا زہر ہے جس کو مہذب معاشرے کی عوام نے ناپسند کیا ہے کیونکہ اس سے معاشرے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے مثلاً برادریوں میں لڑائی جھگڑے وغیرہ۔

غصہ

معاشرتی امن کی خرابی میں غصہ *کا اہم کردار ہے۔ انسانی خمیر میں خوشی، غم اور غصہ موجود ہے۔ عوام خوشی کے وقت خوش اور نامناسب چیزوں پر غصہ کرتے ہیں۔ جسکا اثر اُس کے آس پاس کے لوگوں پر براہِ راست یا بلاواسطہ پڑتا ہے اور وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس سے بے چینی و بے سکونی بڑھتی ہے۔

غصہ فطری طور پر انبیاء اکرام پر بھی حاوی ہوا۔ اس کی مثال حضرت موسی علیہ السّلام کے غصے کا واقعہ ہے۔

حضرت موسی علیہ السّلام کوہِ طور پہاڑ پر جب اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے گئے اور اپنا جانشین اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السّلام کو چھوڑ گئے قوم سونے کے بچھڑے کی پرستش کرنے لگی حضرت موسی علیہ السّلام نے شدید غصے میں حضرت ہارون علیہ السّلام کو مارا۔(۱)

کوئی بشر غصے سے بچ نہیں سکتا۔

---

* غصہ کے معنٰی "خفا ہونا، ناراضگی ظاہر کرنا" کے ہیں۔
فیروزُ الدین، فیروزُ اللّغات اُردو جامع، ۹۱۴

۱ ابنِ کثیر، تفسیرالقرآن العظیم، ۴۷۷/۳

غصے کے نقصانات

غصے کے نقصانات یہ ہیں۔

- غصے سے افراد کے بیوی بچے، رشتہ دار اور ساتھی الگ ہو چکے ہیں۔
- کاروبار اور جائیداد ختم ہو گئے۔
- غصیلے شخص کی معاشرے میں کوئی عزت نہیں کرتا۔

مختصراً انسانوں میں غصہ شدید ہوتا ہے۔ جس سے بعض اوقات لوگوں کے مسکراتے گھر تباہ ہوئے ہیں اور وہ ملازمتوں سے بھی نکالے گئے ہیں، وغیرہ۔

انتقام لینا

انسان فطری طور پر دوسروں سے بدلہ لیتا ہے۔ انتقام لینا* بعض حالات میں درست ہوتا ہے۔ کیونکہ جب اسکو کسی سے تکلیف پہنچتی ہے تو وہ جب تک اسکو ایسی تکلیف نہ دے۔ اسکو سکون واطمینان نہیں آتا۔

مادیت پرستی کی وجہ سے چھوٹی چھوٹی باتوں کا انتقام لیا جاتا ہے۔ جو گردونواح کے سکون واطمینان کو خراب کرتا ہے۔ انتقام در انتقام لینے کی روش کوئی نئی چیز نہیں، بلکہ زمانہ جاہلیت میں بھی یہ رواج عام تھا۔ ایک دفعہ جو جنگ چھڑ جاتی تھی، وہ کئی دہائیوں پر محیط ہو جاتی تھی۔ جس میں سینکڑوں افراد لقمہِ اجل بن جاتے، بچے یتیم ہو جاتے اور عورتیں بیوہ ہو جاتیں۔[۱]

دوسروں سے بدلہ لینا ہر دور میں موجود رہا ہے۔

انتقام لینے کا بگاڑ

موجودہ زمانے میں بھی بدلہ لینے کی روش لوگوں میں موجود ہے۔ جس میں ایسے واقعات گاہے بگاہے رونما ہوتے رہتے ہیں جو عدم معافی اور عدم برداشت کا نتیجہ ہیں۔ اسکی وجہ معمولی جھگڑے اور لڑائیاں ہیں۔ چھوٹی چھوٹی باتیں طویل دشمنی کی صورت اختیار لیتی ہیں اور پھر یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا ہے اس کی ایک مثال ضلع راولپنڈی کا واقعہ ہے۔

---

* انتقام لینا/بدلہ لینا سے مراد یہ ہے کہ بُرائی کے بدلے ویسی بُرائی کی جائے کی ہے۔
سعید اے شیخ، رابعہ اردو لغت جامع، ۱۱۳

۱ ظہیر احمد زیدی نگینوی، تاریخ تمدنِ عرب، (لاہور: فرید بک سٹال، طبع اول، ۲۰۰۲ء)، ۳۸

ضلع راولپنڈی کا واقعہ

ضلع راولپنڈی میں ۲۵ جولائی کو ۲۰۲۰ ایک واقعہ پیش آیا۔ پولیس تحقیقات کے مطابق واقعہ کی اصل وجہ کچھ روز قبل ایک خاتون کا قتل اور دیرینہ دشمنی تھی۔ پولیس کا کہنا تھا کہ چند روز قبل رہنواز گروپ نے امتیاز گروپ کے گھر میں داخل ہو کر زاہدہ بی بی کو فائرنگ کر کے قتل کیا تھا۔ جسکا بدلہ لینے کے لیے مخالف فریق نے اظہر، نذر اور امتیاز گروپ کے گھروں میں داخل ہو کر جمعہ کو فائرنگ کی۔ جس سے پانچ خواتین اور چار بچے ہلاک ہوئے۔ نو افراد کے قتل سے پورے علاقے میں خوف وہراس پھیل گیا تھا۔[۱]

یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ انتقام در انتقام کا رواج عصرِ حاضر میں بھی موجود ہے۔ سہولتوں کی فروانی سے انسان ایک دوسرے سے دُور ہو گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ بات بات پر انتقام لینا بہادری سمجھتا ہے۔

تعصب اور عصبیت

تعصب* و عصبیت** ایک اہم اخلاقی بُرائی ہے جو انسانی تعلقات اور رشتوں کو ختم کر دیتی ہے اور معاشرتی تعمیر و ترقی کو روک دیتی ہے۔ یہ خاندان، برادریوں اور معاشروں کے امن و امان کو تباہ کر دیتا ہے۔ لوگوں کو آگ کے سمندر میں ڈال دیتا ہے۔ تعصب و عصبیت ہی کی وجہ سے اُمتِ مسلمہ قوم، زبان، علاقے اور جماعتوں میں تقسیم ہوئی اور اسلامی امن واتحاد پارہ پارہ ہوا۔

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿يَآ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوْا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقٰكُمْ﴾[۲]

ترجمہ: اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (ہی) مرد و عورت سے پیدا کیا ہے اور اس لیے کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔

---

۱ سٹاف رپورٹر، "خاندانی دشمنی پر فائرنگ"، روزنامہ "نوائے وقت راولپنڈی"، ۲ جولائی ۲۰۲۰

www.nawaiwaqt.com.pk/E-Paper/islamabad/2020-07-25/page-1

* تعصب بے جا طرفداری کو کہتے ہیں۔

احسان دانش، اُردو مترادفات، (لاہور: مرکزی اُردو بورڈ، طبع اول، ۱۹۷۰ء)، ۱۰۴

** عصبیت سے مراد اپنی قوم کی غلط کاموں میں حمایت اور مدد کرنا۔

خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام، ۵۳۲

۲ الحجرات: ۱۳/۴۹

اس آیت میں امام جصاص اس حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ دنیا میں قبیلے اور برادریاں محض اللہ تعالیٰ نے پہچان کے لئے بنائے ہیں اس لئے سب کی شکلیں ایک دوسرے سے جُدا ہیں۔ سب آدم علیہ السّلام کی اولاد ہیں۔ کسی کو کسی پر اپنے نسب و قوم پر پر فخر کا اختیار نہیں۔ فضیلت صرف تقوی کی ہے۔(۱)

روزمرہ زندگی میں تعصب و عصبیت کی عام مثالیں

سوچ اور فکر کے لحاظ سے معاشرے میں آج بھی مذہبی، تعلیمی، علاقائی، سیاسی تعصب اور عصبیت کی شکلیں موجود ہیں اس سے مختلف طرح کے اختلافات جنم لیے ہوئے ہیں جس سے معاشرے میں بے چینی و انتشار پیدا ہوا ہے۔

تعصب و عصبیت کے نقصانات

تعصب و عصبیت کے نقصانات یہ ہیں:

- تعصب اور عصبیت سے ایک مسلک اپنے آپ کو دوسروں سے بہتر سمجھتا ہے۔اور فرقہ پرستی اور گروپ بندی عام ہوئی ہے۔
- نجی اداروں سے پڑھے لکھے لوگ اپنے آپ کو سرکاری اداروں سے اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد اخیال کرتے ہیں۔
- قومیت پرستی بھی معاشرتی انتشار کی اہم وجہ ہے، مثلاً راجپوت، چوہدری، پٹھان اور پنجابی وغیرہ۔

مختصراً موجودہ دَور میں خوشحالی اور نعمتوں کی کثرت نے لوگوں کو تعصب و عصبیت میں مبتلاء کر دیا ہے۔

کینہ، بغض اور عداوت

جس معاشرے میں لوگوں کے دل ایک دوسرے کو معاف نہ کریں۔ وہاں کینہ، بغض و عداوت* عام ہو جاتا ہے۔ جسکی لپیٹ میں ایک دن سارا سماج آجاتا ہے کیونکہ یہ عام مشاہدہ ہے کہ جس شخص کے دل میں دوسروں کے لیے نفرت اور دشمنی ہوتی ہے وہ کبھی نہ کبھی اپنا خطرناک اثر ضرور دکھاتی ہے۔

---

۱ الجصاص، احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، (البیروت: دار احیاء التراث العربی، طبع اول، ۱۴۱۲ھ)، ۲۹۲/۵

مالکِ کائنات کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ﴾(۱)

ترجمہ: شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت اور بغض واقع کرادے۔

اس آیت کی وضاحت یہ ہے کہ شیطان اس کوشش میں مصروف ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو شراب وجوا کے ذریعے کینہ، بغض اور عداوت ڈال دے اور اللہ کی یاد سے غافل کردے۔(۲)

کینہ وبغض کی ایک مثال سماجی کینہ ہے مثلاً دوسروں کے اچھے کاموں کی تعریف نہ کرنا وغیرہ۔ یہ انسان کے ذاتی سکون واطمینان کو ختم کردیتا ہے۔ وہ دوسروں کو بھی ایسا ہی دیکھنا چاہتا ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں یہ بیماری بہت عام ہوتی جارہی ہے۔

موجودہ حالات میں طلبِ دنیا کی وجہ سے لوگ دوسروں کے ساتھ خود غرضی کا سلوک کرتے ہیں۔ انھیں بُرا سمجھتے ہیں، ہر بات میں اپنا مفاد اوّلین سمجھتے ہیں اور ان سے بغض وکینہ بھی رکھتے ہیں۔(۳)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((تُفْتَحُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الإِثْنَيْنِ، وَيَوْمَ الْخَمِيسِ، فَيُغْفَرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَا يُشْرِكُ بِاللهِ شَيْئًا، إِلَّا رَجُلًا كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ أَخِيهِ شَحْنَاءُ، فَيُقَالُ: أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا، أَنْظِرُوا هٰذَيْنِ حَتَّى يَصْطَلِحَا))(۴)

ترجمہ: پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا، اس بندے کے سوا جس کی اپنے بھائی کے ساتھ عدوات ہو، چنانچہ کہا جاتا ہے: ان دونوں کو مہلت دو حتّٰی کہ یہ دونوں صلح کر

---

* کینہ، بغض اور عداوت سے مراد کوئی بندہ دوسروں سے خلافِ شریعت کینہ، دشمنی اور نفرت رکھے نیز ایسا دائمی ہو۔ مجلس المدینۃ العلمیۃ، باطنی بیماریوں کی معلومات، (کراچی: مکتبۃ المدینہ، طبع اول، ۲۰۱۴ء)، ۵۳

۱ المائدہ :۵/۹۱

۲ ابنِ کثیر، تفسیرالقرآن العظیم، ۳/۱۸۵

۳ محمد شعیب اللہ خان، حدیث نبوی اور دورِ حاضر کے فتنے، (بنگلور: مکتبہ مسیحُ الامت دیوبند، طبع اول، ۲۰۱۵ء)، ۱۲۰

۴ امام مسلم، صحیح مسلم، کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ النَّهْيِ عَنِ الشَّحْنَاءِ وَالتَّهَاجُرِ، ح۲۵۶۵

لیں۔ان دونوں کو مہلت دو حتّی کہ یہ دونوں صلح کرلیں۔ان دونوں کو مہلت دو حتّی کہ یہ دونوں صلح کرلیں(اور صلح کے بعد انکی بھی بخشش کردی جائے گی)۔

دوسری جگہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إياكم والبغضاء، فإنها الحالقة.)) [1]

ترجمہ: خبردار باہمی بغض وعناد سے بچو! کیونکہ وہ مونڈنے والی ہیں۔

یہاں مونڈنے سے مراد اپنے دین کو خراب کرنا ہے اور ضیاع کرنا ہے۔

کینہ،بغض اور عداوت کے سماجی بگاڑ

- کینہ پرور شخص دوسروں پر طنز کرکے انھیں بے چین کرتا ہے۔
- افراد میں عیب اور نقص نکالے جاتے ہے۔
- کینہ وبغض گھن کی طرح لوگوں کو تباہ کرتا ہے۔

مختصراً کینہ،بغض وعداوت ایک معاشرتی کینسر ہے۔جو اندر اندر سے اپنا اثر دکھاتا ہے۔

حاصلِ کلام

مختصراً عفو ودرگزر کے فقدان سے مختلف اقسام کا بگاڑ پیدا ہوتا ہے: مثلاً غرور و تکبر سے انسان اپنی برتری دوسروں پر ظاہر کرکے انھیں حقیر گردانتا ہے اور شیطان بھی اپنی خودسری کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا۔ حسد ہر جگہ پایا جاتا ہے، حتی کہ سگے بہن بھائی بھی ایک دوسرے سے حسد کرتے ہیں جیسے حضرت یوسف کے بھائیوں نے انھیں نے کنواں میں ڈالا تھا۔ غصہ اپنی ناکامی اور بعض اوقات مادیت پرستی کی دوڑ میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔جس سے بڑے نقصان جنم لے لیتے ہیں۔ تعصب و عصبیت سے معاشرتی یکجہتی ختم ہو جاتی ہے۔جبکہ کینہ، بغض وعداوت زہر کی طرح سارے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔

یہ اخلاقی بُرائیاں معاشرے میں بے چینی،انتشار اور بدامنی پیدا کرتی ہیں جس سے لوگوں کا اُس معاشرے میں زندہ رہنا مشکل ہو جاتا ہے۔

[1] علاءالدین علی بن حسام، كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال ،(مؤسسة الرسالة، الطبعة الخامسة،١٤٠١هـ)في كتاب الأخلاق من قسم الأقوال ،٧٣٩٩

فصل دوئم

عفو ودر گزر کا فقدان اور اسکے معاشرتی اثرات

معاشرے میں لوگ اکٹھے مل جُل کر رہتے ہیں۔ جہاں کوئی نہ کوئی بات ضرور ناراضگی کا سبب بنتی ہے اور بعض اوقات بات لڑائی جھگڑے تک پہنچتی ہے جس سے لوگوں میں اضطراب پیدا ہوتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ مادیت پرستی کی وجہ سے جب ایک دوسرے کو معاف نہ کیا جائے اور ہر بات کا بدلہ لیا جائے تو ظلم وزیادتی اور قتل و غارت عام ہو جاتی ہے۔ خونی رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ برادریوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔لوگ مذہب سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔

ہمارے لوگ (ہمدردی، عفو ودرگزر، مساوات اور احترام انسانیت وغیرہ) کو بھول چکے ہیں۔ جس سے بہت سی پیچیدگیاں پیدا ہو چکی ہیں۔[۱]

عفو ودرگزر کے فقدان کے مضمرات کے معاشرتی اثرات بہت سے ہیں۔اُن میں سے کچھ یہ ہیں:

ا۔ ظلم

ظلم * گناہ کبیرہ ہے جس سے معاشرے میں بے چینی اور افراتفری پھیلی ہے اور لوگوں میں خوف وہراس جنم لیا ہے۔ ظلم سے زیادتیوں کا بازار گرم ہوا ہے۔ جس سے دلوں میں قدورتیں جنم لے چکی ہیں۔ جو معاشرے کو تباہی کی طرف لے جاتی ہیں۔

ظلم اس وقت جنم لیتا ہے جب انسان اپنی آمدن کے اندر رہ کر اخراجات پورے نہیں کرتا، خود محنت کرنا چھوڑ دے، دنیا کے اس عارضی ٹھکانے کو مستقل حقیقت سمجھ لے جو حلال و حرام کا فرق مٹا دیتی ہے، تو انھیں پورا کرنے کے لیے وہ دوسروں کے حقوق غضب کرتا ہے نیز وہ جو جی چاہے کرتا ہے۔ تو ایسی صورت میں ظلم و جبر کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

معاشرے میں ظلم کی مختلف ظُلم کی اقسام اور صورتوں میں پہلی صورت اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔

ا احمد و میض ندوی، ذوالفقار احمد، موجودہ حالات میں سیرت رسول ﷺ کا پیغام، ۲۶۹

* ظلم کا معانی یہ ہے کہ "بے انصافی، جبر، زیادتی، حد سے تجاوز کرنا، کمزور کو تنگ کرنا، زبردستی کوئی چیز لے لینا"۔
وارث سرہندی، علمی اردو لغت جامع، (لاہور: علمی کتاب خانہ، طبع سوئم، ۱۹۸۳ء)، ۱۴۰۰
اسرار احمد نے سورہ لقمن (۱۳/۳۱) میں ظلم کی تعریف اس طرح بیان کی ہے کہ کسی چیز کو اسکے اصل مقام سے ہٹا کر کسی دوسری جگہ پر رکھ دینا ہے۔
اسرار احمد، بیانُ القرآن، ۴۵۴/۵

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ﴾[1]

ترجمہ: بے شک شرک ایک عظیم ظلم ہے۔

اس آیت میں اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ظلم کی اس قسم میں اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر کی ذات ،صفات یا افعال کے ساتھ کسی اور کو شریک کرنااور کسی اور سے مدد مانگنا ہے۔اور قرآن مجید میں اسی کو "عظیم ظلم" کہا گیاہے۔[2]

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ کافرمان ہے:

﴿ومن يتعدَّ حدود الله فأولئك هم الظالمون﴾[3]

ترجمہ:اور جو اللہ کی حدود سے آگے بڑھتاہے، پس وہی ظالم ہیں۔

اس آیت میں اللہ کی حدود سے تجاوز کرنے سے روکا گیاہے۔تاکہ ایک مقررہ حد میں رہ کر زندگی گزاری جائے۔جو ان حدود کا خیال نہیں رکھے گا،وہ ظالم ہوگا۔

عصرِ حاضر میں ظلم کی مثال

ضلع گجرات کے علاقے چک بھوالا میں ایک مزدور نصر اقبال کی زمیندار غلام مصطفی سے بجلی کے میٹر پر پانچ ہزار روپے پر جھگڑا ہوا۔غلام مصطفی نے اس کے دس سالہ بیٹے تبسم کو اپنے ڈیرے کے ٹیوب ویل میں نہاتے ہوئے پکڑ کر مار اپیٹا، پھر پیٹرا انجن کی مدد سے اس کے دونوں بازو جسم سے جُدا کر دیئے۔[4]

اس واقعے کی بنیادی وجہ حدودِ الٰہی سے تجاوز،عدم برداشت اور عفوودر گزر کی کمی ہے۔

حقوقِ العباد میں انسانی زندگی کے روز مرہ کے معاملات میں ظلم کی دوسری صورت ہے،اس کی عام مثالیں مثلاًکسی کے مال و جائیداد کو چھین لینا، چوری کرنا، گالیاں دینااور غیبت کرنا وغیرہ ہیں۔نیز فرائض میں غفلت و کوتاہی بھی ظلم میں شامل ہے، جیسے خاوند بیوی کو اپنی حیثیت کے مطابق نان ونفقہ نہ دے،بیوی شوہر کے حقوق ادانہ کرے، اولاد ماں باپ کی نافرمانی کرے،پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے حقوق ادانہ کرنا،وغیرہ۔

---

۱ لقمان:۱۳/۳۱

۲ اسرار احمد،بیانُ القرآن،۴۵۴/۵

۳ البقرہ :۲۲۹/۲

۴ غلام، محی الدین/بشیر واثق،"بڑھتاہوا ظلم۔۔۔آخر کب تک"،روزنامہ "ایکسپریس"،۲۷جولائی،۲۰۱۴ء
https://www.express.pk/story/274645

شریعت کے بتائے ہوئے اصولوں کے برعکس زندگی گزارنا اپنی ذات کے ساتھ ظلم کی تیسری صورت ہے۔ دنیاوی زندگی کو حقیقت جان کر اپنی نفسیاتی خواہشات کی اندھادھند تکمیل کرتے ہوئے مثلاً اپنی حفاظت اور دیکھ بھال کو نظرانداز کرنا وغیرہ ہی خود پر ظلم ہے۔

مالکِ کائنات کا فرمان ہے:

﴿ومن يَّتَعَدَّ حُدُودَ الله فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ﴾[1]

ترجمہ: جو اللہ کی حدود سے آگے نکلے گا تو تحقیق اس نے اپنی جان پر ظلم کیا۔

اس آیت میں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ شریعت کے احکام پر عمل نہ کرنے سے انسان اپنی ذات کو خسارے میں ڈالتا ہے۔ جس کی سزا دنیا و آخرت میں ملتی ہے۔ یہی اس کا اپنی ذات پر ظلم ہے۔[2]

ظلم کے اثرات

- افراد کا ایک دوسرے پر اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔
- لوگ اپنے مفاد کو ترجیح دے کر اس کو حاصل کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں۔

مختصراً ظلم کی کوئی سی صورت یا اثر ہو، اس سے افراد کو تکلیف پہنچتی ہے۔ جس سے معاشرے میں بے چینی اور بے سکونی جنم لیتی ہے۔

۲۔ فتنہ وفساد

فتنہ* وفساد** کسی نہ کسی سوچ کی پیداوار ہوتے ہیں جو معاشرے میں ناراضگی اور لڑائی جھگڑے کا سبب بنتے ہیں۔ اور بعض اوقات خونریزی کو جنم دیتے ہوئے امن وامان کو خراب کر دیتے ہیں۔

---

۱ الطلاق: ۶۵/۱

۲ مُحمد شفیع، مُعارف القرآن، ۴۸۶/۸

* فتنہ کے مختلف معانی میں جھگڑا، فساد، سختی، عذاب، شرارت، کفر، گناہ اور فسق وفجور کے ہیں۔
احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، ۳۲۵/۳
قرآن مجید میں فتنہ کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ فتنہ کے معنٰی "امتحان" اور "آزمائش" کے ہیں۔ (العنکبوت: ۲)، بہکانا (مکر و فریب)، (اعراف: ۲۸)، بلاء اور عذاب (انفال: ۲۵) گمراہ کرنا (انفال: ۳۹)

** فساد سے مراد حد سے گزر جانا ہے یعنی اس میں اصلاحی اُمور کو نظرانداز کرتے ہوئے لڑائی جھگڑا کرنا ہے۔
سعیدا ے شیخ، رابعہ اردو لغت، ۷۹۷

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ﴾[1]

ترجمہ: فتنہ قتل سے بد تر ہے۔

اس آیت یہ بتایا گیا ہے کہ قتل کرنے میں ایک جان یا چند جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ لیکن فتنے میں کوئی گروہ زبردستی دوسروں پر اپنے سوچ و افکار مسلط کرنے لگے اور ایسا جب دین کی وجہ سے ہو تو اس میں کئی جانیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ تب یہ فتنہ قتل سے زیادہ خطرناک ہے۔[2]

فتنہ و فساد میں حد سے بھری ہوئی انا پسندی جو مادی دنیا کی سوچ ہے۔ روپے پیسوں کی بہتات اور سٹیٹس کی دوڑ نے خونی رشتوں اور برادریوں کو گھن لگا دیا ہے۔ لوگوں میں بعض اوقات اپنی غلطی کا احساس ہو جاتا ہے۔ لیکن آپس کی ضد اور انا کی وجہ سے زیادتی کے شکار افراد سے معافی مانگنا گوارا نہیں کرتے ہیں۔ بلکہ اپنی راہیں الگ کر لیتے ہیں۔ جس سے ہفتے، مہینے اور سال گزر جاتے ہیں۔ جس سے خاندانی نظام ٹکڑوں کا منظر پیش کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس سے خاندان، برادریوں اور قبیلوں کی پہچان آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے بلکہ صرف لاکھوں اور کروڑوں کی جائیداد اور عہدوں کی پہچان باقی رہ گئی ہے۔

فتنہ وفساد کا معاشرتی بگاڑ

عصرِ حاضر میں گلوبلائزیشن میں انٹرنیٹ اور کیبل نے مواصلات میں آسانی کر دی ہے۔ جس سے لوگ ایک دوسرے سے ہر لمحہ رابطہ کرتے رہتے ہیں۔ اس فتنے سے مذہب، علاقائی تہذیب و تمدن، مقامی رسوم و اقدار کے ساتھ اخلاقیات کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے، جیسے والدین اور اولاد کا رشتہ لازوال محبت و شفقت سے مالا مال ہے۔ لیکن گلوبلائزیشن سے باہمی احترام بری طرح متاثر ہوا ہے۔ کیونکہ بچے والدین کی بات کو سننے کو تیار نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو ماڈرن کہلانے کے چکر میں پڑے ہیں، تاکہ کہیں وہ دوسروں سے پیچھے نہ رہ جائیں۔

موجودہ حالات میں فتنہ و فساد کا اصل محرک روپے پیسے کی کثرت ہیں۔ ہر شے کی قدر و قیمت پیسے ہیں مثلاً ایک بھائی دوسرے بھائی کو پھولوں کا تحفہ دیتا ہے، تو وہ اس کی قدر اس کی قیمت کے حساب سے کرتا ہے۔ بجائے پیار اور خلوص کے جذبات سے جو اس سے وابستہ ہیں۔[3]

---

۱ البقرہ: ۱۹۱/۲

۲ مودودی، تفہیم القرآن، ۱۵۰

۳ محمد اسجد قاسمی، اصلاحِ معاشرہ اور تعمیرِ سیرت و اخلاق، ۵۳

الغرض فتنہ وفساد مذہبی، سیاسی یا معاشرتی ہو۔ قومی اور خانگی نظام کو بُری طرح متاثر کرتا ہے۔اسکے دُور رس بُرے اثرات سے کوئی کنارہ کشی نہیں کر سکتا ہے۔

۳۔ قتل وغارت

گھروں، خاندانوں اور معاشرے کی بے سکونی وتباہی میں بات بات پر جھگڑا، لالچ، بدلہ اور دشمنی نے قتل و غارت کو جنم دیا ہے۔

ٹیکنالوجی (ٹی۔وی، کیبل، کمپیوٹر، موبائل فون) کی بدولت انسان حُبِ دنیا* میں گم ہوتا گیا ہے۔ جس سے آپس میں برداشت اور معافی کا مادہ ختم ہو گیا۔ بہن بھائیوں کے دل ایک دوسرے کے خلاف نفرتوں سے بھرتے گئے ہیں جسکا نتیجہ بالآخر قتل وغارت کی صورت میں ظاہر ہونا شروع ہوا۔

انبیاء کے گھروں میں بھی قتل وغارت رونما ہوا۔ دنیا کا پہلا قتل حضرت آدم علیہ السّلام کے زمانے میں اُن کے ایک بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو دنیاوی لالچ کی وجہ سے کیا تھا۔ عفو ودرگزر کی کمزوری کی وجہ سے اس میں خونی رشتوں کا احترام ختم ہوا۔

قتل وغارت کے سماجی نقصانات

نعمتوں کی فروانی نے انسان کو خونی رشتوں سے غافل کر دیا ہے۔ آج دنیا پرستی میں ڈوبے والدین اولاد کے اور اولاد والدین کے قتل میں ملوث ہیں۔ قتل کا ایک واقعہ ہنجروال کے علاقے میں رونما ہوا۔ جس میں بیٹے احمد شہروز نے اپنی والدہ ثمینہ خٹک ناز کو غیرت کے نام پہ قتل کیا ثمینہ خٹک ناز نے دو شادیاں کی تھیں اور دونوں شوہروں سے طلاق لی تھی وہ پیشے کے لحاظ سے شوبز آرٹسٹ تھیں۔ بیٹے نے اپنی والدہ کو ناجائز تعلقات کے شک میں چُھری سے گلا کاٹ کر قتل کیا اور پھر وہاں سے بھاگ گیا۔[۱]

قتل وغارت کی بڑھتی ہوئی وارداتوں نے معاشرے کا چہرہ بگاڑ دیا ہے انسان ایک دوسرے کو برداشت کرنے اور معاف کرنے کے عادی نہیں ہیں کیونکہ ایسے لوگوں نے دنیا کو ہی حقیقت سمجھ لیا ہے اس سے معاشرے میں بے چینی اور بدامنی پھیلتی ہے، جس سے تمام شعبہءزندگی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔

---

* حب دنیا سے مراد دنیا کو حقیقت سمجھ کر اسکی چاہت میں محو ہونا ہے جس سے سماج میں بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔

۱ سید مشرف شاہ ،"قتل وغارت گری کی بڑھتی وارداتوں نے معاشرے کا چہرہ بگاڑ دیا"، روزنامہ، "ایکپریس" ۲۴، نومبر، ۲۰۲۰

https://www.express.pk/story/2108678/1/

۴۔صلہ رحمی کاخاتمہ *

حُبِ دنیااور سٹیٹس کی وجہ سے رشتہ داروں سے قطع تعلقی کی جاتی ہے مثلاً اگر کوئی غریب رشتہ دار ہے توامیر انکے ساتھ نہیں چلتے بلکہ اُنھیں اپنی توہین سمجھتے ہیں وغیرہ۔آپس کی رنجشیں اور بڑھتی ہوئی دُوریاں بھی خونی رشتوں کی بے لوث محبت کو ختم کر دیتی ہیں۔

خالقِ عرش وسماکافرمان ہے:

﴿ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللّٰهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ﴾[۱]

ترجمہ: وہ کاٹتے ہیں جس کے کئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اسے جوڑا جائے۔

ابنِ کثیر نے اس آیت کی تفسیر میں بد نصیبوں کی خامیاں بیان کی ہیں کہ وہ نہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کرتے ہیں اور نہ صلہ رحمی کرتے ہیں۔تو ایسے لوگوں کا بُراانجام ہے۔[۲]

بد قسمت انسان زندگی میں بے وفائی اپنے رشتہ داروں سے کرتے ہیں۔اُنھیں معاف کرنے کی بجائے آپس کے تعلقات ختم کر کے اجنبیت قائم کر لیتے ہیں۔جو ہر قسم کی پریشانیوں کو جنم دیتی ہے، اخلاقی قدروں یعنی عفو و در گزر، خیر وبھلائی اور تعاون وہمدردی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔نیز معاشرے میں اسکو بُری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

جبیر بن معطم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((لاَ يَدْخُلُ الجَنَّةَ قَاطِعٌ))[۳]

ترجمہ: قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔

اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ رشتوں کو توڑنے والا رحمتِ الٰہیٰ اور جنت سے محروم ہو جاتا ہے اور اس کو اپنے کیے کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے۔نیز اس کے رزق سے برکت ختم ہو جاتی ہے۔

قطع رحمی کی تباہ کاریاں

لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے لوگ قطع رحمی کرتے ہیں۔ان میں خوفِ خدا نہیں ہوتااور ادب واحترام کا خاتمہ ہوا ہے۔اسکی عام مثالیں گھر میں ساس بہو کے جھگڑے اور خاندن میں جائیداد پر قبضے کے معاملات وغیرہ۔اس کے ساتھ فضول رسوم ورواج مثلاً فوتگی پر جمعرات اور چالیسواں، شادی کی رسومات (مہندی وغیرہ) اور فیشن کے نئے انداز کی

---

* صلہ رحمی میں والد اور والدہ کی طرف سے خونی ونسلی رشتہ دار ہوتے ہیں صلہ رحمی کے خاتمے سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرے اور اُن سے بُراسلوک کرتے ہوئے تعلقات ختم کر لے۔

۱ الرعد:۱۳/۲۵

۲ ابنِ کثیر،تفسیرالقرآن العظیم،۴/۴۵۳

۳ بخاری،الجامع الصحیح،كِتَابُ الأَدَبِ،بَابُ إِثْمِ القَاطِعِ ،ح۵۹۸۴

وجہ سے بھی قطع رحمی کو ترجیح دی جاتی ہے۔ کیونکہ کچھ لوگوں کے پاس وقت نہیں ہوتا تو بعض کے پاس رقم نہیں ہوتی۔ جسکی وجہ سے برادریوں میں آنا جانا کم کرتے ہیں۔ آخرِ کار اس کا نتیجہ قطعِ رحمی کی صورت میں نکلتا ہے۔

الغرض قطعِ رحمی سے آپس کی نفرتیں اور دُوریاں پیدا ہوتی ہیں، تعلقات ختم ہو جاتے ہیں۔ جبکہ اس سے دنیا و آخرت میں انسان کو ذلت و خواری کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

۵۔ والدین کی علیحدگی

خانگی زندگی میں والدین کے آپس کے جھگڑوں کی وجہ سے خلع اور طلاق کی صورت میں علیحدگی ہو جاتی ہے۔ جس میں وہ ایک دوسرے کو معاف نہیں کرتے اور نہ ہی در گزر کرتے ہیں اور معاملات خلع یا طلاق تک پہنچ جاتے ہیں۔[۱]

مالکِ کائنات کا فرمان ہے:

﴿الطَّلاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾[۲]

ترجمہ: طلاق دو بار ہے پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے۔

طلاق کے اثرات دو خاندانوں پر پڑتے ہیں اور سب سے زیادہ اولاد متاثر ہوتی ہے۔

علیحدگی کے نقصانات

- بچے عدم تحفظ اور احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔
- بچے مختلف تہواروں میں اپنے آپ کو ادھورا سمجھتے ہیں۔
- بچے اُلجھنوں کا شکار ہو کر مختلف جرائم مثلاً چوری، بدکاری وغیرہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

الغرض طلاق اور خلع سماجی زندگی کا بہت بڑا المیہ ہے۔

۶۔ اتحاد کا خاتمہ

ہماری سوسائٹی میں ایک دوسرے کو معاف کرنے اور در گزر کرنے کی صفات بالکل کمزور ہو چکی ہیں۔ ساتھ ہی اجتماعی اتحاد بھی پارہ پارہ ہو چکا ہے۔ عوام ایک دوسرے کی چھوٹی چھوٹی باتوں کو اپنی عزت کا معاملہ بنا لیتے ہیں، جسکی وجہ سے آپس کے جھگڑوں کو طول دیا جاتا ہے اور معاف کرنا حقیر سمجھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس جس کو معاف کیا جاتا

---

۱ عبد المنان، طلاقیں کیوں ہوتی ہیں، (لاہور: مکتبہ اسلامیہ، طبع اول، ۲۰۱۴ء)، ۱۲تا۲۹

۲ البقرہ: ۲/۲۲۹

ہے۔وہ بھی غرور میں مبتلا ہو کر اس احسان کی قدر نہیں کرتا، بلکہ بعض اوقات وہ اسکو اپنا حق سمجھنے لگتا ہے۔جس سے امن امان کی صورتحال خراب ہو جاتی ہے۔

عصر حاضر کی مثال

ایک خاتون سسرال سے ناراض ہو کر میکے آئی۔اس کو فوراً ایک گھر کی ضرورت تھی۔دورانِ گفتگو علم ہوا، کہ وہ سسرالی گھر میں دو دیورانیوں اور دو کنواری نندوں کے ساتھ رہتی تھی، آئے دن کام پر جھگڑوں کی وجہ سے سسر نے تنگ آکر الگ کر دیا۔کھانا بنانا الگ ہوا۔لیکن ایک کچن کی وجہ سے مہمانوں کی آمد پر پہلے اور بعد میں کھانا بنانے پر جھگڑے بر قرار رہے،اس کے ساتھ نند کی نوکری پر ضد شروع ہوئی۔کہ اس کو بھی نوکری کی اجازت دی جائے۔اس بار سسر نے گھر سے نکال دیا، کہ الگ گھر میں رہ کر نوکری کرو۔[1]

ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَلَا تَتَفَرَّقُوا﴾[2]

ترجمہ: اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

اس آیت میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ اپنے افکار و نظریات کی وجہ سے مذہب میں تفرقہ نہ کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

جماعت رحمت ہے اور جماعت کا پھٹنا عذاب۔[3]

معاشرے میں جماعت بندی اور فرقہ واریت سے اختلافات کو ہوا ملتی ہے۔لوگ اپنے عقیدے کو مقدم اور درست سمجھ کر دوسروں پر الزام تراشی شروع کر دیتے ہیں۔جس سے بعض اوقات پُر تشدد واقعات رُونما ہوتے ہیں۔اس سے بے سکونی ہو جاتی ہے۔

دوسری جگہ حکمِ الٰہی ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا﴾[4]

ترجمہ: تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے تفرّقہ ڈالا۔

---

۱ طاہرہ سید، "مشترکہ خاندانی نظام، اچھا کیا ہے اور بُرا کیا؟"، ڈوئچے ویلے اردو، ۹ جنوری، ۲۰۲۱

www.dw.com/ur/مشترکہ-خاندانی-نظام-اچھا-کیا-ہے-اور-برا-کیا/a-56179609

۲ الشوری: ۱۳/۴۲

۳ محمد ثناءاللہ، تفسیر المظہری (بیروت: داراحیاء التراث العربی، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۵ھ)، ۲۵۴/۸

۴ آل عمران: ۱۰۵/۳

اس آیت میں مسلمانوں کو آپس کے اختلافات سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے وہ کمزور ہو کر ذلیل و رسواء ہو جائیں گے۔

اتحاد میں خاتمے کا بگاڑ

- لوگ ایمان کی کمزوری سے مصلحتوں کا شکار ہو چکے ہیں۔
- افراد کاہلی و سستی اور غفلت میں مبتلا ہیں۔
- بحیثیت مسلمان آپس کی ناچاقی سے دوسری قوموں پر رُعب اور دبدبے کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ نیز مسلمانوں کو عزت کی نگاہ سے بھی نہیں دیکھا جاتا ہے۔

الغرض آپس کی تلخیوں اور رنجشوں سے سماجی امن خراب ہو جاتا ہے۔ نہ کوئی شعبہء زندگی ترقی کرتا ہے اور نہ کوئی فلاحی کام سرانجام پاتا ہے۔ نتیجہ کے طور پر غربت عام ہو جاتی ہے۔

۷۔ جہالت اور اسلام سے دُوری

ہمارا معاشرہ اسلام کی اصل اور سچی تعلیمات سے دُور ہے۔ موجودہ زمانے میں لوگ اعلیٰ دیناوی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ لیکن مذہبی لحاظ سے انکا علم بہت کم ہوتا ہے۔ اور لاعلمی سے وہ وغیر اخلاقی حرکات اپنا چکے ہیں۔ دین سے دُوری دِلوں کو سخت کر دیتی ہے۔ جس سے لڑائی جھگڑے عام ہو جاتے ہیں۔ بات بات پر انتقام لینے سے رشتے بکھرنا شروع ہو جاتے ہی جاتے ہیں اور بالاآخر ٹوٹ جاتے ہیں۔

عصرِ حاضر کی مثال

سیالکوٹ میں سری لنکا کے ایک شہری نے توہینِ رسالت کا ارتکاب کیا۔ ملک میں اسکا قانون موجود ہے۔ لیکن جاہل لوگوں نے درندوں کی طرح پہلے اس کو قتل کیا۔ پھر اس کی لاش کو جلایا۔[۱]

یہ واقعہ جہالت، عدم برداشت اور لاعلمی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ عوام کو قانون ہاتھ میں لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ﴾[۲]

---

۱ میمن، محمد عاوف، "سیالکوٹ واقعہ اور ہماری جہالت" روزنامہ "ایکسپریس"، ۴ دسمبر ۲۰۲۱

www.express.pk/story/2254862/464

۲ الزمر: ۹/۳۹

ترجمہ: آپ ﷺ فرمادیجیے کیا برابر ہیں وہ جو علم رکھتے ہیں اور وہ جو علم نہیں رکھتے ہیں۔

اس آیت میں یہ توجہ دلائی گئی ہے کہ جو لوگ علم و نصیحت حاصل کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں، گناہوں سے بچتے ہیں اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ اس کے برعکس نافرمان اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔ کیا نافرمان اور فرمانبردار دونوں برابر ہیں؟[۱]

محدود علم کی وجہ سے لوگ اپنی گفتگو اور عمل کے ذریعے دوسروں کو تکلیف دیتے ہیں۔ اس لئے ان سے علحیدگی اختیار کی جائے۔

عام مثالیں

جہالت کی عام مثالیں یہ ہیں کہ دوسروں کو بُرا بھلا کہنا، پڑوسیوں کو تنگ کرنے کے لئے اونچی آواز سے ٹی۔ وی چلانا اور گھروں میں شور کرنا، وغیرہ۔

جہالت کے نقصانات

- سماج میں دین سے دوری سے اچھے اور بُرے، حلال اور حرام کی تمیز کم ہو چکی ہے۔
- کم سمجھ بوجھ سے لوگ جلدی سرکشی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ان کی اصلاح بہت مشکل ہوتی ہے۔
- لاعلمی سے انسان کے عقائد و نظریات اور معاملات بگڑ جاتے ہیں۔ جس سے وہ گرہوں میں بٹ چکا ہے۔

مختصراً ماہرینِ نفسیات کے مطابق جو لوگ دوسروں کو معاف نہیں کرتے ہیں۔ ان کے معاشرتی تعلقات متاثر ہوتے ہیں۔ اس سے ان کی زندگی میں بھی بے سکونی پیدا ہو جاتی ہے۔[۲]

افراد کو اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہیے۔

حاصلِ کلام

الغرض عفو و درگزر کے فقدان سے سماج میں نئی نئی پریشانیاں جنم لیتی ہیں مثلاً ظلم میں انسان دوسروں کی پرواہ کیے بغیر اپنی من مانی کرتا ہے۔ فتنہ و فساد کسی بھی طرح کا ہو، اس سے متاثر سارے لوگ ہوتے ہیں۔ اس کا نقصان سب کو ہوتا ہے نیز یہ قتل سے شدید ہوتا ہے۔ نعمتوں کی فروانی سے قتل و غارت کی وارداتیں عام ہیں۔ وقت کی کمی اور

---

۱ محمد ثناءاللہ، تفسیر المظہری، ۱۴۹/۸

۲ ویب ڈیسک "لوگوں کو معاف کرنا آپکی صحت کے لیے مفید عمل ہے، ماہرین نفسیات"، روزنامہ "ایکپریس"، ۱۹جون ۲۰۱۶
https://www.express.pk/story/535688

سٹیٹس کی دوڑ سے افرادرشتے داریوں کو بھول جاتے ہیں، جس سے آہستہ آہستہ دُوریاں پیدا ہوتی ہیں،اور قطع تعلقی جنم لے لیتی ہے۔گھریلو جھگڑوں اور گروہ بندی سے اتحاد کا خاتمہ ہو جاتا ہے جہالت سے انسان ناقابلِ تلافی نقصان کر جاتا ہے۔

ان تمام سماجی خامیوں سے خوف کی فضا قائم ہوتی ہے جن سے ذہنی اور جسمانی صحت متاثر بھی متاثر ہوتی ہے۔بعض اوقات لوگ مختلف بیماریوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ان سے معاشرتی امن وسکون بھی خراب ہو جاتا ہے۔

فصل سوئم

عفو و در گزر کی عصری معنویت

قرآن مجید ربِ کائنات کی آخری الہامی کتاب خاتم النبیّین حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔یہ آفاقی،عالمگیر اور ایسی عصری کتاب ہے جس پر ہر دور کے لوگ سچے دل سے عمل کریں تو یہ انکی دنیاوی اور آخروی زندگی سنوار دیتی ہے۔اخلاقیات ہوں یا معاملات سب کے لیے رہنمائی موجود ہے۔

خالقِ ارض وسما کا فرمان ہے:

﴿ولْيعفُوا ولْيصفَحوا أَلَا تُحبُّونَ أَنْ يغفرَ اللهُ لكُمْ واللهُ غفُورٌ رَحيمٌ﴾[1]

ترجمہ: معاف کر دینا اور در گزر کر لینا چاہیے۔کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمادے؟اللہ تعالیٰ قصوروں کو معاف فرمانے والا مہربان ہے۔

اس آیت میں مسلمانوں کو عفو و در گزر کرنے کی تلقین کی گئی ہے کہ تم اس بات سے خوش ہوتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے۔لہذا تم بھی دوسروں کی دی ہوئی تکلیفوں سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔[2]

عفو و در گزر سے سماج کا حُسن قائم ہے۔جس سے خونی رشتوں کی لازوال محبت برقرار رہتی ہے۔

رسولِ کریم ﷺ کا ہر قول و فعل قرآن پاک کی عملی تفسیر ہے۔ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ آپ رضی اللہ عنہا ہمیں نبی کریم ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتائیں:

((يَا أُمَّ الْمُؤْمنين أَنْبئيني عَنْ خُلُق رَسُول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْه وسَلَّم، قَالَتْ: أَلَستَ تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قُلْتُ: بلَى، قَالَتْ: فَإِنَّ خُلُقَ نَبيِّ الله صَلَّى اللهُ عَلَيْه وسَلَّم كَانَ الْقُرْآنَ))[3]

ترجمہ: ام المومنین! مجھے رسول اللہ ﷺ کے خلق مبارک کے بارے میں بتایئے انھوں نے کہا: کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے عرض کی: کیوں نہیں۔انھوں نے کہا: اللہ کے نبی ﷺ کا اخلاق قرآن ہی تھا(آپ کی سیرت و کردار قرآن کا عملی نمونہ تھی)۔

جہاں قرآن مجید نرمی و مروت کا حکم دیتا ہے وہاں نبی ﷺ پیار و محبت کا درس دیتے ہیں۔جہاں قرآن کریم میں سختی کا حکم ہے۔وہاں رسولِ کریم ﷺ بھی سختی فرماتے ہیں تاکہ معاشرے میں اعتدال و توازن قائم رہے۔

---

۱ النور:۲۲/۲۴

۲ محمد شفیع،معارف القرآن،۳۶۹/۶

۳ امام مسلم،صحیح مسلم،کتابُ صلَاة الْمُسَافرِينَ وَقَصْرِهَا،بابُ جامعِ صلَاة اللَّيلِ،ومَنْ نَامَ عنْهُ أَوْ مرِضَ،۱۳۹

لی جمپولسکی اپنی کتاب میں معاف کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

Take a few moments and contemplate how individuals before you have been able to forgive in the face of tragedy.

Example:

Consider an instance, the lives of Nelson Mandela and Anwar Sadat.They did not deny their angry,bitter and vengeful feelings but they chose not to act from them.They used forgiveness to help them transferm those feelings into positive actions that led in the direction of healing.(1)

ترجمہ: کچھ لمحے نکالیں اور غور کریں کہ آپ سے پہلے کے لوگ کس طرح سانحے کے وقت معاف کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔

مثال

مثال کے طور پر، نیلسن منڈیلا اور انور سادات کی زندگیوں پر غور کریں؛ انہوں نے اپنے غصے، تلخ اور انتقامی جذبات سے انکار نہیں کیا لیکن انہوں نے ان سے کام نہ لینے کا انتخاب کیا۔ انہوں نے ان جذبات کو مثبت اقدامات میں منتقل کرنے میں مدد کرنے کے لیے معافی کا سہارا لیا، جس کی وجہ سے ان کی رہنمائی کی شفایابی کی طرف کی گئی۔

معاشرے کی بنیادی آکسیجن *"عفوودر گزر" ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عفوودر گزر ہی کی وجہ سے دنیا ابھی تک قائم ودائم ہے۔ عفوودر گزر کے فقدان سے اخلاقی و معاشرتی بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ بدامنی اور پریشانی جنم لیتی ہے۔ اس فقدان کی عصری معنویت کو قرآن وسنت کی روشنی میں عفوودر گزر سے باآسانی حل کیا گیا ہے۔

ا. اخلاقی اثرات

اخلاقی بُرائیوں کا حل اس طرح کیا گیا ہے:

- **غرور و تکبر کا تدارک**

موجودہ حالات میں معاشرتی امن وسکون کو برقرار رکھنے کے لیے غرور و تکبر کو معاشرے سے ختم کرنے کے مختلف طریقے درج ذیل ہیں۔

---

1 Lee Jampolsky, Healing Together, Hoboken: Jhon Wiley & sons, 2002, Vol:1, P:165

* انسانی جسم کو چند لمحے آکسیجن نہ ملے تو زندگی ختم ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح معاشرے سے عفوودر گزر کو نکال دیا جائے تو دنیا چند لمحوں میں ختم ہو جائے گی۔

* حکمت ودانائی

غرور وتکبر میں مبتلا لوگوں کو معاف کرتے ہوئے اُن سے در گزر کیا جائے نیز انھیں حکمت ودانائی اور پیار وہمدردی سے سمجھایا جائے۔ تا کہ معاشرتی امن وسکون برقرار رہے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا﴾(۱)

ترجمہ: یقیناً گزرا ہے انسان پر ایک وقت زمانے میں جب کہ یہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ غرور وتکبر کے علاج کی عملی مثال انسانی تخلیق ہے جب انسان اس دنیا میں بالکل موجود نہیں تھا۔ اللہ تعالی نے اس کو ایک گندے خون کے نطفہ سے پیدا کیا۔ وہ گوشت کا ایک لوتھڑا تھا۔ جس کو اپنی بھی خبر نہیں تھی۔ پھر اس کے تمام اعضاء ونظام درست کیے اور پیدائش سے پہلے اس کی جنس کے تعین کا بھی کسی کو علم نہ تھا۔ اس کی پیدائش سے چند سال پہلے نہ اس کا تصور تھا اور نہ اس کا ذکر تھا۔ یہ تمام انکشافاتِ الٰہی ہیں۔ انسان خود ان پر تدبر کرے تو اس کے اندر غرور وتکبر نہیں پیدا ہو گا۔(۲)

* نرمی سے گفتگو

متکبر لوگوں سے نرمی سے گفتگو کر کے اُنہیں زندگی کی اصلیت بتائی جائے کہ وہ غور وفکر کریں، دنیا کچھ بھی نہیں ہے، اسکی ہر چیز نے فنا ہونا ہے، اس طرح وہ اپنی بُری عادت کا ترک کریں۔

* مذہب سے روشناس

متکبر شخص کو مذہب سے روشناس کرایا جائے اور دینی تعلیمات دی جائیں تا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے معافی مانگیں۔

حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ كُنْتُ إِمَامَ النَّبِيِّينَ وَخَطِيبَهُمْ، وَصَاحِبَ شَفَاعَتِهِمْ، غَيْرَ فَخْرٍ))(۳)

ترجمہ: جب قیامت کا دن ہو گا تو میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب مقرر ہوں گا اور ان کی سفارش کرنے والا ہوں گا میں بغیر کسی فخر کے یہ بات کہہ رہا ہوں۔

---

۱ الدھر: ۷۶/۱

۲ محمد شفیع، مُعارف القرآن، ۶۳۱/۸

۳ ابنِ ماجہ، السنن، کتابُ الزُّهد، بابُ ذِكرِ الشَّفَاعَة، ح ۴۳۱۴

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ قیامت کے دن اتنا بڑا رتبہ ملنے کے باوجود بھی آپ ﷺ کوئی فخر محسوس نہیں کر رہے ہیں بلکہ اپنے آپ کو عاجز دکھا رہے ہیں کیونکہ غرور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو زیب دیتا ہے۔

آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوادع میں تا قیامت آنے والے لوگوں کے لیے حسب و نسب، مال اور عہدے وغیرہ کے غرور کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا۔ یہ سب چیزیں مالکِ کائنات نے انسانی ضروریات کو پورا کرنے اور آپس کی پہچان کے لیے قائم کی ہیں۔ نیز انسان متکبر افراد سے ملنا جلنا کم کر دے اور انھیں احساس دلائے کہ جو وہ کر رہے ہیں وہ صحیح نہیں۔

* معافی اور عجز و انکساری

عصرِ حاضر میں ہماری سوسائٹی میں غرور و تکبر کرنے والوں کے کردار پریشان نہیں ہونا چاہیے بلکہ معاف کرتے ہوئے انہیں شفقت سے سمجھائیں کہ تعلیم، مال، پرہیز گاری سب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتیں ہیں اس لیے اسکا شکرادا کرتے ہوئے عجز و انکساری اپنائی جائے جو اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

((وَإِنَّ اللهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ))(۱)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تم سب تواضع اختیار کرو حتی کہ کوئی شخص دوسرے پر فخر نہ کرے۔

الغرض روپیہ پیسہ، خاندان، عہدے، قوم اور قبیلے وغیرہ سب عطیہ ءخداوندی ہیں ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں، عاجزی اختیار کریں اور دوسروں کو معاف کرتے رہیں۔

• حسد سے نجات

عصرِ حاضر میں حسد کو دور اس طرح کیا جاتا ہے:

* معافی اور در گزر

حاسدین کو معاف کرتے ہوئے ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا چاہیے جیسا حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ کیا تھا۔ انھوں نے قحط کے وقت اُنکی مدد کی تھی اور اپنے ساتھ شاہی محل میں ٹھرایا تھا۔(۲)

---

۱ امام مسلم، صحیح مسلم، كتاب الْجَنَّة وَصِفَةِ نَعِيمِهَا وَأَهْلِهَا، بَابُ الصِّفَاتِ الَّتِي يُعْرَفُ بِهَا فِي الدُّنْيَا أَهْلُ الْجَنَّةِ وَأَهْلُ النَّارِ، ح۲۸۶۵

۲ ابنِ کثیر، عمادالدین ابُوالفدا، قصص الانبیاء، ترجمہ: عبدالرشید، (لاہور: مکتبہ خلیل، طبع اول، ۲۰۱۱ء)، ۲۱۹تا۲۲۷

* اچھی اور بُری تقدیر پر راضی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ رسولِ کریم ﷺ نے فرمایا:

((وَلاَ يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ الْإِيمَانُ وَالْحَسَدُ))[۱]

ترجمہ: اور کسی مومن کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہو سکتے۔

اس حدیث میں یہ درس ہے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے مسلمان اپنی اچھی اور بُری تقدیر پر راضی ہو جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں حاسدین کو یہ باور کرایا جائے کہ اگر تمام افراد ایک ہی طرح کا کاروبار کریں یا سب کے پاس ایک جیسی دولت ہو تو دنیا کا نظام تباہ و برباد ہو جائے گا یعنی معاشرے میں ایک معلم کی بھی ضرورت ہے اور ایک مزدور کی بھی۔

* حاسدین کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین

سورۃ الفلق میں اللہ تعالیٰ نے حاسدین کے شر سے پناہ مانگنے کی تلقین کی ہے، اس لیے صبح و شام آیت الکرسی اور موذتین کی تلاوت کی جائے تاکہ شیاطین اور حاسدین کے شر سے محفوظ رہا جا سکے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ﴾[۲]

ترجمہ: اور حسد کرنے والے کی بُرائی سے جب وہ حسد کرے۔

اس آیت میں اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ حاسدین سے در گزر کرتے ہوئے اُنھیں قناعت پسندی کی ترغیب دینی چاہیے۔ انسان کے اختیار میں کچھ بھی نہیں، وہ صرف اپنے حالات کو بدلنے کی کوشش کر سکتا ہے، آگے اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء ہے کہ وہ کسے نوازتا ہے اور کسے نہیں یہی ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ رسولِ کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ انسان حاسدین سے اپنی ترقی اور خوشحالی کو بیان نہ کرے تاکہ اُن کے شر سے محفوظ رہے۔[۳]

---

۱ النسائی، احمد بن شعیب، السنن، (الریاض: دارالسلام، الطبعۃ الاولی، ۱۴۲۰ھ)، كِتَابُ الْجِهَادِ، بَابُ فَضْلِ مَنْ عَمِلَ فِي سَبِيلِ اللهِ عَلَى قَدَمِهِ، ح ۳۱۱۱

۲ الفلق: ۵/۱۱۳

۳ محمد شفیع، مُعارف القران، ۲۳/۵

* **رشک**

حاسد کو حسد کی بجائے رشک کرنا چاہیے یعنی متعلقہ شخص سے سلام میں پہل کرے، اُس کے لیے دُعائے خیر کرے، اُس سے خوش ہو کر اُس کی ترقی و خوشحالی پر ماشاءاللہ کہے اور محنت کو اپنا شعار بنالے۔ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((أَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ))[1]

ترجمہ: ہم تیری پناہ اور حفاظت میں آتے ہیں شیطان مردود سے بچنے کے لیے۔

* **فکرِ آخرت**

حاسدین کو زیادہ سے زیادہ آخرت کی فکر کرنی چاہیے۔ دنیا فانی ہے اور اسکی نعمتیں عارضی ہیں۔ جن کی اگلے پل کی خبر نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حسد سے بچنے کے اذکار کثرت سے کرنے چاہییں تاکہ وہ رضائے الٰہی کو حاصل کر سکے۔

- **غصہ سے چھٹکارہ**

غصہ سے نجات حاصل کرنے کے لیے ان تدابیر کو اختیار کیا جائے:

* **معافی اور در گزر**

غصہ فطرتِ انسان کا ایک بہترین ہتھیار ہے جس کا اعتدال میں ہونا ضروری ہے۔ اسلام میں غصہ کو قابو کرنے کے لیے دوسروں کو نہ صرف معاف کیا جائے بلکہ اُن کی غلطیوں سے در گزر کیا جائے۔

ارشادِ ربّانی ہے:

﴿وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ﴾[2]

ترجمہ: اور غصے کے وقت (بھی) معاف کر دیتے ہیں۔

اس آیت میں مومنین کو متکبر یا متعصب افراد کو معاف اور در گزر کرنے کی تعلیم دی گئی ہے کہ معاشرے میں غصے کا اظہار کر کے نیا فساد نہ پیدا کیا جائے۔

---

۱ ابوداؤد، السنن، کتاب الأدب، بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ الْغَضَبِ، ح ۴۷۸۱

۲ الشوریٰ: ۴۲/ ۳۷

* حقائق کو تسلیم کرنا

عروہ بن محمد بن سعدی نے اپنے دادا عطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ خاتم النبیّین ﷺ نے فرمایا:

((إنَّ الْغَضَبَ من الشَّيْطَانِ، وإنَّ الشَّيْطَانَ خُلِقَ من النَّارِ، وإنَّما تُطْفَأُ النَّارُ بالْماء، فإذا غَضِبَ أحدُكُم فَلْيَتَوضَّأْ))[1]

تَرجمہ َ: بلا شُبہ غصہ َشیطان سے ہوتا ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی سے بجھایا جاتا ہے سو جب تم میں سے کسی کو غصہ آ جائے تو اُسے چاہیے کہ وہ وضو کرے۔

اس حدیث میں پاکستانی قوم کے لیے یہ سبق ہے کہ وہ غصے کی حالت میں خود کو کنٹرول کرتے ہوئے وضو و غسل کا اہتمام کریں جس سے انکے جسمانی و ذہنی اعضا پر سکون ہو جاتے ہیں اس کے ساتھ سچائی کو مان لیا جائے اور صحیح حقائق کا شعور حاصل کیا جائے۔

حضرت جاریہ بن قدامۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَغْضَبْ))[2]

ترجمہ: غصہ نہ کر

اس حدیث میں غصے کو قابو کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

* قدرتی ماحول کی سیر

ماہرینِ نفسیات ایسے شخص کے لیے قدرتی ماحول اور سر سبز باغات کی سیر کرنے کی تاکید کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ تناؤ اور پریشانی کو کم کرتے ہیں اسی طرح سورج کی روشنی دل و دماغ سے پریشانی اور ڈپریشن کو کم کرتی ہے تاکہ انسان جسمانی اور ذہنی سکون محسوس کرے۔[3]

---

١ ابوداؤد، السنن، كتاب الْأَدَب، بَابُ مَا يُقَالُ عِنْدَ الْغَضَبِ، ح ۴۷۸۴

٢ الطبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الكبير، (القاہرۃ: مکتبہ ابنِ تیمیۃ، الطبعۃ الثانی، ۱۴۰۴ھ)، بَابُ الْجِيمِ، جَارِيَةُ بْنُ قُدَامَةَ السَّعْدِيُّ التَّمِيمِيُّ عَمُّ الْأَحْنَفِ بْنِ قَيْسٍ وَلَيْسَ بِعَمِّهِ، أَخُو أَبِيهِ وَلَكِنَّهُ كَانَ يَدْعُوهُ عَمَّهُ عَلَى سَبِيلِ الْإِعْظَامِ، ح ۲۰۹۳

٣ لیق احمد، "ضبطِ غصہ (قرآن مجید احادیث اور ماہرینِ نفسیات کی آراء میں)" مکالمہ، ۱۰ مئی، ۲۰۱۷

https://www.mukaalma.com/3058/

* حقوق کی ادائیگی

انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد کو اچھے طریقے سے ادا کرے اپنے آرام کے اوقات مقرر کرے اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل کرتے ہوئے معاف کرنے کی عادت اپنائے جس سے اس کا غصہ آہستہ آہستہ قابو میں ہو جائے گا۔

• انتقام سے نجات

انتقام کو اس طرح ختم کیا جائے:

* بدلہ لینے کی مشروط اجازت

اسلام میں معاشرتی امن و سکون کو قائم رکھنے کے لئے بدلہ لینا جائز ہے کیونکہ جب ظالم کو علم ہو گا کہ ناحق زیادتی پر اُس سے بدلہ لیا جائے گا۔اس کا فائدہ ایک یہ ہے کہ ظالم کے دل میں بدلہ کا خوف وہراس پیدا ہو گا جس سے لوگ اُس کے بُرے شر سے محفوظ رہیں گے۔دوسرا مظلوم کو ذہنی و نفسیاتی سکون ملے گا۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَالَّذِينَ إِذَا أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ﴾(۱)

ترجمہ: جب اُن پر ظلم و زیادتی ہو تو وہ صرف بدلہ لیتے ہیں۔

اس آیت میں اہل ایمان کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ طاقت ور ہوں، تو دوسروں کو معاف کر دیں اور بدلہ نہ لیں نیز کمزور لوگوں کے گناہوں سے چشم پوشی اختیار کریں۔ جبکہ مغرور اور سرکش لوگوں سے بدلہ لے لیں۔ تاکہ اُنہیں علم ہو جائے کہ مسلمان کمزور نہیں بلکہ عفو و درگزر اُن کی بہترین صفات میں سے ہے۔(۲)

* معافی اور مفید شہری

نبی کریم ﷺ نے اپنی ذاتی زندگی میں کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ بلکہ ہمیشہ اپنے دشمنوں کو بھی معاف کرتے ہوئے اُن سے درگزر کرتے تھے۔آج ہم سب کو یہ سنتِ رسول ﷺ اپنے گھروں، دفتروں اور اداروں میں عملاً اپنانا چاہیے تاکہ بچے اسکو سیکھ جائیں اور پاکستان کے مفید شہری بن جائیں۔

---

۱ الشوریٰ: ۳۹/۴۲

۲ مودودی، تفہیم القرآن، ۵۱۱/۴

• تعصب وعصبیت کا حل

تعصب وعصبیت کا خاتمہ ایسے کیا جائے:

* اسوۂ رسول ﷺ پر عمل

خاتم النبیّین ﷺ کے لائے ہوئے دین نے ہر قسم کی طبقاتیت اور گروہیت کو ہمیشہ کے لیے ختم کیا آپ ﷺ نے اپنے تیئس سالہ نبوت کے عرصے میں نسلی وطبقاتی تفریق، ذہنی انحطاط (پسماندگی) اور فکری جمود کو یکسر ختم کر کے خوبصورت معاشرہ تشکیل دیا۔ جس میں عفوودرگزر، احترامِ انسانیت اور قوانین کی پاسداری کو رواج دے کر انسانی جان ومال اور عزت وآبرو کو تحفظ فراہم کیا۔اور اس کی عملی مثال مواخاتِ مدینہ کی صورت میں پیش کی۔

عصرِ حاضر میں یہی سبق انسانی سوچ کو مثبت انداز میں پروان چڑھاتے ہوئے ملی حمیت، اخوت و ہمدری، معافی اور حسنِ سلوک کا ہے۔ جو رہتی دنیا کے لئے باعثِ تقلید ہے۔

* بطورِ معاشرہ عفوودرگزر کی مثال

پاکستان میں مختلف مذاہب، علاقوں، نسلوں اور زبانوں کے بولنے والے سب ایک قوم ہیں۔ اسکی تازہ ترین مثال ۲۰۲۲ کا سیلاب ہے جس میں پوری پاکستانی قوم نے رنگ، نسل، قومیت کو بھول کر اپنے سندھی، بلوچی، پنجابی اور پشتوں بھائیوں کی بے لوث مدد کی اور ان کے تمام مسائل کو حل کیا۔

• کینہ، بغض اور عداوت سے اجتناب

موجودہ حالات میں کینہ، بغض اور عداوت کو اس طرح ختم کیا جائے:

* معافی اور دُعا

افرادِ معاشرہ کو کینہ، بغض اور عداوت رکھنے والوں کو معاف کرتے ہوئے اپنے دلوں سے نفرت کو ختم کرنا چاہیے اور یہ دُعا اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے:

﴿وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا﴾[۱]

ترجمہ: اور ہمارے دلوں میں کینہ نہ ہونے دے۔

اس آیت میں یہ نصیحت کی گئی ہے کہ خوشحالی میں یہ دُعا مانگنی چاہیے کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں بغض و کینہ سے دُور رکھ اور اپنی شفقت ورحمت سے نواز دے۔[۲]

---

۱ الحشر:۵۹/۱۰

۲ امین احسن اصلاحی، تدبّر القرآن، (لاہور: فاران فاوءنڈیشن، طبع اول، ۲۰۰۹ء)، ۲۹۷/۸

* نعمتوں کا شکر ادا کرنا

پاکستانی معاشرے میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرنا چاہیے افراد آپس میں سلام میں پہل کریں ایک دوسرے سے گلے ملیں تحفوں کا تبادلہ ہو روزِ حشر کی تیاری کے لیے نیک کام کیے جائیں زندگی میں مثبت سوچ کو اپنایا جائے اور محبت و دشمنی صرف اللہ کی خاطر رکھی جائے۔

* خوشگوار تعلقات کے لئے اخوت کو اختیار کرنا

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((وَلاَ تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا))[1]

ترجمہ: بغض نہ رکھو بلکہ سب اللہ کے بندے بھائی بھائی بن کر رہو۔

اس حدیث میں بغض، کینہ وعداوت سے منع کیا گیا ہے۔ایسے میں عفو و در گزر کو اپناتے ہوئے آپس میں اخوت سے رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔تاکہ آپس کے تعلقات خوشگوار رہیں۔

۲. معاشرتی اثرات سے نجات

انسانی زندگی میں اکٹھے رہتے ہوئے غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ انسان دوسروں کو معاف کرنا کبھی اپنی ناکامی نہ سمجھیں۔کہنے میں یہ الفاظ عام ہیں۔ لیکن ان سے ٹوٹے ہوئے دِل اور تعلقات جُڑ جاتے ہیں۔ جس سے زندگی کی رنگینی دوبارہ قائم ہو جاتی ہے۔ دنیا میں وہی قومیں عروج و کمال حاصل کرتی ہے جو اخلاقی برتری رکھتی ہے۔اسی سے مُہذب معاشرے کی پہچان ہے اور یہی اس کا حُسن ہے۔

رابرٹ ڈی ایزائٹ اور جوانا نارتھ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں۔

Forgiveness has remarkable healing power in the lives of those who utlize it, it may be as important to the treatment of emotional and mental disorders.[2]

ترجمہ: معافی ان لوگوں کی زندگیوں میں قابل ذکر شفا بخش طاقت رکھتی ہے جو اسے استعمال کرتے ہیں، یہ جذباتی اور ذہنی عوارض کے علاج کے لیے بھی اتنا ہی اہم ہو سکتا ہے۔

---

۱ بخاری، الجامع الصحیح، کتَابُ الأَدَبِ، بَابُ مَا يُنْهَى عَنِ التَّحَاسُدِ وَالتَّدَابُرِ، ح ۶۰۶۴

2 Robert D. Enright & Joanna North, Exploring Forgiveness, Wisconsin(USA): The university of Wisconsin Press, 1930, Vol:1, P:154.

• ظلم سے پرہیز

ظلم کا تدارک اس طرح کی جائے:

* عفو اور فرائض و حقوق کی ادائیگی

اسلام افرادِ معاشرے کو انفرادی اور اجتماعی معاملات میں برداشت، معاف اور در گزر کرتے ہوئے اپنے فرائض و حقوق پوری امانت داری سے ادا کرنے کی تلقین کرتا ہے، لوگوں میں عفو و در گزر، احترامِ انسانیت، اخوت و مساوات وغیرہ کے جذبات کو فروغ دیتا ہے تاکہ ہر طرح کے عائلی و سماجی استحصال کا دروازہ بند ہو جائے۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ﴾[۱]

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم سے نہ ملایا، انھی لوگوں کے لئے امن ہے۔

اس آیت میں ظلم سے مراد اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ یعنی کلمہء حق پڑھنے کے باوجود اپنی مشکلات کے حل کے لئے کسی اور سے مدد مانگتے ہیں۔ اس کے برعکس جو لوگ اللہ تعالیٰ کو سچے دل و دماغ سے ایک ماننے والے ہی فلاح پانے والے ہیں اور عذاب سے پاک ہیں۔[۲]

* کام خود کرنا

ہمارے معاشرے میں لوگ اپنے کام خود خلوص نیت سے کر کے دوسروں کو بھی اسکی ترغیب دیں اس طرح سوسائٹی سے ظلم و زیادتی کا تدارک ہو گا اور تمام شعبہء زندگی ترقی کریں گے جس سے ماحول پر سکون ہو جائے گا۔

* معافی ہی اصل زندگی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((انْصُرْ أَخَاكَ ظَالما أَوْ مَظْلُومًا» فَقَالَ رَجُلٌ: يا رَسُولَ الله، أَنْصُرُهُ إِذَا كَانَ مَظْلُوما، أَفَرأَيْتَ إِذَا كَانَ ظَالما كَيفَ أَنْصُرُهُ؟ قَالَ: «تَحجزه، أَوْ تَمْنَعُهُ، مِنَ الظُّلْمِ فَإِنَّ ذَلكَ نَصْرُهُ))[۳]

ترجمہ: اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک صحابی نے عرض کیا، یارسول اللہ! جب وہ مظلوم ہو تو میں اس کی مدد کروں گا۔ لیکن آپ کا کیا خیال ہے جب وہ ظالم ہو گا پھر میں اس کی مدد

---

۱ الانعام: ۸۲/۶

۲ محمد شفیع، معارف القرآن، ۳۸۶/۳-۳۸۷

۳ بخاری، الجامع الصحیح، کتابُ الإِکرَاہ، بابُ یَمینِ الرَّجُلِ لصَاحبه: إنَّهُ أَخُوهُ، إذَا خَافَ عَلَیْه القَتْلَ أَوْ نَحْوَهُ، ح ۶۹۵۲

کیسے کروں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس وقت تم اسے ظلم سے روکنا کیونکہ یہی اس کی مدد ہے۔

اس حدیث سے یہ درس ملتا ہے کہ ظالم کو ظلم سے روکنا ہی اسکی بھلائی ہے۔ وسیع تر سماجی امن و سکون کی خاطر دوسروں کے مظالم سے درگزر کرتے معاف کرنا ہی اصل زندگی ہے اور اسی سے دنیا کی رونقیں آباد ہیں۔

- **فتنہ وفساد کا تدارک**

فتنہ وفساد سے نجات ایسے کی جائے:

* مشاہیر اسلام کے طریقوں پر عمل

ٹیکنالوجی کے دور میں دولت کی ریل پیل نے لوگوں کو مختلف فتنوں میں مبتلا کر دیا ہے مثلاً انا پسندی اور گلوبلائزیشن وغیرہ۔ ایسے حالات میں لوگوں سے درگزر کرتے ہوئے حقیقی رشتوں کی محبت کو دوبارہ بحال کیا جائے، اُنھیں بھلائی اور اچھے کاموں کی ترغیب دی جائے اور بُرائی سے دُور رہنے کی تلقین کی جائے۔ نیز آخرت کی یاد دلائی جائے۔ تاکہ وہ مادی دنیا کے عارضی ٹھکانے کو چھوڑ کر سنتِ نبوی ﷺ ، صحابہ اکرام رضی اللہ عنہ اور اسلاف کے طریقوں پر عمل شروع کر دیں۔

ربّ العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَلاَ تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ﴾[۱]

ترجمہ: اور زمین میں فساد مچاتے نہ پھرو۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ گناہوں، فتنہ وفساد اور اللہ کی ناشکری و نافرمانی سے بچا جائے۔[۲]

* اسلامی تہذیب کا فروغ اور درگزر

پاکستانی معاشرے میں عید الفطر اور عید الاضحی مشہور مذہبی اور معاشرتی تہوار ہیں ان مواقع پر لوگ ایک دوسرے کو معاف کر کے دعوتوں کو فروغ دیں خود غرضی اور سٹیٹس کی ظاہری چمک دمک کی بجائے اخوت و مساوات کو اپنائیں گلوبلائزیشن کے اثرات کو کم کرتے ہوئے اسلامی تہذیب و ثقافت کو فروغ دیں آخرت پر یقین رکھتے ہوئے فلاحی کام کریں اس طرح فسادی لوگ بھی خود کو بدلنے کی کوشش کریں جس سے معاشرے میں امن و سکون قائم ہو گا۔

---

۱ البقرہ: ۶۰/۲

۲ محمد قاسم، صراط الجنان فی تفسیر القرآن، (کراچی: مکتبۃ المدینہ فیضان المدینہ، طبع اول، ۲۰۱۳ء)، ۱۳۴/۱

• قتل وغارت سے نجات

موجودہ سماجی ماحول سے قتل وغارت سے چھٹکارہ یوں کیا جائے:

* عفوودر گزراور آخرت میں اعمال کا جواب دہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس طرح اشرف المخلوقات بنایا۔اسی طرح انسانی جان کے تحفظ کا بھی اعلیٰ انتظام کیا۔ نیز انسان کو آخرت میں اپنے اعمال کا جواب دہ بنایا۔تاکہ وہ حرمت جان کا پابند ہوتے ہوئے کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔کوشش کی جائے کہ عفوودر گزر سے ایسا ماحول پیدا ہو جائے کہ قتل وغارت کی نوبت ہی نہ آئے۔لوگوں کو یہ بتایا جائے کہ کسی کا غیر شرعی قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک جُرمِ عظیم ہے۔

مالکِ عرش کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ قَتَلَ نَفْساً بغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ في الْأَرْضِ فكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً﴾[۱]

ترجمہ: جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کَا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو، قتل کر ڈالے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔

مجاہد اس آیت کا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ ناحق انسانی جان کا قاتل دوزخ میں ایسے اپنے جرم کی سزا پائے گا جیسے اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا۔[۲]

اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کو بہت قیمتی قرار دے کر اسکی قدر اور احترام کا شعور اجاگر کیا ہے،تاکہ قتل وغارت میں کمی آسکے۔تاکہ معاشرتی سکون برقرار رہے۔

• صلہ رحمی کو برقرار رکھنا

ہمارے معاشرے میں رشتہ داروں کے ساتھ تعلقات کو اس طرح قائم کیا جاتا ہے۔

* عفو سے قرابت داری کا قیام

رشتہ داروں میں زیادتیوں کا آغاز دونوں طرف سے ہوتا ہے لیکن مالکِ کائنات نے اس کو ہر حال میں قائم رکھنے کا حکم دیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کی کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

((الرَّحِمُ مُعَلَّقَةٌ بِالْعَرْشِ تَقُولُ مَنْ وَصَلَنِي وَصَلَهُ اللهُ، وَمَنْ قَطَعَنِي قَطَعَهُ اللهُ))[۳]

---

۱ المائدہ :۳۲/۵

۲ محمد ثناء اللہ، تفسیر المظہری،۱۱۴/۳

۳ امام مسلم، صحیح مسلم،کتاب الْبِرِّ وَالصِّلَةِ وَالْآدَابِ، بَابُ صِلَةِ الرَّحِمِ وَتَحْرِيمِ قَطِيعَتِهَا،ح۲۵۵۵

ترجمہ: رَحم (خونی رشتوں کا سارا سلسلہ) عرش کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور یہ کہتا ہے جس نے میرے تعلق کو جوڑ کر رکھا اللہ اس کے ساتھ تعلق جوڑے گا اور جس نے میرے تعلق کو توڑ دیا اللہ تعالیٰ اس سے تعلق توڑ لے گا۔

صلہ رحمی کی اس قدر تاکید آئی ہے کہ واقعہ افک میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بھی منافقین کے ساتھ شامل تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ انکی مالی مدد کرتے تھے۔اُن کی اس حرکت پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُنکی مالی مدد بند کر دی۔ تو اُس وقت اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے بُرے سلوک پر اُن سے اچھے سلوک کی ترغیب دیتے ہوئے انھیں مغفرت کی خوشخبری دی۔

﴿أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾[۱]

ترجمہ: کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے قصور معاف فرمادے؟

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اس آیت کو سنا تو جواب دیا: کیوں نہیں؟ اے ہمارے رب یقیناً ہم پسند کرتے ہیں۔[۲]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مسطح رضی اللہ عنہ کو معاف کر کے ان کی مالی مدد دوبارہ شروع کر دی۔

* پاکستانی معاشرے میں صلہ رحمی کے لئے عفو و درگزر کے طریقے

پاکستانی معاشرے میں صلہ رحمی کو قائم و دائم رکھنے میں عفو و درگزر کے یہ طریقے ہیں:

- رشتہ داروں کی خیریت معلوم کی جائے اور خوشی کے موقعوں پر مبارکباد دی جائے۔
- صدقہ و خیرات کی رقوم سے معاشی طور پر کمزور رشتہ داروں کی ضروریات پوری کی جائیں۔
- رشتہ داروں اور قبیلوں کو اسلام کی سچی تعلیمات سے روشناس کرایا جائے اچھائی کی طرف راغب کیا جائے اور شریعت کے خلاف کوئی کام نہ کیا جائے۔

ان تمام باتوں پر عمل کرنے سے صلہ رحمی میں بہتری آجائیگی۔

• طلاق اور خلع کا سدّباب

عصرِ حاضر میں طلاق و خلع کا خاتمہ یوں کیا جائے:

---

۱ النور: ۲۲/۲۴

۲ ابنِ کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ۳۱/۶

* عفوودر گزر کا معاملہ

اسلام میں طلاق و خلع کو آخری فیصلے کے طور پر استعمال کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ سماج میں میاں بیوی ایک دوسرے سے جہاں تک ہو سکے دونوں اللہ تعالی کی خاطر عفوودر گزر کا معاملہ کریں انکی یہی اچھی بچوں میں منتقل ہو جائیں گی جس سے وہ آئندہ معاشرے کی تعمیر و ترقی میں بہترین کردار ادا کریں گے۔

حضرت محارب بن دثار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَا أَحَلَّ اللهُ شَيْئًا أَبْغَضَ إِلَيْهِ من الطَّلَاقِ٠))[1]

ترجمہ: اللہ نے طلاق سے بڑھ کر کسی ناپسندیدہ چیز کو حلال نہیں فرمایا۔

اس حدیث میں یہ تعلیم ہے کہ طلاق اور خلع ناپسندیدہ ہونے کے باوجود جائز ہے۔

* پاکستانی معاشرے میں طلاق اور خلع کو کم کرنا

پاکستانی معاشرے میں طلاق اور خلع کی شرح کو اس طرح کم کیا جاسکتا ہے:

- میاں بیوی کے ابتدائی جھگڑوں میں اُنھیں عفوودر گزر اور صبر سکھانا چاہیے۔
- بچوں کو رشتوں کے احترام کی عملی تربیت کی دینی چاہیے۔
- بچیوں کو امہات المومنین اور صحابیات کی سیرت کو اپنانے کی تلقین کی جائے جنہوں نے اپنے اپنے شوہروں کی فرمانبراری اور رضا کو ہمیشہ اولین رکھا۔
- مردوں کو اپنے بیوی بچوں سے گفتگو کرتے ہوئے آدابِ گفتگو کا خیال رکھنا چاہیے۔
- معاشرتی زندگی میں دوسروں کی عزتِ نفس کا خیال رکھنا چاہیے۔
- والدین اور بچوں دونوں کی مرضی شادیوں میں شامل ہوں۔

مختصراً بچوں کو مذہب اور اخلاقیات کی عملی تربیت دینی چاہیے۔

• اجتماعی اتحاد کو قائم دائم رکھنا

موجودہ حالات میں اتفاق کو یوں قائم کیا جاسکتا ہے:

* اتحاد اور عفوودر گزر

معاشرتی زندگی میں ترقی و کامیابی کا انحصار آپس کے اتفاق و اتحاد اور عفوودر گزر پر ہے۔ متحد لوگ سرمایے اور وسائل کی کمی کے باوجود ہر قسم کی ترقی کر جاتے ہیں مثلاً علوم و فنون اور صنعت و حرفت کی ترقی وغیرہ۔

---

[1] ابوداود، السنن، كتاب الطلاق، بابٌ في كراهية الطلاق، ٢١٧٧

* بطورِ سوسائٹی عفو و درگزر کی مثال

پاکستان میں صوبہ خیبر پختون خوا، اسلام آباد اور آزاد کشمیر کے علاقوں میں بد ترین زلزلہ ۸ اکتوبر ۲۰۰۵ء میں آیا۔ شدید جانی اور مالی نقصان ہوا۔ خبر ملتے ہی ملک کے سرکاری، مذہبی اور فلاحی ادارے متحرک ہو گئے۔ تمام سیاسی جماعتیں اور عوام نے اپنے اختلافات بُھلا کر متاثرین کی مدد ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کی۔[۱]

ایسا اس صورت ممکن ہوتا ہے جب تمام لوگ متحد ہوں اور ان کا ایک دوسرے پر اعتماد ہو۔

* گھریلو زندگی میں عفو و درگزر

گھریلو زندگی میں اتحاد کا انحصار ساس اور نندوں کے ساتھ عفو و درگزر پر ہے۔ ہر کوئی اپنے فرائض کو پوری امانتداری کے ساتھ ادا کرتے ہوئے جائز حقوق حاصل کریں تو گھروں میں لڑائی جھگڑوں تک بات نہیں پہنچی گی۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَلَا تَفَرَّقُوْا﴾[۲]

ترجمہ: اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھوٹ نہ ڈالو۔

اجتماعیت کو قائم رکھنے کے لیے عفو و درگزر ایک اہم اخلاقی زیور ہے جو افراد کو متحد رکھتا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کی کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے۔[۳]

* جماعت کی برکت

بھائیوں کے درمیان وسعتِ قلب و نظر کا مظاہرہ کرتے ہوئے درگزر عام کریں تاکہ آپس کی دوریاں اور تفرقہ بازی کا خاتمہ ہو۔ کیونکہ جماعت میں رہنے سے برکت ہوتی ہے۔ تمام اسلامی عبادات افراد کے مسائل کو حل کرتے ہوئے آپس میں کسی نہ کسی شکل میں متحد رکھتے ہیں۔ علماء اکرام مسلکی واجتہادی اختلاف کو ختم کر کے رواداری اور اتحاد کا پیغام دیں۔

جہالت اور لاعلمی کا تدارک

جہالت سے نجات اس طرح حاصل کی جاسکتی ہے:

---

۱ خاص رپورٹ، " آٹھ اکتوبر ۲۰۰۵، جب پاکستان بد ترین زلزلے کی لپیٹ میں آیا"، روزنامہ "جنگ"، ۱۸ اکتوبر ۲۰۲۰

http://jang.com.pk/news/829394

۲ آل عمران: ۳/۱۰۳

۳ محمد ثناء اللہ، تفسیر المظہری، ۸/۲۵۵

* درگزراور علوم سے آگاہی

علم انبیاء کی میراث ہے۔رسول کریم پر پہلی وحی ﴿ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾[1] (جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا) علم کے متعلق تھی۔اس سے علم کی فضیلت روشن ہوتی ہے۔ حصولِ علم کے لئے وقت اور عمر کی کوئی قید نہیں، بچہ ہو یا بوڑھا کسی بھی وقت اور کسی جگہ تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ علم سے چیزوں کی اہمیت و نقصان کی واقفیت ہوتی ہے۔ حقوق و فرائض، حلال و حرام، معاشرتی تعلقات اور اخلاقیات وغیرہ کی آگاہی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾[2]

ترجمہ: اس کے سوا نہیں کہ اللہ سے اس کے علم والے بندے ڈرتے ہیں۔

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ صاحبِ ایمان ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔تدبر و تفکر سے جُوں جُوں ان پر کائنات کے حقائق کھلتے جاتے ہیں۔اُسی قدر اُنکے دلوں پر عظمت اور خشیتِ الٰہی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔[3]

حصولِ علم سے ہی انسان کی دین و دنیا کی کامیابی ہے۔

* خوشگوار ماحول

عوام علم حاصل کریں، دوسروں سے اچھے تعلقات قائم کریں، اُن کے خوشی و غم میں شامل ہوں، ایک دوسرے کو دکھ نہ دیں، معاف کریں اور آرام کا خیال رکھیں اس سے خوشگوار ماحول قائم ہوتا ہے۔

حاصلِ کلام

الغرض عفو و درگزر ایسا ہتھیار ہے جس سے انسان اخلاقی و معاشرتی برائیوں کو ختم کرتا ہے، اپنے معاملات کو خوش اسلوبی سے حل کرتا ہے۔دوسروں کے دیئے ہوئے دکھوں کو معاف کرتے ان سے درگزر کرتا ہے۔ ظلم، غرور و تکبر، حسد، قتل و غارت سے چھٹکارہ حاصل کرتا ہے۔ انسان عجز و انکساری اختیار کرتا ہے صلہ رحمی اپناتا ہے اور ایک دوسرے کی خوشی و غم میں شرکت کرتا ہے۔اس سے خاندانوں اور برادریوں میں اتفاق و اتحاد قائم ہوتا ہے۔ علم و آگاہی سے حقوق و فرائض کی بہترین ادائیگی ہوتی ہے۔اس سے وہ جسمانی، روحانی اور ذہنی اطمینان حاصل کرتا ہے، علوم و فنون ترقی کرتے ہیں، معشیت اور سیاست کو استحکام ملتا ہے، جس سے خوشحالی آتی ہے بلکہ اس کے ساتھ اس کی دنیا و آخرت سنوار جاتی ہے۔ نیز معاشرے میں امن و استحکام پیدا ہو جاتا ہے۔

---

۱ العلق: ۵/۹۶

۲ فاطر: ۲۸/۳۵

۳ اسرار احمد، بیانُ القرآن، ص ۱۰۱/۶

نتائج

اس تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ

- معاشرے میں امن وامان کی بنیادی کلید عفو ودر گزر ہے جبکہ اس کے استحکام کے ذرائع مساوات، انصاف، متوازن فرائض و حقوق کی ادائیگی، مذہبی و شخصی تحفظ، مثبت اور تعمیری سفارتی تعلقات ہیں۔
- سماج میں رشتہ داروں، پڑوسیوں، دوستوں اور غلاموں وغیرہ کو معاف کرنے اور در گزر سے پیش آنے میں کوتاہی پائی گئی ہے۔
- سوسائٹی میں امن وامان میں استحکام کے لیے صاحبِ ثروت لوگوں کی عزیز واقارب، غریبوں اور قرض داروں سے عفو ودر گزر میں انحطاط موجود ہے۔
- ہمارے معاشرے میں عفو ودر گزر کا فقدان مال ودولت کی کثرت، بڑھتی ہوئی انا پرستی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر بدلہ لینا ہے جبکہ غرور و تکبر، انتقام، حسد، تعصب، بغض، ظلم، فتنہ و فساد، گھریلو ناچاقی اور قطع رحمی سے مزید بڑھا ہے۔
- پاکستانی سوسائٹی میں عفو ودر گزر کی عصری معنویت میں قرآن وسنت کی تعلیمات پر عمل خصوصاً معافی اور در گزر کی کمی ہے۔

تجاویز و سفارشات

عفو کی مختلف جہتوں پر کام ہوا ہے جبکہ در گزر کے معاشرتی اور معاشی پہلوؤں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔

تعلیمی اداروں کے لیے سفارشات

- معلم کو ایک ذمہ دار شہری کی حیثیت سے پر امن معاشرے کے قیام میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔
- معاشرے کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے عفو و در گزر کی اسلامی تعلیمات کو لوگوں میں تربیتی پروگرامز اور ورکشاپ کے ذریعے متعارف کرایا جائے۔
- دینی و دنیاوی علوم و فنون کو فروغ دیا جائے تاکہ عوام میں اچھے اور برے کی تمیز کرنے کے ساتھ صبر و تحمل اور قناعت پسندی کی عادات پروان چڑھ سکیں۔

افراد معاشرہ کے لیے سفارشات

- معاشرے سے معاشرتی اور اخلاقی بُرائیوں (غرور، حسد اور تعصب وغیرہ) کے تدارک کے لیے مدنی معاشرے کی سادگی، معافی و حسنِ سلوک اور عجز و انکساری سے مدد لی جائے۔
- اخبارات، جرائد اور میڈیا کے ذریعے سیرت النبی ﷺ کی تعلیمات عام کرنے کا اہتمام کیا جائے۔

فہارس(Indexes)

فہرست قرآنی آیات

نمبر شمار	آیت	سورۃ	آیت نمبر	صفحہ نمبر
۱	لَاۤ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ	البقرہ	256	19
۲	هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا	البقرہ	29	29
۳	وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ	البقرہ	191	110
۴	وَإِنْ كَانَ ذُو عُسْرَةٍ .... إِنْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ	البقرہ	280	56
۵	وَأَنْ تَعْفُوٓا أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى	البقرہ	237	93
۶	وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى	البقرہ	177	6
۷	وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ	البقرہ	228	14
۸	وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ	البقرہ	60	129
۹	وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ	البقرہ	229	108
۱۰	الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ .... يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ	آل عمران	134	91
۱۱	إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ .... لِأُولِي الْأَلْبَابِ	آل عمران	190	33
۱۲	وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا	آل عمران	103	133
۱۳	وَتُعِزُّ مَن تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَاءُ	آل عمران	26	82
۱۴	وَسَارِعُوا إِلٰى مَغْفِرَةٍ .... وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ	آل عمران	133	80
۱۵	وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا	آل عمران	105	114
۱۶	إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا	النساء	43	38
۱۷	إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلٰى أَهْلِهَا	النساء	58	20
۱۸	لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظُلِمَ	النساء	148	71
۱۹	يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ	النساء	54	100
۲۰	إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطٰنُ .... فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ	المائدہ	91	105
۲۱	مَنْ قَتَلَ نَفْسًا .... قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا	المائدہ	32	130
۲۲	وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ	المائدہ	2	5
۲۳	وَلَوْ شَآءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً	المائدہ	48	27

8	8	المائدہ	ولا يجرمنّكم .... أقرب للتقوى	۲۴
11	87	المائدہ	ولا تعتدوا إنّ الله لا يحبّ المعتدين	۲۵
3 & 128	82	الانعام	الذين آمنوا ولم يلبسوا إيمانهم بظلم أولئك لهم الأمن	۲۶
34	164	الانعام	ولا تكسب كلّ نفس إلا عليها ولا تزر وازرة وزر أخرى	۲۷
9	108	انعام	ولا تسبّوا الذين .... عدواً بغير علم	۲۸
76	199	الاعراف	خذ العفو	۲۹
20	60	انفال	وأعدّوا لهم مّا استطعتم مّن قوّة	۳۰
35	60	التوبہ	إنّما الصّدقات............ فريضة مّن الله	۳۱
94	17	الرعد	وأمّا ما ينفع النّاس فيمكث في الأرض	۳۲
112	25	الرعد	ويقطعون ما أمر الله به أن يوصل	۳۳
80	85	الحجر	وما خلقنا السّموات .... فاصفح الصّفح الجميل	۳۴
55	126	النحل	وإن عاقبتم فعاقبوابمثل ما عوقبتم به	۳۵
16	26	بنی اسرائیل	وآت ذا القربى حقّه والمسكين وابن السّبيل ولا تبذّر تبذيراً	۳۶
7	70	الاسراء/بنی اسرائیل	ولقد كرّمنا بني ادم	۳۷
99	37	بنی اسرائیل	ولا تمش في الأرض .... ولن تبلغ الجبال طولاً	۳۸
15	114	طٰہٰ	ربّ زدني علماً	۳۹
14	77	الحج	واعبدوا ربّكم وافعلوا الخير لعلّكم تفلحون	۴۰
77	96	المومنون	ادفع بالّتي هي أحسن السّيّئة	۴۱
19	27	النور	يآ أيّها الذين امنوا .... وتسلّموا على أهلها	۴۲
131	22	النور	ألا تحبّون أن يغفر الله لكم	۴۳
118	22	النور	وليعفوا وليصفحوا -..........والله غفور رحيم	۴۴
92	22	النور	ولا يأتل أولوا الفضل............ لكم والله غفوررحيم	۴۵
44	3	الشعراء	لعلّك باخع نفسك ألاّ يكونوا مؤمنين	۴۶
32	21	الروم	إنّ في ذلك لآيت لقوم يتفكّرون	۴۷
30	21	الروم	ومن ءاياته .... مّودّة وّرحمة	۴۸
108	13	لقمان	إنّ الشّرك لظلم عظيم	۴۹
87	24	الاحزاب	إنّ الله كان غفوراً رحيماً	۵۰

41	21	الاحزاب	لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ	٥١
134	28	فاطر	إِنَّمَا يَخْشَى اللهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا	٥٢
23	17-18	الزمر	فَبَشِّرْ عِبَادِ............ هُمْ أُولُوا الْأَلْبَابِ	٥٣
115	9	الزمر	قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ	٥٤
125	39	الشورىٰ	وَالَّذِينَ إِذَآ أَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُونَ	٥٥
123	37	الشورىٰ	وَإِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ	٥٦
21	38	الشورىٰ	وَأَمْرُهُمْ شُورٰى بَيْنَهُمْ	٥٧
79	40	الشورىٰ	وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ .... إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ	٥٨
82	43	الشورىٰ	وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ	٥٩
114	13	الشورىٰ	وَلَا تَتَفَرَّقُوا	٦٠
74	25	الشورىٰ	وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّئَاتِ	٦١
17	32	الزخرف	أَهُمْ يَقْسِمُونَ............ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا	٦٢
103	13	الحجرات	يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ .... عِنْدَ اللهِ أَتْقٰكُمْ	٦٣
26	13	الحجرات	يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ ....وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوا	٦٤
3	10	الحجرات	إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ	٦٥
12	12	الحجرات	يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا............يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا	٦٦
30	56	الذاريات	وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ	٦٧
32	23	الطور	يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا	٦٨
6	61	الرحمان	هَلْ جَزَآءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ	٦٩
126	10	الحشر	وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا	٧٠
22	8	الممتحنة	لَا يَنْهٰكُمُ اللهُ .... تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوٓا إِلَيْهِمْ	٧١
109	1	الطلاق	وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُودَ اللهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ	٧٢
120	1	الدهر	هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُورًا	٧٣
11	1-3	المطففين	وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ............أَوْ وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ	٧٤
122	5	الفلق	وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ	٧٥

فہرست احادیث

نمبر شمار	حدیث کا متن	کتاب کا نام	صفحہ نمبر
۱	الرَّاحمونَ يرحمُهم الرَّحمن، ارْحموا من في الأَرْض ۔۔۔۔۔۔	سنن الترمذي	87
۲	الرَّحم معلَّقَةٌ بالْعرْش تَقُولُ من وصلَني وصلَه الله، ومن ۔۔۔۔۔	صحیح مسلم	130
۳	الصَّدَقَةُ علَى الْمسكين صدقَةٌ وهي علَى ذي الرَّحم ۔۔۔۔۔۔	سنن الترمذي	7
۴	اللّهُمَّ إنِّي أُحرِّج حقَّ الضَّعيفين: الْيتيم، والْمرأَة	سُنن ابن ماجہ	18
۵	انْصر أَخاكَ ظَالما أَوْ مظْلُوما» فَقَالَ رجل: يا رسولَ الله۔۔۔۔۔	صحیح البخاري	128
۶	إذَا أَحبَّ الله العبد نادى جبريل: إنَّ الله يحبُّ فُلانًا۔۔۔۔۔۔	صحیح البخاري	86
۷	إذَا كَانَ يومُ الْقيامة كُنْت إمامَ النَّبيِّين وخطيبهم۔۔۔۔۔۔	سُنن ابن ماجہ	120
۸	إنَّ الْغَضَب من الشَّيْطَان، وإنَّ الشَّيْطَانَ خُلق من النَّار۔۔۔۔۔۔	سنن أبي داود	124
۹	إنَّ الْمؤْمن للْمؤْمن كَالْبنْيان يشُدُّ بعْضُه بعضا وشبَّك أَصابعه	صحیح البخاري	4
۱۰	إنَّ منْكُمْ رجالًا نَكلُهُم إلَى إيمانهم، منْهُم فُرات بن حيَّانَ	سنن أبي داود	70
۱۱	أَشْهدُ أَنْ لا إلَه إلا الله، وأَشْهدُ أَنَّ محمَّدا رسولُ الله	صحیح البخاري	50
۱۲	أَعوذُ بالله من الشَّيْطَان الرَّجيم	سنن أبي داود	123
۱۳	أَفْشُوا السَّلَامَ، وأَطْعموا الطَّعام، وكُونُوا إخْوانًا كَما أَمركُم ۔۔۔	مسند الإمام أحمد بن حنبل	10
۱۴	أَنَّ رجلًا سأَلَ رسولَ الله صلَّى الله علَيْه وسلَّم۔۔۔۔۔۔	المعجم الاوسط	13
۱۵	أُتي الله بعبد من عباده آتاهُ الله مالًا، فَقَالَ لَه: ماذَا ۔۔۔۔۔۔	صحیح مسلم	95
۱۶	بشِّروا ولَا تنفِّروا، ويسِّروا ولَا تعسِّروا	صحیح مسلم	11
۱۷	تصدَّقْ به علَى خادمك	سنن أبي داود	66
۱۸	تُفْتح أَبْوابُ الْجنَّة يوم الْإثْنين، ويوم الْخَمي۔۔۔۔۔۔	صحیح مسلم	105
۱۹	ثَلَاثٌ من كُنَّ فيه حاسبه الله حسابا يسيرا وأَدْخلَه الْجنَّةَ ۔۔۔۔۔۔	المستدرک علی الصحیحین الحاکم	78
۲۰	خَمس تَجب للْمسلم علَى أَخيه: ردُّ السَّلَام، وتَشْميتُ ۔۔۔۔۔۔	صحیح مسلم	6
۲۱	خيرُكُم خيرُكُم لأَهْله	سنن الترمذي	52
۲۲	دعوه حتَّى إذَا فَرغَ دعا بماء فَصبَّه علَيْه	صحیح البخاري	45
۲۳	ربِّ اغْفر لقَومي فَإنَّهم لا يعلَمونَ	صحیح مسلم	44
۲۴	شَاهت الْوجوهُ	صحیح مسلم	61

۲۵	طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ	سُنن ابن ماجہ	15
۲۶	الْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ كَالْبُنْيَانِ يَشُدُّ بَعْضُهُ بَعْضًا	صحیح البخاری	34
۲۷	فَإِنَّ لِجَسَدِكَ عَلَيْكَ حَقًّا	صحیح البخاری	16
۲۸	كَيْفَ رَأَيْتِنِي أَنْقَذْتُكِ مِنَ الرَّجُلِ؟	سنن أبي داود	59
۲۹	لَا تَغْضَبْ	المعجم الکبیر للطبرانی	124
۳۰	لَا تَبَاغَضُوا وَلَا تَحَاسَدُوا وَلَا تَدَابَرُوا وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا ·······	صحیح مسلم	42
۳۱	لَا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ، وَلَا تَدْعُوا عَلَى أَوْلَادِكُمْ·······	سنن أبي داود	84
۳۲	لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ كِبْرٍ	صحیح مسلم	99
۳۳	لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ	صحیح البخاری	112
۳۴	مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ، خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ	صحیح البخاری	17
۳۵	مَا زَالَ يُوصِينِي جِبْرِيلُ بِالْجَارِ، حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ سَيُوَرِّثُهُ	صحیح البخاری	18
۳۶	مَا مِنْ جُرْعَةٍ أَعْظَمُ أَجْرًا عِنْدَ اللَّهِ، مِنْ جُرْعَةِ غَيْظٍ ·······	سُنن ابن ماجہ	75
۳۷	مَا نَقَصَتْ صَدَقَةٌ مِنْ مَالٍ، وَمَا زَادَ اللَّهُ عَبْدًا بِعَفْوٍ·······	صحیح مسلم	78
۳۸	مَنْ كَانَتْ عِنْدَهُ مَظْلَمَةٌ لِأَخِيهِ فَلْيَتَحَلَّلْهُ مِنْهَا، فَإِنَّهُ لَيْسَ ·······	صحیح البخاری	93
۳۹	مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنْفِذَهُ دَعَاهُ اللَّهُ ·······	سنن أبي داود	83
۴۰	وَإِنَّ اللَّهَ أَوْحَى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتَّى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلَى أَحَدٍ	صحیح مسلم	121
۴۱	وَلَا تَبَاغَضُوا، وَكُونُوا عِبَادَ اللَّهِ إِخْوَانًا	صحیح البخاری	127
۴۲	وَلَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ الْإِيمَانُ وَالْحَسَدُ	سنن نسائی	122
۴۳	يَا أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْبِئِينِي عَنْ خُلُقِ رَسُولِ اللَّهِ·······	صحیح مسلم	118
۴۴	يَا رَسُولَ اللَّهِ، كَمْ نَعْفُو عَنِ الْخَادِمِ؟ فَصَمَتَ·······	سنن أبي داود	65
۴۵	إياكم والبغضاء، فإنها الحالقة	کنز العمال فی سنن الأقوال والأفعال	106

فہرست مصادر و مراجع (Bibliography)

القرآن الکریم

کتب تفاسیر (عربی)

- ابن کثیر،اسماعیل بن عمر،تفسیرُالقرآن العظیم،(الریاض:دارِ طبیہ،الطبعۃ الثانی،۱٤۲۰ھ)
- الجصاص،احمد بن علی الرازی ا،احکامُ القرآن،(البیروت:دار احیاءالتراث العربی،طبع اول، ۱٤۱۲ھ)
- محمدثناء اللہ ،تفسیرُالمظہری،(البیروت: دارُالحیاءالتراثُ العربی ،الطبۃالاولی ، ۱۴۲۵ھ)

کتب تفاسیر (اردو)

- احمد رضا خان، مُحمد نعیم الدین، کنز الایمان،(تفسیر خزائن العرفان)،(کراچی :مکتبۃ المدینہ،دعوتِ اسلامی، طبع اول، س-ن)
- اسرار احمد، بیان القرآن(لاہور: قرآن اکیڈمی، طبع ثالث،۲۰۰۹ء)
- امین احسن اصلاحی، تدبر القرآن،(لاہور: فاران فاونڈیشن،2009ء)
- محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہء قرآن،(کراچی: مکتبہ معارف القرآن، طبع اول،1429ھ)
- محمد شفیع، مُعارف القرآن،(کراچی: مکتبہ معارف القرآن، طبع اول،2008ء)
- محمد قاسم، صراط اجنان فے تفسیر القران،(کراچی: مکتبۃ المدینہ، فیضان المدینہ، طبع اول،2013ء)
- محمد کرم شاہ، ضیاءُالقرآن،(لاہور: ضیاءُالقرآن پبلیکیشنز، طبع اول،1995ء)
- مودودی، ابوالاعلیٰ، تفہیمُ القرآن،(لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، طبع نہم،1980ء)

کتب احادیث

- ابن ماجہ ،مُحمد بن یزید، السُنن ،(الریاض:مکتبہ المعارف، الطبعۃ الاولیٰ ،۱٤۱۷ھ)
- ابو داؤد ،سلیمان بن الاشعت، السُنن ،(الر یاض:دار اسلام، الطبعۃ الاولیٰ،۱٤۲۰ھ)
- أبو بکر البیہقی، أحمد بن الحسین بن علی بن موسی ، سنن الکبری ،(مکہ المکرمہ :مکتبہ دار الباز ، ۱٤۱٤ھ)

- الحاکم،مُحمد بن عبد الله، المُستدرک علی الصحیحن،(بیروت:دار الکتب العلمیۃ،١٤٠٨ھ)
- اللطبرانی ، سُلیمان بن احمد ،المُعجمُ الاوسط ، (قاہرہ:دار الحرمین ،١٤١٥ھ)
- الطبرانی،سلیمان بن احمد،المُعجم الکبیر،(القا ہرۃ:مکتبہ ابنِ تیمیۃ،الطبعۃ الثانی،١٤٠٤ھ)
- امام احمد بن حنبل ، مسند،(بیروت:موسوسۃ الرسالۃ، الطبعۃ الاو لیٰ،١٤١٦ھ)
- امام مسلم، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم،(بیروت:دار ا حیاء التراث العربی، الطبعۃ الاو لیٰ،١٤٣١ھ)
- النسائی،احمد بن شعیب،السُنن،(الریاض:دار السّلام،الطبعۃ الاو لیٰ،١٤٢٠ھ)
- بخاری ،محمد بن اسماعیل،الجامع الصحیح ، (الریاض:دار احضارۃ،الطبعۃ الثالثۃ،١٤٣٦ھ)
- ترمذی ،مُحمد بن عیسیٰ،السُنَن، (الریاض: مکتبۃ المعارف، الطبعۃ الاو لیٰ ،١٤١٧ھ)
- علاء الدین علی بن حسام، کنز العمال في سنن الأقوال والأفعال، (بیروت:مؤسسة الرسالة،الطبعة الخامسة،١٤٠١ھ)

کتب لغات(عربی)

- ابن ِمنظور،محمد بن مکرم ،لسان العرب،(بیروت:دارصادر ،الطبعۃ الاولیٰ،١٣٠٠ھ)
- الزبیدی، محمد بن محمد، تاج العروس من جواہر القاموس،(الکویت:التراث العربی،الطبعۃ الاولی،١٤٢١ھ)
- الفراھیدی،الخلیل بن احمد ،کتاب العین،(بیروت:دار الکتب العلمیۃ ،طبع الاولی١٤٢٤ھ)

کتب لغات(اردو)

- احمد دہلوی،فرہنگ آصفیہ"،(لاہور:اردو سائنس بورڈ،2010ء)
- اردو دائرہ معارفِ اسلامیہ،دانش گاہ پنجاب(لاہور: دانش گاہ پنجاب،1964ء)
- ایم-بھٹی،جدید عصری لغت اردو،(دہلی:ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس،طبع اول 1981ء)
- راغب اصفہانی، مفردات القرآن،ترجمہ: مُحمد عبدہ،(لاہور:اھلِ حدیث اکادمی،طبع اول،1971ء)
- فیروزُالدین،لُغات اُردو جامع،(راولپنڈی: فیروز سنز لمیٹڈ،نیاایڈیشن،س-ن)
- لوئیس معلوف، المنجد،ترجمہ:عبدالحفیظ بلیاوی،(لاہور: مکتبہ قدوسیہ،طبع اول،2009ء)
- وارث سرہندی، قاموس مترادفات،(لاہور:اُردو سائنس بورڈ،1986ء)

عربی کتب

- ابنِ ھشام، عبدالملک،سیرۃالبنویۃ،(بطنطا:دار الصحابہ للتراث،الطبعۃ الاولی, ١٤١٦ھ)
- ابن کثیر، محمد بن اسماعیل، البِدایۃ وَ النھایۃ ،(بیروت: مکتبۃ المعارف،الطبعۃ السادسۃ،١٤١٠ھ)
- ابنِ قیّم، محمد بن ابی بکر،ذاد المعاد فی ھدی خیر العباد، (بیروت:الر سا لۃ پبلیشرز،١٤٣٠ ھ)
- الطبری،مُحمدبن جریر،تاریخ الامم والملوک،(الریاض:بیت الافکار الدولیۃ، الطبعۃ الاولی ،س-ن)
- الغزالی،محمد بن محمد،اِحیائےعُلوم الدّین (بیروت:دارُالمعرفۃ ،الطبعۃ الثالث، ١٤٠٢ھ)
- الواقدی،مُحمد بن عمر،کتاب المغازی،(مدینہ :کلکتۃ بمطبع ببتست مشن، طبع اول،١٢٧١ھ)
- ترمذی ،محمد بن سَورۃ َ،الشمائل المحمّدیّۃ، (بیروت:دار الحدیث،الطبۃالثالثۃ،١٤٠٨ھ)
- شھاب الدّین محمد بن احمدالابشیھی ،المُستَطرف فی کُلّ فنّ المُستِظَرف(بیروت:دارالمکتبہ الحیاۃ ،الطبعۃ الاولیٰ،١٤١٢ ھ)
- عبد الرحمن بن عبد اللہ الشیزری،المنھج المسلوک فی سیاستہ الملوک،(الزرقاء:مکتبہ المنار، الطبعۃ الاولی،١٤٠٧ھ)
- علی بن اسماعیل بن سیدہ، المحکم والمحیط الأعظم،(غزہ:مہد المخطوطات بجامعۃ الدول العربیتہ،الطبعۃ الاولی،١٣٧٧ھ)
- محمد بن سعد بن منیع ،الطبقات الکبری،(قا ہرہ:مکتبۃ الخانجی،لطبعۃ الاولی،١٤٢١ھ)
- مُحمد یوسف الکاندھلوی،حیاۃُ الصّابۃ،(بیروت:الرسالۃ پبلشرز ،الطبعۃالاولی،١٤٢٠ھ)

اردو کتب

- ابن خلدون،عبدالرحمن، مقدمہ ابنِ خلدون،ترجمہ: علامہ راغب رحمانی دہلوی،(کراچی، نفیس اکیڈمی، طبع یازدھم،2001ء)
- ابنِ کثیر،عمادالدین ابُوالفدا، قصص الانبیاء،ترجمہ: عبدالرشید،(لاہور: مکتبہ خلیل، طبع اول،2011ء)
- احمد عروج قادری، قرآن کا فلسفہءاخلاق،(نئی دہلی: مرکزی مکتبہءاسلامی پیبلشرز، طبع اول،2014ء)
- احمد و میض ندوی، ذوالفقار احمد، موجودہ حالات میں سیرت رسول ﷺ کا پیغام،(حیدر آباد: مکتبہ الادعوۃ والارشاد، طبع ثانی،2017ء)

- آفروغ حسن، ازواج مطہرات، (لاہور: رابعہ بک ہاوس، طبع اول، 1412ھ)
- الغزالی، محمد بن محمد، کیمیائے سعادت، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، طبع چہارم، 1929ء)
- جلال الدین عمری، اسلام انسانی حقوق کا پاسان، (نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، طبع اول، 2008ء)
- جلال الدین عمری، اسلام کا عائلی نظام، (نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، طبع اول، 2006ء)
- خالد علوی، اسلام کا معاشرتی نظام،، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجرانِ کُتب، طبع اول، 2009ء)
- خلیق احمد، معاشرتی آداب واخلاق، (عجمان: پوسٹ بکس نمبر 1625، طبع اوّل، س-ن)
- رائٹر، مجلسِ ادارت، انسانی حقوق اور اسلامی نقطہ نظر، (نئی دہلی: ایفا پبلیکشنز، طبع اول، 2011ء)
- سلیمان ندوی، سیرتِ عائشہ، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، طبع اول، 2010ء)
- شاہد مختار، ارسطو، (لاہور: شاہد پبلیشرز اینڈ بک سیلرز، طبع اول، س-ن)
- شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، (لاہور: ادارہ ءاسلامیات، طبع اول، 2002ء)
- شاہ ولی اللہ دہلوی، حجۃ اللہ البالغہ، ترجمہ: عبدالحق حقانی، (لاہور: فرید بک سٹال، طبع اول، س-ن)
- صدرالدین اصلاحی، اسلام اور اجتماعیت، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، طبع بائیس، 2011ء)
- صفی الرحمن مبارک پوری، الرحیق المختوم، (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، طبع اول، 2002ء)
- ضمیر علی اختر، قرآنی عمرانیات، (کراچی: اخوان پبلیشرز، طبع دوئم، 2007ء)
- ظہیر احمد زیدی نگینوی، تاریخ تمدنِ عرب، (لاہور: فرید بک سٹال، طبع اول، 2002ء)
- عزیزالرحمان، تعلیماتِ نبوی ﷺ اور آج کے زندہ مسائل، (کراچی: القلم-فرحان ٹیرس، ناظم آباد، طبع اول، 2005ء)
- عبدالباقی حقانی، اسلامی حکمرانوں کے اوصاف واخلاق، ترجمہ: مُحمد جان حقانی، (اکوڑہ خٹک: فاضل دارالعلوم حقانیہ، طبع دوئم، 2013ء)
- عبدالخالق صدیقی، اسلام کا نظامِ حقوق وفرائض، (لاہور: انصار السنہ پبلیکیشنز، طبع اول، 2008ء)
- عبدالروف ملک، مغرب کے عظیم فلسفی، (لاہور: پاکستان رائٹرز، کوآپریٹو سوسائٹی، طبع دوئم، 2009ء)
- عثمان صفدر، اسماء اللہ الحُسنے (کراچی: المدینہ اسلامک ریسرچ سینٹر، س-ن)

- عفیف عبدالفتاح طبارہ، اسلام میں روحانیت کا تصور، ترجمہ: عبید اللہ فہد فلاحی ،(نئی دہلی: مرکزی مکتبہء اسلامی پبلیشرز، طبع اول،2011ء)
- محمد احمد باشمیل، فتحِ مکہ، ترجمہ :اختر فتح پوری،(کراچی، نفیس اکیڈیمی، طبع اول،1984ء)
- محمد احمد باشیل، غزوہ احزاب، ترجمہ :اختر فتح پوری،(کراچی: نفیس اکیڈمی، طبع اوّل،1988ء)
- محمد اسجد قاسمی، اصلاحِ معاشرہ اور تعمیرِ سیرت واخلاق(دہلی: فرید بک ڈپو، طبع سوئم،2016ء)
- محمد اعظم، بین الاقوامی تعلقات،(کراچی: طاہر سنز، طبع پنجم،1994ء)
- محمد جرجیس کریمی، اسلام کی امتیازی خصوصیات،(نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، طبع اول،2012ء)
- محمد حنیف ندوی، اساسیاتِ اسلام،(لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع سوئم،2009ء)
- محمد حنیف ندوی، افکار ابن خلدون،(لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ، طبع ششم،1995ء)
- محمد روح اللہ، رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی زندگی،(کراچی: مکتبہ الشیخ، طبع اول،2009ء)
- محمد سعداللہ، اسلامی ریاست اور غیر مسلم شہری،(لاہور: عکس پبلیکیشنز، طبع اول،2018ء)
- محمد شعیب اللہ خان، حدیث نبوی اور دورِ حاضر کے فتنے(بنگلور: مکتبہ مسیحؒ الامت دیوبند، طبع اول ،2015ء)
- محمد طاہر، حسنِ اخلاق،(لاہور: منہاجُ القرآن پبلیکیشنز، طبع ہفتم،2005ء)
- محمد مزمل احسن، ابو طاہر سدیقی، ابو خالد صدیقی، آئینہ اسلامی تہذیب وتمدن، (لاہور: خالد بک ڈپو، طبع اول، س—ن)
- محمود احمد غازی، خطباتِ بہاولپور 11 (اسلام کا قانون بین الممالک)،(اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، طبع اول،2007ء)
- محمد رفیع عثمانی، آدمؑ سے محمد ﷺ تک،(دیوبند: ایوب پبلیکیشنز، طبع اوّل، 2009ء)
- محمد یوسف کاندھلوی، حَیَاۃُ الصَّحابہ، ترجمہ: محمد احسانُ الحق،(لاہور: مکتبہُ الحسن، جدید ایڈیشن، س-ن)

- مصطفیٰ السباعی، اسلام کا نظام امن و جنگ، ترجمہ: عبدالحلیم فلاحی، (نئی دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز، طبع اول، 2016ء)
- منصور پوری، محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین، (فیصل آباد: مرکز حرمین الاسلامی، طبع اول، 2007ء)
- منیر احمد وقار، اشفاق احمد خان، حمید اللہ عبدالقادر، پیغمبرِ امن ﷺ، (سیالکوٹ: مرکزی جمعیت اہلحدیث، طبع اول، س-ن)
- منیر احمد وقار، پیغمبر امن ﷺ، (لاہور: اہل حدیث یوتھ فورم پاکستان، طبع اوّل، 2006ء)
- محمود خلیفہ، 30 طریقے جن سے آپ لوگوں کے دل جیت سکتے ہیں، ترجمہ عبد الجبار، (لاہور: مکتبہ بیت السلام، طبع اول، 2015ء)
- مودودی، ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز لمیٹڈ 1967ء)

English Books

- Desmond Mphilo Tutu, No Future Without Forgiveness, Doubleday Random House, New York, 2000, Vol:1
- Dr.Jim Dincalci, How To Forgive When You Can't, America: The Forgiveness Foundation, 2010, Vol:1
- Gerald G.Jampolsky,M.D., Forgiveness (The Greatest Healer Of All), Atria Paperback, New York, 2007, Vol:1
- Jonathan Crowther, Kathryn Kavanagh, Michael Ashby. Oxford Advanced Learner's Dictionary Oxford University Press: 1995
- Lee Jampolsky, Healing Together, Hoboken: Jhon Wiley & Sons, 2002, Vol:1
- Loren L.Toussaint Everett L.Worthington, Jr. David R.Williams, Forgiveness and Health, Spinger Dordrecht, New York, 2015, Vol:1
- Robin Lee Hatcher, The Forgiving Hour, Michigan: Zondervan Publishers, 2011, Vol:1
- Robert D. Enright & Joanna North, Exploring Forgiveness, Wisconsin (USA): The University of Wisconsin Press, 1930, Vol:1
- William Little, H.W.Fowler and J.Coulson, Shorter Oxford English Dictionary, Oxford: Clarendon Press 1936

Websites

- ur.wikifeqh.ir/انسانی_معاشره
- www.baseeratonline.com/6557
- ahlussunnah.net/?p=453
- www.urdunews.com/node/342521/روشنی/نبی-رحمت--،-سراپا-عفو-و-درگزر
- www.nawaiwaqt.com.pk/E-Paper/islamabad/2020-07-25/page-1
- www.express.pk/story/2108678/1/
- www.dw.com/ur/مشترکہ-خاندانی-نظام-اچھا-کیا-ہے-اور-برا-کیا/a-56179609
- www.express.com.pk/epaper/index.aspx?Date=20211204
- www.express.pk/story/2254862/464/
- www.express.pk/story/535688/
- http://jang.com.pk/news/829394